وللہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیہ سبیلا

امداد الحجاج مکمل ۳ رحصہ

حج کو کامل بنانے والی کتاب، حج سے متعلقہ ضروری احکام

اور حج میں جانے سے پہلے کرنے والے ضروری کام

اضافہ شدہ جدید ایڈیشن

از افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب:

محمد زید مظاہری ندوی

(استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب : امدادالحجاج مکمل ۳ / حصہ

افادات : حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نوراللہ مرقدہ

انتخاب وترتیب : محمد زید مظاہر ندوی

صفحات : تین سو پچاس (۳۵۰)

تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

اشاعت دوم : ۱۴۲۵ھ

قیمت :

ویب سائٹ............WWW.alislahonline.com

ملنے کے پتے:

نعیمہ بک ڈپو، دیوبند سہارنپور (نیز دیوبند سہارنپور کے تمام کتب خانے)

مکتبہ الفرقان گوئن روڈ، نظیر آباد، لکھنؤ۔

مکتبہ اشرفیہ دعوۃ الحق ہردوئی۔

ندوی بک ڈپو لکھنؤ پوسٹ بکس ۹۳۔

مکتبہ رحمانیہ ہتورا باندہ یوپی ۲۱۰۰۰۱۔

اجمالی فہرست امداد الحجاج جلدا

صفحات نمبر

اجمالی فہرست امداد الحجاج جلد ۲

صفحات

تفصیلی فہرست امداد الحجاج جلد اول

باب (۲) جلدی حج کرنے کا حکم

باب (۳) حج کس پر فرض ہے

فصل:۔ عورت پر حج کب فرض ہے

باب ۴ فرض حج کے لئے استطاعت اور سفر خرچ کی شرط

باب۵ حج کی فرضیت کے لئے امن واستطاعت کی شرط

باب(٦) حرام مال سے سفر حج

باب (۷) سفر حج میں تجارت

باب (۸) حج کی خصوصیت اور متفرق فوائد

فصل:۔ حج کی حقیقت

باب ۹ حج کی تیاری اور سفر حج سے پہلے کرنے والے کام

فصل:۔ حج سے پہلے استخارہ

فصل:۔ حج سے پہلے کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ضرورت

فصل:۔ حج سے پہلے سچی توبہ کی ضرورت

فصل :۔حج سے پہلے حقوق العباد کی ادائیگی

فصل :۔ وصیت نامہ

باب (۱۰) حج میں اخلاص کی ضروت

باب (۱۱) حج سے متعلق چند ضروری اہم ہدایات

فصل: سفر حج میں بدنگاہی سے خاص طور پر حفاظت

فصل: تصویریں کھینچنا اور کھنچوانا

باب (۱۱) حج کے زمانہ میں ہونے والے گناہ

تفصیلی فہرست امداد الحجاج جلد دوم

باب (۱) حج عقل وعشق کی روشنی میں

صفحات

باب (۲) مقامات حج اور مقامات مقدسہ

فصل: بیت اللہ شریف

فصل: حرم پاک کی نماز کا ثواب

فصل: حجر اسود

باب (۳) حج کے سلسلہ کے متفرق احکام

فصل: میقات اور احرام

باب (۴) حج کا مفصّل طریقہ اور متفرق احکام

فصل: عرفات کی حاضری

فصل: رمی ذبح، حلق کی ترتیب اور ان کی تفصیل

فصل: قربانی وطواف زیارت

فصل: طواف وسعی

فصل: حج بدل ودیگر متفرقات

باب (۵) حج کے بعد

فصل: حج کے بعد زندگی ایسے گذاریئے

فہرست امدادالعشاق

باب(۱)روضۂ اقدس کی زیارت اور مدینہ طیبہ کی حاضری

فصل: روضہ اقدس کی زیارت کی شرعی حیثیت دلائل کی روشنی میں

فصل: روضۂ اقدس کی زیارت اور عشق نبوی

فصل: رسول اللہ ﷺ کی حیات برزخی

فصل: رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام کی اہمیت

رائے عالی

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

حکیم الامت حضرت مولانا مقتدانا الشاہ اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں بزمانہ طالبعلمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام وخاص ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے۔ حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندوپاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ، مدرس جامعہ عربیہ ہتوار کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی چار درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

رائے عالی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (**بارک اللہ فی حیاتہ وفی افادتہ**) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرہ المعارف انسائیکلو پیڈیا، تیار ہوتا جارہا ہے......

ان خصوصیات اورافادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اورنگرانی ہمت افزائی او رقدر دانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور انکے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت میں انجام پارہے ہیں۔

اطال ا للہ بقائہ وعمم نفعہ جزاہ اللہ خیرا.

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی
۱۷رذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

تقریظ حسن

حضرت مولانا سید عبداللہ صاحب الحسنی ندوی

استاد کلیۃ الشریعہ ندوۃ العلماء لکھنو

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے جو زندگی میں ایک ہی دفع ان پر فرض ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت عطا فرمائی ہے، اور ان کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے مالک حقیقی کے گھر کی زیارت وطواف کے لیے چل پڑیں اور وہاں پہنچ کر نذرانہ دل پیش کریں، وہ گھر جلوہ گاہ محبوب ہے اس لیے سنبھل کر چلنے اور تیاری کے ساتھ نکلنے کی ضرورت ہے تاکہ کوئی ایسی بات نہ پیش آجائے جو راندۂ درگاہ بنادے اس لیے ہر عاشق صادق اور محبّ کامل سفر سے پہلے زادسفر میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

(ترجمہ) اور سفر حج کیلئے زادراہ لے لیا کرو اور بہترین زادراہ تقویٰ ہے

مناسک حج کے سلسلہ میں الحمدللہ بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں حجاج کرام ان سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں لیکن ضرورت تھی کہ ایسی چیز بھی تیار کی جائے جس سے تمام حج و زیارت پر جانے والوں کو اچھی طرح معلوم ہوجائے کہ حاضری سے قبل کن کن اعمال کے کرنے سے حج کی روح پیدا ہوتی ہے اور کون کون سے اعمال ایسے ہیں جن سے حج کے اندر نقص اور خلل پیدا ہوتا ہے اور ان اعمال مناسک کے اندر کیسی کیسی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے کہ مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی استاد

دار العلوم ندوۃ العلماء نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی ان تمام تحریرات کو یکجا کرلیا ہے جن کا تعلق ایسے اعمال سے ہے اوران وہ ان کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے حجاج کرام کے لیے زادراہ کا انتظام کررہے ہیں اور عمومی طور سے تمام اہل ذوق وشوق کی تسلی وتشفی کا سامان کررہے ہیں اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو قبول فرمائے اوراس کو حج مقبول ومبرور کا ذریعہ بنائے آمین۔

ناچیز

عبداللہ حسنی ندوی

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج بیت اللہ شریف اسلام کا عظیم الشان رکن ہے جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے جس کے متعلق سرکار دوعالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو حج مبرور نصیب ہوجائے وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف اور مغفور ومرحوم ہوجاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔حاجی کی واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اسکے مغفور ومرحوم ہونے کی وجہ سے اس سے ملاقات ومصافحہ اور درخواست دعاء کی بھی ترغیب فرمائی ہے۔

علماء محققین نے حج کے فضائل اور اسکے برکات وخصوصیات پر کلام کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کی زندگی کو سدھارنے اور اسکو اخلاق حسنۃ سے متصف کرنے نیز اس کے نفس کی اصلاح اور حق تعالیٰ سے محبت اور صحیح تعلق قائم ہونے کے لئے حج نہایت مؤثر اور قوی سبب ہے، ایک حج میں بھی انسان کامل اور واصل ہوسکتا ہے۔

لیکن یہ سارے فوائد اسی وقت حاصل ہوسکتے ہیں جب حج کو حج کے طریقے سے اس کے پورے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے ادا کیا جائے۔حج سے پہلے اور دوران حج جن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے شروع ہی سے ان کو پیش نظر رکھا جائے اور حج کی روح اور اصل حقیقت سے پوری واقفیت کے بعد سفر حج شروع کیا جائے۔

حج کے سلسلہ میں حاجیوں کی رہنمائی کے لئے بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور نہ معلوم کتنی لکھی جائیں گی یہ رسالہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے افادات، تصانیف، فتاویٰ ملفوظات ومواعظ سے انتخاب کرکے مرتب کیا گیا ہے، حضرت اقدس تھانویؒ نے اپنی پوری حیات میں جس انداز سے بھی حج کے سلسلہ میں جو رہنمائی اور ہدایات ضروری اصلاحات وتنبیہات فرمائی ہیں ان سب کا یہ

مرتب مجموعہ ہے۔

اس کی ترتیب میں احقر نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ایک حاجی کو سفر حج سے پہلے جن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ان کو تفصیل سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حج کی اصل حقیقت اور اسکی روح نیز افعال حج کی حکمتیں مصلحتیں بھی بیان کردی جائیں۔حق تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس کے پڑھنے سے انشاء اللہ حج مبرور کے ساتھ حق تعالیٰ کا حقیقی عشق بھی نصیب ہوگا۔اور حج کے بعد کی زندگی میں بھی انشاءاللہ اس کے اندر سدھار پیدا ہوگا۔اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس معمولی کوشش کو قبول فرمائے اور اس رسالہ سے حجاج کرام کو مستفید ہونے کے توفیق عطا فرمائے۔**ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم.**

محمد زید مظاہری ندوی
استاد کلیۃ الشریعہ واصول الدین
دارالعلوم ندوۃ العلماء،لکھنؤ
۲۲؍شوال ۱۴۲۴ھ

امداد الحجاج جلد اول

حج سے متعلق احکام اور حج میں جانے سے پہلے کرنے والے ضروری کام

از افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی (استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لاَشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکُ وَالْمُلْکَ لاَشَرِیْکَ لَک

❖❖❖
❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱
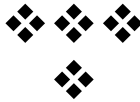
حج کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کے جواب میں جس نے لبیک کہا وہ حج کو ضرور جائیگا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم .

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (سورۂ حج پ ۱۷)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب ہے ارشاد ہے کہ اے ابراہیم لوگوں میں حج کے واسطے پکارو، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس فرمان کی اس طرح تعمیل کی کہ پہاڑ پر کھڑے ہوکر پکارا کہ اے لوگو تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اس کا حج کرو، حدیث میں آیا ہے کہ اس آواز کو تمام جہاں کے لوگوں نے سنا۔

(وعظ الضّحایا ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص ۱۶۲)

حاکم بیہقی وغیرہما نے ابن عبّاس سے اعلان ابراہیمی کا قصّہ نقل کیا ہے کہ جب وہ بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت کے بعد اس بات کے (یعنی حج کے اعلان کے) مامور ہوئے تو عرض کیا کہ میری آواز کہاں تک پہنچے گی، حق تعالیٰ نے پہنچانے کا وعدہ فرمایا تو اس پکارنے کو سب نے سنا۔

بزرگوں نے کہا کہ جس نے خود یا اس کی روح نے لبیّک کہا اس کو حج نصیب

ہوتا ہے اور جس نے نہیں کہا وہ نہیں جاتا [۱]

آگے ارشاد ہے یَاْتُوْکَ رِجَالاً وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْن یعنی اس آواز دینے اور پکارنے کا اثر یہ ہوگا کہ لوگ تمہارے پاس پیادہ اور ہر دبلی سواری پر آئیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑی دور سے آئیں گے کہ آتے آتے سواری کے جانور دبلے ہو جائیں گے، یَاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق ۔یعنی وہ سواریاں دور دراز راستہ سے آویں گی۔لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ تاکہ وہ اپنے منافع پر حاضر ہوں یعنی یہاں آکر کچھ منافع ہوں گے، اور وہ منافع عام ہیں خواہ اخروی ہوں کہ (اس میں) ثواب ہوتا ہے۔ اور یا دنیوی کہ حج کے اندر لوگ جمع ہوتے ہیں ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے ہیں اور بہت سے دنیوی منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

(وعظ الضّحایا ملحقہ سنت ابراہیم ص۱۶۴)

حج کی فرضیت

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً (آل عمران پ۴)

(ترجمہ معہ خلاصہ تفسیر) اللہ کے خوش کرنے کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان یعنی کعبہ کا حج کرنا فرض ہے مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص کے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک پہنچنے کی سبیل یعنی سامان کی (بیان القرآن ص۴۲ پ۴)

---

(۱) بعض روایات میں ہے کہ آپ نے جبل ابی قبیس پر چڑھ کر یہ اعلان کیا کانوں میں انگلیاں رکھ کر داہنے اور بائیں اور شرقاً وغرباً ہر طرف یہ ندا دی کہ لوگو تمہارے رب نے اپنا بیت بنایا ہے اور تم پر اس بیت کا حج فرض کیا ہے تو سب اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرو، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیمؑ کی یہ آواز اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں پہنچادی اور صرف اسوقت کے زندہ انسانوں تک ہی نہیں بلکہ جو انسان آئندہ تا قیامت پیدا ہونے والے تھے بطور معجزہ ان سب تک یہ آواز پہنچا دی گئی اور جس جس کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے حج کرنا لکھ دیا ہے ان میں سے ہر ایک نے اس آواز کے جواب میں لبیك اللھم لبیك کہا یعنی حاضر ہونے کا اقرار کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حج کے تلبیہ کی اصل بنیاد یہی نداء ابراہیمی کا جواب ہے۔
(قرطبی ومظہری۔ معارف القرآن ص۲۴۴ سورہ حج)

مسئلہ:-جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گذران سے کھاتا پیتا چلا جاوے اور حج کر کے چلا آوے اس کے ذمہ حج فرض ہو جاتا ہے۔

(بہشتی زیور)

حج سے متعلق احادیث نبویہ

حج کی فضیلت

(۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے خاص اللہ کے لئے حج کیا اور اس میں نہ فحش گوئی کی نہ گناہ کیا تو وہ شخص اس دن کے مانند لوٹتا ہے جس دن کہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

(بخاری ومسلم)

حج وعمرہ کی فضیلت

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حج کے زمانے میں حج اور عمرہ کو ملا کر کرلیا کرو دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے بشرطیکہ کوئی دوسرا امر اس کے خلاف اثر کرنے والا نہ پایا جائے۔ اور حج مبرور (یعنی حج مقبول) جو احتیاط سے کیا جائے اس کا عوض بجز جنت کے کچھ نہیں۔

(ترمذی نسائی، مشکوٰۃ، حیوٰۃ المسلمین ص ۱۲۲ خطبات ص ۱۴۳)

اس میں حج وعمرہ کا ایک دینی فائدہ مذکور ہے اور ایک دنیوی نفع۔ اور گناہ سے مراد حقوق اللہ ہیں کیونکہ حقوق العباد تو شہادت (گردن کٹانے) سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ (جب تک کہ بندہ معاف نہ کردے) (حیوۃ المسلمین ص ۱۲۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کفارہ ہے ان دونوں کے درمیان کے گناہوں کا۔ (ترغیب، شیخین، ترمذی احکام حج ص ۴۸۳)

عمرہ کی حقیقت اور اس کا حکم

حج کے رنگ کی ایک دوسری عبادت اور بھی ہے یعنی عمرہ جو سنت مؤکدہ ہے جس کی حقیقت حج ہی کے بعض عاشقانہ افعال ہیں اس لیے اس کا لقب حج اصغر ہے۔

(حیوۃ المسلمین ص ۱۲۲)

عمرہ سنت مؤکدہ ہے بلکہ بعض فقہاء نے واجب کہا ہے۔ اور عمرہ اس کو کہتے ہیں کہ احرام میں عمرہ کی نیت کی جائے اور طواف کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ پوری تفصیل کسی واقف سے معلوم کریں۔ (احکام حج ص ۴۸۳)

حج یا عمرہ کرنے والے کی موت ہو جائے تب بھی پورا ثواب ملے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے چلا پھر وہ راستہ میں ان کاموں کے کرنے سے پہلے مر گیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے غازی اور حاجی اور عمرہ کا ثواب لکھے گا۔

(مشکوٰۃ، حیوۃ المسلمین ص ۱۲۳)

حج اسلام کا عظیم الشان رکن ہے جس کے بغیر نجات نہیں

عمارہ بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** (ﷺ) پر ایمان لانے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی

ہیں پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو وہ اس کو پورا کام نہ دیں گی جب تک سب کو نہ ادا کرے یعنی نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور بیت اللہ (خانہ کعبہ) کا حج۔

(مسند احمد)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز وزکوٰۃ وروزہ سب ادا کرتا ہو مگر فرض شدہ حج ادا نہ کیا ہو تو اسکی نجات کے لیے کافی نہیں۔ (حیوۃ المسلمین)

حج نہ کرنے پر وعید اور سخت دھمکی

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی ظاہری مجبوری یا ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والی بیماری حج سے روکنے والی نہ ہو اور پھر بھی باوجود فرض ہونے کے اس نے حج نہ کیا اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (دارمی، مشکوۃ، حیوۃ المسلمین ص۱۴۳ خطبات الاحکام)

یعنی حج فرض ہونے کے باوجود نہ کرے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ فرض حج نہ کرنے میں کتنی سخت دھمکی ہے۔ (احکام حج ص۴۸۴)

قرآن مجید میں ترک حج کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے، اور حدیث شریف میں یہودیت ونصرانیت کی حالت پر موت آجانے کے برابر بتلایا ہے۔ اس سے زیادہ کیا وعید ہوگی۔

(اصلاح انقلاب ص۱۵۷)

فائدہ: ۔مشرکین عرب حج کرتے تھے مگر نماز نہ پڑھتے تھے چنانچہ حج کرنے والوں کو نہ روکتے تھے اور نماز پڑھنے والوں کو سخت تکلیفیں پہونچاتے تھے، سو وہ حج کے تو خلاف نہ تھے لیکن نماز کے بالکل خلاف تھے اور یہود ونصاریٰ نماز پڑھتے تھے حج نہ کرتے تھے، اس لئے حج نہ کرنے پر حدیث پاک میں یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے کی وعید کی گئی ہے۔ (اور قرآن پاک کی) آیت " أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ "، میں بے نمازی کو مشرک سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (ادب الاسلام ملحقہ خیر الاعمال، ص:۲۷۹)

شیطان کی ذلت وخواری

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ شیطان کسی دن عرفہ کے دن سے زیادہ ذلیل وحقیر اوررنجیدہ نہیں دیکھا گیا۔اور یہ صرف اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہونا اور خدا تعالیٰ کا بڑے بڑے گناہ سے درگذرکرنا دیکھتا ہے،(اس لئے جتنا زیادہ آج کے دن رنجیدہ ہوتا ہے کبھی نہیں دیکھا گیا) سوائے جنگ بدر کے(کہ اس میں تو یوم عرفہ سے زیادہ اسکی ذلت دیکھی گئی) کیونکہ اس روزاس نے جبرئیل علیہ السلام کوفرشتوں کی صفیں ترتیب دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ (مالک شرح السنۃ)احکام حج ملحقہ سنت ابراہیم ص ۴۸۳)

حج اورعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں جو مانگتے ہیں اللہ دیتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج کرنے والے اورعمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگروہ دعاءکرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اوراگروہ اس سے مغفرت چاہتے ہیں تو وہ ان کی مغفرت کرتا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف،فروع الایمان)

حاجیوں کے لیے اللہ کی طرف سے اعلان مغفرت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عرفہ(ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کا دن ہوتا ہے جس میں حاجی لوگ عرفات میں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ان لوگوں پرفخر کے ساتھ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس

دور دراز راستہ سے اس حالت میں آئے ہیں کہ پریشان بال ہیں اور غبار آلود بدن سے دھوپ میں چل رہے ہیں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ (ترغیب)
(حیوۃ المسلمین ص ۱۲۰)

حاجی کی واپسی پر گھر آنے سے پہلے اس سے سلام ومصافحہ کرو اوراس سے دعا کراؤ وہ مستجاب الدعوات ہے

حاجی جب تک اپنے گھر نہ آئے اس کی دعا قبول ہوتی ہے، اگر اس سے ملاقات ہو اس کو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو، اپنے لیے دعاء واستغفار کراؤ۔
حدیث شریف میں ہے اِذَا لَقِيْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَصَافِحْهُ وَمُرْاَنْ يَسْتَغْفِرَلَكَ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتَهٗ فَاِنَّهٗ مَغْفُوْرٌلَّهٗ (یعنی جب حاجی سے ملاقات ہو تو اس سے سلام اور مصافحہ کرو اور اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اپنی مغفرت کی دعا کراؤ کیونکہ اس کی مغفرت ہوچکی ہے [۱]) مسند احمد۔ (تعلیم الدین ص ۲۶۲)

(۱) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حاجی کی واپسی پر اس سے اہتمام سے دعاء کرانا چاہیے لیکن عجیب بات ہے کہ آج کل حاجیوں کے جانے سے قبل تو دعاء کرانے کا اہتمام ہوتا ہے لیکن حج سے واپسی کے بعد دعاء کرانے کی فکر نہیں ہوتی۔ (مرتب)

باب۲

تاخیر کی ممانعت اور جلدی حج کرنے کا حکم

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اس کو جلدی کرنا چاہیے۔ (ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ حیات المسلمین ص۱۲۲)

مسئلہ:- جب کسی پر حج فرض ہو گیا تو فوراً اسی سال حج کرنا واجب ہے بلا عذر دیر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے پھر کسی سال حج کر لیں گے۔ درست نہیں۔ پھر دو چار برس کے بعد بھی اگر حج کر لیا تو ادا ہو گیا لیکن گنہگار رہوا۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:- فرض ہونے کے بعد پہلے ہی سال حج میں جانا لازم ہے اگر نہ گیا۔ تو تاخیر حج کا گناہ ہوگا۔ اور اگر کئی سال تک تاخیر کرتا رہا تو فاسق مردود الشھادۃ ہے (یعنی ایسے شخص کی گواہی قبول نہ کی جائے گی) کمافی الدرّ وغیرہ۔ (احکام حج، رسالہ الھادی، سنت ابراہیم ص۴۸۲)

الغرض حج فرض ہو جانے کے بعد اسی سال حج کرنا فرض ہے۔ اگر تاخیر کرے گا گنہگار ہوگا، فاسق ہوگا۔ کیونکہ سال بھر کی مدت بہت ہوتی ہے، موت حیات، صحت مرض کی کس کو خبر ہے۔ (تکمیل الاعمال ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ ص۱۷۱)

وقت کو غنیمت جانئے اور جلد حج کی فکر کیجئے

اس وقت میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو تو وہ سستی نہ کرے کیوں کہ اور عبادت اگر وقت پر ادا نہ ہوں تو فوراً ان کی قضا ہو سکتی ہے بخلاف حج کے یہ اگر وقت پر ادا نہ ہو تو پھر سال بھر کے بعد اس کا وقت آئے گا اور سال بھر کی بڑی مدّت ہے، کیا

خبر سال بھر تک زندگی ہے یا نہیں بس وقت کو غنیمت سمجھو، اسی لیے حدیث میں ہے۔
اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ فَرَاغَکَ قَبْلَ شَغْلِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ . الحدیث یعنی فراغت کے وقت کو مشغولی سے پہلے پہلے غنیمت سمجھو، زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔

صاحبو! فراغت کے وقت کو غنیمت سمجھو، اس طرح ٹالنے سے کبھی کام نہ ہوگا، یہ خیالات چھوڑ دو کہ یہ کام ہو جائے (مثلاً پوتی کی شادی ہو جائے مکان تعمیر ہو جائے) تو حج کو جائیں، تم کو کیا خبر ہے کہ آئندہ سال دوسرا کام نہ نکل آئے، دنیا کے دھندے کبھی ختم نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ اسی طرح ایک دن موت کا وقت قریب آ جائے گا، اور اس وقت کہنے لگے گا۔

رَبِّ لَوْلاَ اَخَّرْ تَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْب فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ اَلصَّا لِحِیْن.

”کہ اے پروردگار مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں داخل ہو جاتا“ حق تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں۔

وَلَنْ یُؤَخِّرَاللّٰہُ نَفْساً اِذَاجَاءَ اَجْلَھَا وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْن پ ۲۸

کہ جب وقت آ جاتا ہے پھر حق تعالیٰ کسی کو مہلت نہیں دیتے اور اللہ تعالیٰ تمہاری کرتوتوں سے پوری طرح خبر دار ہیں کہ اگر تم کو مہلت دی جاتی تو تم اس مہلت کو بھی یوں ہی برباد کرتے جیسے ساری عمر کو برباد کیا تھا“

صاحبو! دنیا کے جھگڑے تو یوں ہی چلتے رہیں گے ان سے فراغت تو مرنے کے ساتھ ہی ہوگی، اگر کام کرنا چاہتے ہو تو اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان جھگڑوں کو بیچ ہی میں چھوڑ و، اور کام میں لگ جاؤ حضرات اہل اللہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے دل میں جاذبہ حق پیدا ہوا تو سلطنت کو بیچ ہی میں چھوڑ کر الگ ہو گئے، نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا، نہ کچھ انتظام کیا کہ وزرا وغیرہ خود انتظام کر لیں گے۔

پس سب مشاغل بیچ میں چھوڑ دو اور کام کا ارادہ کر لو ورنہ کیا اطمینان ہے کہ آئندہ

سال تم کو موقع ملے یا نہ ملے، حدیث شریف میں ہے مَنْ اَرَادَالْحَجَّ فَلْیُعَجِّلْ جو حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا چاہیے۔

سفر حج میں تاخیر کرنے سے گناہ صغیرہ ہوگا یا کبیرہ

گناہ صغیرہ کی ایسی مثال ہے جیسے آگ کے شرارے (چنگاریاں) یا چھوٹے انگارے پھیلے ہوئے ہوں اور گناہ کبیرہ کی ایسی مثال ہے جیسے (آگ کا) بڑا شعلہ ہو تو اندیشہ ناک (اور خطرناک) دونوں ہیں کیونکہ بعض دفعہ ذراسی چنگاری سے شہر کا شہر جل گیا ہے، کوئی شخص بھی اپنے چھپّر میں چھوٹی چنگاری لگانے پر راضی نہ ہوگا، اور یہ نہ کہے گا کہ یہ تو ذراسی چنگاری ہے۔ (البدائع ۲۲۶ بدیعہ ۹۱)

بہرحال جو شخص حج میں تاخیر کرتا ہے وہ گناہ صغیرہ کا ابتداءً اور کبیرہ کا اصرار کے بعد مرتکب ہوتا ہے، اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو اس کے واسطے حدیث شریف میں بڑی سخت وعید ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہوگیا پھر وہ حج نہ کرے اور اسی حال میں مرجائے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ نصرانی ہو کر مرے یا یہودی بن کر مرے جو لوگ حج کر چکے ہیں وہ تو بے فکر رہیں، ہاں جن پر حج فرض ہوا اور ابھی تک نہ کیا وہ جلدی کریں اور زندگی پر اطمینان نہ کریں۔ کیونکہ بعض لوگ پارسال رمضان میں زندہ تھے اور اس سال نہ تھے۔

میرے گھر میں ایک لڑکی شاگرد ہے وہ رمضان کے ختم پر کہنے لگی کہ دیکھئے اگلا رمضان کس کو نصیب ہو کس کو نہ ہو۔ میرے گھر میں کہنے لگیں کہ تو تو ابھی بچی ہے انشاء اللہ اگلا رمضان پالے گی، ہاں ہم جیسوں کو البتہ خطرہ ہے، اس نے جواب دیا کہ میں تو دیکھتی ہوں کہ اس سال میری بہن کی ساتھیوں میں سے کئی مر چکی ہیں جو پارسال رمضان میں زندہ تھیں، اور اس سال نہ تھیں، اور آپ کی بہن ساتھنیں سب زندہ سلامت ہیں ایک بھی کم نہیں ہوئی، اس لئے آج کل جوانوں کو زیادہ خطرہ ہے، طاعون ہیضہ اور بخار دق میں جوان ہی

زیادہ مرتے ہیں۔ الغرض جس پر حج فرض ہو وہ جلدی کرے ٹال مٹول نہ کرے۔
(وعظ الحج ملحقہ التبلیغ قدیم شمارہ ۸۸ ص ۲۹)

اور ہمارے ائمہ نے تصریح کی ہے کہ حج میں تاخیر کرنے سے ایک دو سال تک تو گناہ صغیرہ کا گناہ ہوتا ہے اور اس کے بعد اصرار میں داخل ہو کر گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے، مگر جب حج کرلے گا، تو یہ تاخیر کا گناہ بھی معاف ہو جائے گا کیونکہ اس کو گناہ اسی لئے تھا کہ فوت ہو جانے کا خطرہ تھا، اور جب فوت کا خطرہ ختم ہو گیا تو اب گناہ بھی ختم ہو گیا، یہ سب درمختار اور ردّ المختار میں مذکور ہے۔ یہ حضرات ائمہ کا اجتہاد ہے جس میں کیسے دقائق کی رعایت ہے ۔
(وعظ الحج ملحقہ التبلیغ قدیم ص ۸۸ ص ۲۷، اصلاح ظاہر ص ۱۴۶، انفاس عیسیٰ، ص ۳۰۱)

حج کے سلسلہ میں عام کوتاہی اور اس کا علاج

(عام طور پر روساء حج) کی ادائیگی میں بہت سستی کرتے ہیں، اور وہمی ضروریات اور خیالی تعلقات سے فارغ ہونے کے منتظر رہتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر چلیں گے، پھر اس کام کے بعد دوسرے کام کا اسی طرح انتظار رہتا ہے حالانکہ یہ سلسلہ عمر بھر ختم نہیں ہوتا، (کہیں بیٹی کی شادی کرنی ہے، پھر پوتی اور نواسی کی) اس کا علاج یہی ہے کہ بیچ میں سارے کام چھوڑ کر اور ظاہراً سرسری طور پر ان کا انتظام کر کے اور باطناً خدا کے حوالہ کر کے چل کھڑا ہو، اور اس علاج کی ہمّت باندھنے کے لیے ان وعیدوں کو یاد کرے جو فرضیت کے باوجود اس کے ترک پر آئی ہیں، قرآن مجید میں ایسے ترک حج کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے، اور حدیث شریف میں یہودیت و نصرانیت کی حالت پر موت آجانے کے برابر بتلایا ہے۔ اس سے زیادہ کیا وعید ہوگی۔

اگر (خاندان اور متعلقین کی فکر زیادہ پریشان کرے تو یوں سوچے کہ اگر میں ابھی مر جاؤں تو اس تمام کارخانہ کا کیا انتظام ہو، تو سفر کرنا موت سے بڑھ کر نہیں، اُس وقت ہمیشہ

کے لئے ان سب کو چھوڑ دیتا، اب تھوڑے روز کے لئے چھوڑنے پر دل کو سمجھالے، اپنے دل کو سمجھالیناہی کیا مشکل ہے؟ اور وہ بھی مہتم بالشان ضرورت کے لئے۔

(اصلاح انقلاب ص ۱۵۷)

تنبیہ

بعض لوگ حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور حج کو اپنے اوپر فرض بھی جان چکے ہیں لیکن اپنے کسی دوست (یا استاد و پیر) سے کہتے ہیں کہ ہم تم دونوں ساتھ چلیں گے یہ سخت غلطی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس دوست کو چاہیے کہ ان سے لکھوالے کہ میں اور تم دونوں اس وقت تک بھی زندہ رہیں گے، ذرا ہم بھی تو دیکھیں وہ اس مضمون کو کیوں کر لکھتے ہیں۔

(دواء العیوب ص ۲۴)

مغلوب الحال متوکل بوڑھی عورت کا سبق آموز واقعہ

ایک بڑی بی کا قصہ سنا ہے کہ غدر سے پہلے جب کراچی کا سفر حاجیوں کو بہلی (بیل گاڑی کے مانند سواری) میں کرنا پڑتا تھا کیوں کہ ریل اس وقت تک جاری نہ ہوئی تھی تو پچاس بہلیاں (گاڑیاں) ساتھ مل کر چلتی تھیں تا کہ ڈاکوؤں سے حفاظت رہے تو ایک دفعہ اس طرح حاجیوں کی بہلیاں جارہی تھیں کہ ایک بڑی بی نے جو جنگل میں بکریاں چرارہی تھیں، بہلیوں (گاڑیوں) کو دیکھ کر پوچھا کہ میاں یہ کس کی بارات ہے لوگوں نے کہا بارات نہیں ہے بلکہ حاجی لوگ اللہ کے گھر جارہے ہیں یہ سن کر بُڑھیا کے دل میں حق کا جذبہ پیدا ہوا اور اس نے کہا پھر ہم بھی اللہ کے گھر کی زیارت کریں گے یہ کہہ کر بہلیوں کے ساتھ ہوگئی، اور بکریوں کو وہاں ہی میدان میں چھوڑ دیا، ان کو گھر تک بھی نہ پہنچایا، پھر بڑھیا کی ہمت کو دیکھئے کہ لاٹھی کے سہارے پیدل قافلہ کے ساتھ ہوگئی، واقعی اپنے وقت کی رابعہ تھی، اور رابعہ نہ تھی تو

خامسہ تو ضرور تھی، بات یہ ہے کہ اہل اللہ کی ہمت بہت بلند ہوتی ہے ہمارے حاجی صاحبؒ کی یہ حالت تھی کہ اسّی برس کی عمر ہوگئی تھی اور یوں تو شروع ہی سے حضرت نحیف الجثۃ (کمزور جسم کے) تھے، مگر بڑھاپے میں اور بھی ضعف زیادہ ہوگیا تھا لیکن نماز کو جب کھڑے ہوتے تھے تو ذرا ضعف نہ معلوم ہوتا تھا، بڑی لمبی رکعتیں پڑھتے تھے، یہی حالت اُس بڑھیا کی تھی کہ بڑھاپے کے باوجود ہمت ایسی تھی کہ جوانوں کو بھی مات کردیا۔

اور عشّاق (یعنی اللہ کے عاشق بندوں) کی ہمت بلند ہونے کا راز یہ ہے کہ ان کو اپنی طرف سے پوری کوشش کر لینا مقصود ہوتا ہے، کامیابی ہو یا نہ ہو اس لئے وہ ہر مشکل سے مشکل کام کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی نظر میں مشکل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارا کام تو طلب اور اپنی ہمت کے موافق عمل شروع کر دینا ہے۔ آگے پورا ہونا یا نہ ہونا یہ ہمارے قبضہ میں نہیں، یہ دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ اس سے ہم کو کیا سروکار۔

جب بڑھیا قافلہ کے ساتھ ہوگئی تو لوگوں نے اس کو بہت سمجھایا کہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) بہت دور ہے، ایک دو منزل نہیں کہ تم پیدل وہاں پہنچ جاؤ، مگر اس کا یہ حال تھا کہ جب جب نصیحت کرتے (اور اس کو منع کرتے) اس کا شوق دوگنا ہوتا تھا۔

لوگوں نے کہا کہ ہمارے بھروسہ پر مت چلنا ہم بہلی (گاڑی) میں سوار نہ کریں گے، ہمارے پاس گنجائش نہیں اس نے ڈانٹ کر جواب دیا کہ میں تمہاری بہلیوں کے بھروسے پر نہیں چلتی ہوں اپنے خدا کے بھروسہ پر چلتی ہوں، چنانچہ ایک بڑی مسافت پیدل طے کی سب کو حیرت ہوگئی پھر لوگوں نے ترس کھا کر بڑھیا سے کہا اچھا بہلی (گاڑی) میں سوار ہو جاؤ، اس نے کہا ہرگز نہیں میں سوار نہ ہوں گی، اور میں تو تمہارے ساتھ بھی نہ ہوتی الگ چلی جاتی [۱] مگر عورت ذات ہوں میرا الگ تنہا سفر کرنا مناسب نہیں دوسرے مجھے

(۱) اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر جائز ہے عورت کا عمل حجت نہیں، شریعت حجت ہے اور شریعت میں بغیر محرم کے عورت کا سفر جائز نہیں اس عورت کو مغلوب الحال سمجھ کر مناسب تاویل کرلی جائے گی۔

راستہ بھی نہیں معلوم ۔ بس تمہاری رفاقت صرف اس لئے گوارا کی ہے ۔ اور کچھ مقصود نہیں ، مگر لوگوں نے خوشامد شروع کی ، تب سوار ہو گئیں ۔ جب کراچی پہنچیں تو جہاز کے مالک نے کہا کہ میں الگ الگ ہر شخص سے کرایہ نہیں کرتا ، بلکہ پورے جہاز کا کرایہ کرتا ہوں ، کیونکہ حاجی کم ہیں اگر پورے جہاز کا کرایہ ادا کرو تو میں چل سکتا ہوں ورنہ نہیں اب تمہیں اختیار ہے جس کو چاہو خود سوار کرلو ۔ مجھے ہر شخص سے الگ الگ کچھ واسطہ نہیں لوگ سمجھ گئے کہ یہ بڑی بی کی پہلی کرامت ہے پھر خیال ہوا کہ جہاز میں تو اس کے لئے انتظام ہو گیا ۔ آگے جدہ سے کیا انتظام ہو گا جب جہاز میں سوار ہوئی تو بچوں میں بیماری پھیل گئی اور بڑی بی نے بچوں پر دم کرنا شروع کیا جس پر دم کر دیا فوراً اچھا ہو گیا ۔ اب تو اس کی طرف بہت رجوعات ہوئیں ۔ اور خوب نذرانے ملے کہ بہت روپئے اس کے پاس جمع ہو گئے اور آرام سے جدّہ پھر مکّہ معظّمہ پہونچیں ، حج سے فراغت ہوئی تو حاجیوں نے مدینہ جانے کا ارادہ کیا بڑی بی بھی اسی قافلہ کے ساتھ پیدل چل پڑیں ، ایک منزل تو پیدل طے کی ۔ اگلے دن کوچ کرنے سے پہلے ایک رئیس عورت کی بہن کا انتقال ہو گیا جس کی جگہ اونٹ پر سوار ہونے کے لئے ایک عورت کی اس کو تلاش ہوئی کیونکہ اونٹ پر شغدف میں دو آدمی سے کم سوار نہیں ہو سکتے ، میزان برابر کرنے کے لئے دو آدمی ضروری ہیں ، بیگم صاحبہ کے نوکر عورت کی تلاش میں تھے کہ بڑی بی کے سوا کوئی عورت نہ ملی اور وہ ان کے پاس آئے کہ بیگم صاحبہ آپ کو یاد کرتی ہیں ، بڑی بی نے بے رخی سے جواب دیا کہ جاؤ میں نہیں آتی کون بیگم میں نے نہیں جانتی ، مگر زیادہ اصرار کرنے سے ان کے پاس آئیں ، بیگم نے کہا کہ میں آپ کو بمنزلہ ماں کے سمجھوں گی آپ میری سر پرستی قبول فرمائیں ۔ اور میرے ساتھ اونٹ پر سوار ہو جائیں ، میں ہر طرح آپ کے تمام خرچ کو برداشت کروں گی ۔

اور خرچ کے علاوہ اپنی اس مرنے والی بہن کا تمام ترکہ (میراث) بھی آپ کو دوں گی ، کیوں کہ اس کی وارث میں ہی ہوں اور کوئی نہیں غرض بڑی خوشامد کے بعد بڑی بی راضی

ہوئیں اور راحت وآرام کے ساتھ شغدف میں سوار ہو کر مدینہ پہنچیں۔ پھر اسی بیگم کے ساتھ جدّہ واپس آئیں اور اس کے خرچ سے جہاز میں سوار ہو کر کراچی پہنچیں، اور اس کی بہن کا ترکہ (میراث کا حصہ) لے کر جس میں نقد (روپئے) اور زیور کپڑا بہت کچھ تھا (سب لے کر) اپنے وطن واپس آگئیں۔

حافظ محمد یوسف صاحب جو اس قصہ کے ناقل ہیں فرماتے تھے کہ ہمارا جہاز بعد میں کراچی پہنچا بڑی بی ہم سے بھی پہلے پہو نچ گئیں۔ جب کراچی پر اتر کر ہم بہلیوں (گاڑیوں) کے راستہ سے چلے تو بڑی بی کے گاؤں میں پہنچ کر ہم نے دریافت کیا کہ یہاں کی ایک بڑھیا حج کو اس اس طرح ہمارے ساتھ ہو گئی تھی، وہ آ گئی یا نہیں؟ تو اس کے بیٹے ملے اور کہا کہ وہ بالکل خیریت سے ہیں اور بہت دن پہلے اپنے گھر پہنچ گئی ہیں، اور بہت سامان ساتھ لائی ہیں، انہوں نے پوچھا کہ بکریوں کا ان کے بعد کیا حال ہوا تھا کہا ہم نے شام تک ان کا انتظار کیا جب دیر ہو گئی تو جنگل میں جا کر دیکھا سب بکریاں صحیح سالم ہیں مگر بڑی بی نہیں ہیں، ان کو ہر طرف بہت تلاش کیا جب نا امیدی ہو گئی تو بکریاں لے کر گھر کو آ گئے اور یہ سمجھ لیا کہ ان کو بھیڑ یا یا شیر کھا گیا ہے، مدّت کے بعد صحیح سالم آ گئیں اور بکریوں میں خوب توالد و تناسل ہوا (یعنی بکریوں نے خوب بچے دیئے) تو دیکھئے یہ ایک عورت تھیں جس نے کسی بات کی فکر نہ کی جب حج کا ارادہ کر لیا سب کام بیچ ہی میں چھوڑ دیا۔ تو جو مرد عورت سے بھی کم ہو وہ کیا مرد ہے۔ بس سب مشاغل بیچ میں چھوڑ دو اور حج کا ارادہ کر لو ورنہ کیا اطمینان ہے کہ آئندہ سال تم کو موقعہ ملے یا نہ ملے حدیث میں ہے جو حج کا ارادہ کرلے اس کو جلدی کرنا چاہیے۔

(التبلیغ وعظ نمبر ۱۸ الحج ص ۲۶ ص ۲۷ ملحقہ اصلاح ظاہر ص ۱۵۰)

بھوپال کے ایک قاری صاحب کے سفر حج کا عجیب واقعہ

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا: بھوپال میں ایک قاری صاحب تھے ان کو حج کا شوق ہوا اور اتنا تقاضا ہوا کہ بے چین ہوگئے، جیب میں ایک ہی روپیہ تھا اسی پر ارادہ کرلیا، بارہ آنے کا تھیلا سلوایا چار آنے کے بھنے ہوئے چنے تھیلے میں بھر کر پانی کے لئے لوٹا اور گلاس لے کر بھوپال سے بمبئی پیادہ روانہ ہوگئے، راستہ میں کسی نے دعوت کردی تو قبول کرلی ورنہ چنے کھا کر پانی پی لیا، اس طرح بمبئی پہنچ گئے، جہاز جدہ کے لئے تیار تھا ان کے پاس ٹکٹ کے دام نہ تھے، کپتان کے پاس پہنچے اور کہا کہ مجھے حج کا شوق ہے مگر ٹکٹ کے دام نہیں اگر کوئی نوکری جہاز میں مل جائے تو میں مکہ پہنچ جاؤں گا، کپتان نے کہا نوکری تو ہے مگر آپ کے لائق نہیں، آپ مقدس آدمی ہیں اور نوکری گندی ہے، فرمایا اس کی پرواہ نہیں جیسی بھی نوکری ہو مجھے منظور ہے، اس نے کہا کہ کام مشقت کا ہے آپ سے نہ ہوگا، فرمایا کیسی ہی مشقت ہو میں کرلوں گا، کہا اچھا یہ بوری غلہ کی بھری ہوئی ہے آپ اس کو اٹھالیں تو نوکری دے دوں گا، قاری صاحب نے دعا کی کہ اے اللہ میاں یہاں تک تو میرا کام تھا آگے آپ کا کام ہے کہ اس بوری کو مجھ سے اٹھوا دیجئے، یہ دعا کر کے بسم اللہ کر کے بوری کو اٹھایا اور سر سے اوپر لے گئے، کپتان کو حیرت ہوگئی خوش ہو کر کمر تھپکی اور کہا کام یہ ہے کہ روزانہ نل سے سمندر کا پانی عرشہ پر بہا دیا جائے اور پاخانوں میں بھی پانی بہا دیا جائے، قاری صاحب نے یہ کام منظور کیا اور لنگی باندھ کر روزانہ یہ کام کرتے اور نماز کے وقت غسل کر کے دوسرے کپڑے پہن لیتے، رات کو تہجد میں قرأت سے قرآن پڑھتے، خوش الحان تھے، ایک رات کپتان عرشے پر دیکھ بھال کے لئے آیا تو قاری صاحب کو نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو کھڑا ہو کر سننے لگا، اس کے دل پر بہت اثر ہوا نماز کے بعد قاری صاحب سے پوچھا کہ آپ یہ کیا پڑھ رہے تھے فرمایا ''یہ قرآن ہے اللہ کا کلام ہے، کہا ہم کو بھی پڑھاؤ فرمایا اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ

غسل کر کے پاک کپڑے پہن کر آئیں، کپتان غسل کر کے پاک کپڑے پہن کر آیا قاری صاحب نے اسے کلمہ طیبہ ''**لا الـه الا الـلـه محمد رسول الله**'' پڑھایا پھر ''**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**'' پڑھائی کپتان بہت خوش ہوا اور چلتے پھرتے ''**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**'' پڑھتا تھا، دوسرے انگریزوں نے اس سے کہا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو، کپتان قاری صاحب کے پاس آیا اور پوچھا کیا میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ فرمایا تم تو کئی دن پہلے مسلمان ہو گئے ہو، کپتان یہ سن کر پہلے تو چونکا پھر کہا اچھا ہم مسلمان ہو گئے ہیں تو مسلمان ہی رہیں گے، اس کے بعد اپنی بیوی سے کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اگر تم مسلمان ہونا چاہو تو ہمارے ساتھ رہو ورنہ الگ ہو جاؤ، اس نے انکار کیا تو اس کو الگ کر دیا، جب جہاز جدہ پہنچا اور قاری صاحب جہاز سے اترنے لگے تو کپتان نے بھی استعفیٰ لکھ کر اپنے نائب کو دیا کہ اب تم میری جگہ کام کرو اور حکومت کو میرا استعفیٰ بھیج دو میں بھی مکہ جا رہا ہوں حج کروں گا، پھر وہ قاری صاحب کے ساتھ ہو گیا اور مکہ پہنچ کر قاری صاحب کے ساتھ حج ادا کیا اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر قاری صاحب کی مدد کی اور یہ کپتان بھی ان کے ساتھ آرام سے کھاتا پیتا رہا پھر دونوں مدینہ منورہ پہنچے۔

(اشرف البیان فی معجزات القرآن، مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، ملحقہ خطبات اکابر۔ ص: ۲۶۶، ج: ۱)

باب۳

حج کس پر فرض ہے

ضرورت سے زائد سامان کو بیچ کر اگر حج ہوسکتا ہوتو اس پر حج فرض ہے۔
عام طور پر یوں سمجھا جاتا ہے کہ جب نقد روپیہ مصارف حج کے لیے کافی موجود ہوتب حج فرض ہوتا ہے۔ حالانکہ جس کے پاس حاجت سے زائد اتنی زمین وغیرہ ہو جس کی قیمت مصارف حج کے واسطے کافی ہو اس پر بھی حج فرض ہے، عالمگیری سے وہ صورتیں لکھی جاتی ہیں جن میں نقد کے بغیر بھی حج فرض ہو جاتا ہے۔ (رسالہ الھادی، احکام الحج ص ۴۸۷)

شرعی ضابطہ

شرعی ضابطہ:- اگر حوائج اصلیہ (ضروریات زندگی) سے زائد کچھ سامان ہو اور نقد روپیہ نہ ہوتو اس سامان کو فروخت کر دینا واجب ہے اور اس کے ہونے سے بھی حج فرض ہو جائے گا۔
(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۶ کتاب الحج)

مثالیں

(ا) رہائشی مکان کے علاوہ کوئی زائد مکان ہوتو اس کو بیچ کر حج کرنا فرض ہے (یعنی جب اس کی قیمت میں حج ہو سکے، یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ ضرورت سے زائد گھوڑا، بیل، کوئی گاڑی وغیرہ کسی کے پاس ہو اور اس کو فروخت کر کے حج ہوسکتا ہوتو اس پر بھی حج فرض ہے)

لیکن اگر کسی کے پاس صرف ایک مکان ہو اور وہ اتنا بڑا ہو کہ ایک حصہ اس کی رہائش کے لیے کافی ہے اور باقی کی قیمت حج کے واسطے کافی ہوسکتی ہے تو اس حصہ کا فروخت کرنا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس قیمتی مکان ہے کہ اس کی قیمت میں حج بھی ہوسکتا ہے اور معمولی مکان بھی مل سکتا ہے تب بھی اس کے ذمہ حج فرض نہیں ہے گو افضل یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں حج کرے۔

(۲) اگر کسی کے پاس قیمتی کپڑے ہیں جو استعمال میں نہیں لائے جاتے تو لازم ہے کہ ان کو فروخت کر کے حج کیا جائے، زائد برتنوں کا بھی یہی حکم ہے اور زیور تو شرعاً بالکل نقد (یعنی روپئے پیسے) کے حکم میں ہے۔

(۳) اگر کسی جاہل کے پاس کتابیں ہوں تو ان کو حج کے واسطے فروخت کرنا ضروری ہے، البتہ اگر عالم کے پاس فقہ کی کتابیں ہوں تو ان کا فروخت کرنا ضروری نہیں، کتب تفسیر و حدیث وغیرہ علوم الٰہیہ کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) جس پیشہ ور (تاجر) کے پاس اتنی زمین ہے کہ اگر مصارف حج کی مقدار فروخت کر دے تو باقی زمین کی آمدنی سے گذر ہوسکتا ہے تو اس پر زمین فروخت کر کے حج کرنا لازم ہے۔

(۵) اگر کسی دکاندار کے پاس اتنا مال تجارت ہے کہ اگر کچھ مال فروخت کر کے حج ہوسکتا ہے اور باقی ماندہ مال سے بقدر ضرورت تجارت ہوسکتی ہے تو حج کرنا فرض ہے۔

(۶) کاشتکار کے پاس اگر ہل اور بیل وغیرہ کے علاوہ اتنا سامان ہو کہ اس کو مصارف حج کے لیے کافی ہوسکتا ہے تو اس کے ذمہ بھی لازم ہے کہ زائد سامان کو فروخت کر کے حج کرے۔

(رسالہ الھادی، احکام حج، ملحقہ سنت ابراہیم ص ۴۸۷)

والدین اگر سفر حج سے منع کریں تو ان کی بات ماننا جائز ہے یا نہیں

(۱) جس پر حج فرض ہو اور اس کے والدین منع کرتے ہوں اس کو جانا فرض ہے۔ اس میں والدین کی اطاعت جائز نہیں۔

(۲) اور جو سفر حج فرض نہ ہو جس میں ہلاکت کا غالب اندیشہ نہیں، والدین کی اجازت کے بغیر درست ہے۔ اگر والدین اس سفر سے منع کریں تو ان کے کہنے سے سفر نہ کرنا ضروری نہیں (یعنی سفر کر سکتے ہیں) چنانچہ یہ مسئلہ درمختار عالمگیری میں موجود ہے۔ اور یہی حکم تجارت وغیرہ کے سفر کا بھی ہے۔ اور یہ سب (یعنی والدین کی مرضی کے خلاف سفر میں جانے کی اجازت) اس صورت میں ہے جب کہ والدین اپنی ضروری خدمت کے محتاج نہ ہوں، خواہ ان کو حاجت ہی نہ ہو یا ہو تو دوسرا کوئی خدمت کرنے والا موجود ہو، کیونکہ مذکورہ صورتوں میں والدین کو کوئی رنج و واقعی تکلیف قابل اعتبار نہیں جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے اس صورت میں والدین کے خلاف کام کرنا درست ہے، نہ حرام نہ مکروہ، (اور اگر ان کو واقعی کوئی تکلیف ہوگی وہ خدمت کے محتاج ہیں اور دوسرا کوئی خدمت کرنے والا نہیں تو پھر ان کے اجازت کے بغیر حج نفل و عمرہ کے لئے جانا جائز نہیں)

(حقوق الوالدین ملحقہ اصلاحی نصاب ص ۴۴۶)

تعمیر مکان اور شادی کا عذر قابل قبول ہے یا نہیں

بعض لوگوں کو حج کی گنجائش ہوتی ہے لیکن تعمیر مکان یا شادی وغیرہ میں خرچ کرنے کو مقدّم سمجھ کر حج سے اپنے آپ کو سبکدوش خیال کرتے ہیں، اس کے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ جس زمانہ میں عموماً لوگ حج کو جاتے ہیں (مثلاً ہمارے ملک میں ماہ شوّال، ذیقعدہ) اس سے قبل اگر کسی نے دوسرے کام میں رقم خرچ کر دی تب تو حج فرض نہ ہوگا، اور اگر سفر حج کا زمانہ آ

گیا تو حج فرض ہو گیا، اور تعمیر مکان یا شادی وغیرہ امور غیر ضروریہ عندالشرع (یعنی شریعت میں جوامور غیر ضروری ہیں ان) میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ گواس تعمیر وغیرہ کی حاجت ہو۔ اگر خرچ کرے گا گنہگار ہوگا، اور حج ذمہ رہے گا۔

(رسالہ الھادی احکام الحج ص ۴۸۵)

جس پر حج فرض نہ ہو احرام باندھ لینے کے بعد اس کا پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے

مسئلہ:۔جس شخص کو استطاعت ہو اس پر تو حج ابتداءً ہی فرض ہے اور جس شخص کو استطاعت نہ ہو اور وہ شروع کر دے یعنی احرام باندھ لے اس پر پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

اور عمرہ کرنا فرض و واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے البتہ شروع کرنے سے اس کا بھی پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے (بیان القرآن ص۱۱۲ پ۲ بقرہ)

غریب آدمی حج نفل کرے تو مالدار ہونے کے بعد پھر اس پر حج فرض ہوگا یا نہیں

(سوال) جس عاقل بالغ شخص پر حج فرض نہیں ہے اس کو نفل حج کرنے کے لیے کسی نے پیسے دیئے اور اس نے اپنی طرف سے حج نفل ادا کیا، بعد میں وہ نفلی حج کرنے والا مالدار ہو گیا اور وہ حج کرنے نہ جائے تو پہلا نفلی حج جو اس نے کیا ہے اس سے اس حج کی فرضیت ساقط ہو جائے گی یا نہیں۔ یا دوبارہ اس کو حج کرنا ضروری ہے۔

(الجواب) پہلا حج جو اس شخص نے کیا ہے اگر خاص نفل حج کی نیت کی ہے تو وہ نفل ادا ہوگا۔

اورفرض حج ساقط نہ ہوگا۔اوراگر پھر مالدار ہواتو حج فرض پھرادا کرنا ہوگا۔

اوراگرخاص نفل کی نیت نہ کی تھی مگرفرض کی بھی نیت نہ کی تھی بلکہ مطلق حج کی نیت کرلی تھی تواس سےفرض ساقط ہوگیا۔اب مالدار ہونے سے دوبارہ حج فرض نہ ہوگا۔

(ردالمحتار۔امدادالفتاویٰ ج۲ص ۱۶۸)

نابالغی کی حالت میں جوحج کیا اس سےفرض ادانہیں ہوگا

مسئلہ:- جوحج لڑکپن (نابالغی) میں کیا ہے وہ نفل ہے۔(بالغ ہونے کے بعد) سفرحج کی گنجائش ہوتو پھراس پرحج فرض ہوگا۔وہ پہلاحج کافی نہیں۔

(بہشتی زیورص۱۶۴احکام حج ۴۸۶)

صرف مکہ تک آنے جانے کاخرچ ہے مدینہ پاک جانے کی گنجائش نہیں تب بھی حج فرض ہے

بعض لوگ سفرحج کواس وقت فرض سمجھتے ہیں جب مدینۃ المنورۃ کےسفرکے لئے بھی وسعت ہو،اوراگراتناخرچ ہوکہ صرف حج کرسکتا ہے مدینہ طیبہ نہیں جاسکتا تو یہ لوگ اس حالت میں حج کوفرض نہیں سمجھتے،سوسمجھ لیناچاہیے کہ یہ غلطی ہے۔

مدینہ طیبہ کاسفرایک مستقل طاعت ہےواجب ہو یامستحب علی اختلاف الاقوال خواہ روضہ منورہ کےقصد سے جیسا کہ جمہور کاقول منصور ہے،یاصرف مسجدنبوی کےقصد سے جیسا کہ بعض قائل ہوئے۔بہرحال سفرمدینہ کی استطاعت پرحج کی فرضیت موقوف نہیں ہے۔اگر صرف سفرحج کی استطاعت رکھتا ہواورسفرمدینہ کی استطاعت نہ رکھتا ہواس کے ذمہ فرض ہے،

اگر نہ کرے گا تو تمام ان وعیدوں کا مستحق ہوگا جو ترک حج پر آئی ہیں۔

(اصلاح انقلاب ص ۱۵۹)

عموماً لوگ جب حج کے خرچ کا حساب لگاتے ہیں تو اس میں زیارت مدینہ کے خرچ کا بھی حساب لگاتے ہیں، پس اگر مدینہ منورہ تک جانے کا خرچ ہوتا ہے جب تو حج کو فرض سمجھتے ہیں ورنہ فرض نہیں سمجھتے تو یاد رکھو کہ اگر صرف سفر حج کے لیے جانے کا اور وہاں سے واپس چلے آنے کا خرچ ہو تو حج فرض ہو جاتا ہے گو مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے خرچ نہ ہو، البتہ اگر اس کی زیارت کا سامان یا ہمت ہو تو اس کا ثواب بھی بے حد وحساب ہے لیکن حج کا فرض ہونا اس پر موقوف نہیں اگر ایسا شخص حج نہ کرے گا تو اسکے لئے وہی وعید ہے جو حدیث پاک میں آئی ہے۔ (رسالہ الھادی، احکام الحج)

مسئلہ: جس کے پاس مکہ کی آمد و رفت کے لائق خرچ ہو اور مدینہ کا خرچ نہ ہو اس کے ذمہ حج فرض ہوگا، بعض آدمی سمجھتے ہیں کہ جب تک مدینہ کا بھی خرچ نہ ہو جانا فرض نہیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۶۶)

آج کل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب مدینہ طیبہ ہی نہ جانا ہوا تو کیا حج ہوا، یہ بالکل غلط عقیدہ ہے، اگر اس بنا پر حج میں تاخیر کرے گا تو وہ فاسق ہوگا۔

(تکمیل الاعمال ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ ص ۲۷۱)

ایسے صاحب جائداد اور زمیندار پر حج فرض نہیں

(سوال) ایک زمیندار کے پاس چار پانچ ہزار روپئے کے منافع کی جائداد ہے مگر اہل وعیال کے خرچ ایسے ہیں کہ سال میں کچھ بھی بچت نہیں ہوتی تو آیا اس پر حج واجب ہے یا نہیں۔

(الجواب) اس شخص پر حج واجب نہیں (اور یہ جواب) اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ مالی ضروریات واقعیہ وشرعیہ سے زائد نہ ہو، غیر ضروری اخراجات فضول خرچی کا اعتبار نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۰)

حج کی استطاعت تو ہے لیکن واپسی پر گذر بسر نہ ہو سکے گی تب بھی حج فرض نہیں

(سوال) ایک شخص کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ اس پر حج فرض ہو لیکن اتنی جائداد یا اور کوئی مال رکھتا ہے کہ اس سے متوسط طور پر گذر ہو سکتا ہے کہ اگر اس جائداد کا کچھ حصّہ بیچ ڈالے تو اسکی قیمت سے آنے جانے کی مدت تک اہل وعیال کی ضروریات خرچ دے کر باقی سے آمد ورفت کا خرچ بخوبی ہو جاتا ہے لیکن واپس آکر اوقات بسری کا کافی سامان یا بالکل ہی باقی نہیں رہتا۔ تو ایسے شخص پر حج فرض ہے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں۔ **لما فی الدر المختار انه یشرط بقاء راس المال لحرفته ان احتاجت لذلک والا لا.** (امداد الفتاویٰ ص ۱۹۰ ج ۲)

(سوال) ایک شخص نے دکان کی تھی جس سے بحمد اللہ ضروری مصارف پورے ہو جاتے تھے لیکن بچتا کچھ نہ تھا، حج کی دلی تمنا تھی، اس سال پانچ سو روپئے ترکہ سے مل گئے اور یہی کل سرمایہ ہے ضروری مصارف کو اسکی آمدنی غالبًا کافی ہو جائے گی، اور نقد روپیہ بالکل موجود نہیں۔ البتہ اتنا مال تجارت ہے کہ اس کو فروخت کر کے سفر ہو سکتا ہے اور خانہ داری کے لیے بھی کافی ہوگا، مگر واپسی کے بعد کوئی ظاہر سامان نظر نہیں آئے گا۔ ایسی حالت میں مناسب مشورہ سے مطلع فرمائیں۔

(الجواب) ایسی حالت میں سفر حج مناسب نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۷۱ ج ۲)

حج صرف مالداروں پر کیوں فرض ہے

حج کرنا اس شخص کے ذمہ فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی سبیل یعنی سامان کی طاقت رکھے۔

امراء (یعنی مالداروں) کے حق میں تکبر اور عیش پرستی ہی (ان کی دینی ترقی کے دشمن اور مھلک امراض ہیں، اور دور دراز کا سفر کرنا، احباب واقارب کو چھوڑنا، سردی گرمی برداشت کرنا نیز حج کے دیگر اعمال مثلاً زیب وزینت کو ترک کرنا غریبوں کے ساتھ ننگے سر کوسوں چلنا۔ (ان امراض یعنی تکبّر وعیش پرستی) سستی اور نفس پروری کا خوب استیصال کرتا ہے (یعنی جڑ سے ختم کر دیتا ہے) واقعی حج کے اعمال کبر اور بڑائی کے سخت دشمن ہیں۔

(المصالح العقلیۃ ص ۱۷۱)

فصل

عورت پر حج کب واجب ہے

جو محرم مرد عورت کو حج کرانے کے لیے لے جائے اس کا سارا خرچ اسی (عورت) پر واجب ہے کہ جو کچھ خرچ ہو دیوے، (بہشتی زیور)

اور اگر عورت کے پاس روپئے کی صرف اتنی مقدار ہے کہ صرف اس عورت کے حج کو کافی ہو جائے تب تو اس پر حج فرض ہی نہیں۔

اور اگر دو شخصوں کے لائق خرچ (عورت کے پاس) ہے تو نفس وجوب تو اس پر ہو گیا (لیکن) اس کی ادائیگی واجب نہ ہوگی جب تک محرم ساتھ نہ ہو، اس لئے کہ اس کو اجنبی کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۶۷ ج ۳)

شوہر یا محرم کے بغیر عورت کو سفر حج میں جانا جائز نہیں

مسئلہ:- حج کرنے کے لئے راستہ میں اپنے شوہر کا یا کسی محرم کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہے بغیر اس کے حج کے لئے جانا درست نہیں۔ ہاں البتہ اگر مکہ سے اتنی دور پر رہتی ہو کہ اس کے گھر سے مکہ تین منزل (۴۸ رمیل یعنی ۷۷ کلومیٹر) نہ ہو تو بے شوہر اور محرم کے ساتھ ہوئے بھی جانا درست ہے۔

مسئلہ:- اگر وہ محرم نابالغ ہو یا ایسا بددین ہو کہ ماں بہن وغیرہ سے بھی اس پر اطمینان نہیں تو اس کے ساتھ جانا درست نہیں۔

مسئلہ:- جو لڑکی ابھی جوان نہیں ہوئی لیکن جوانی کے قریب ہو چکی ہے اسکو بھی بغیر شرعی محرم کے جانا درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۶۴ ج ۳)

مدت بلوغ

ادنیٰ مدت بلوغ دختر کی ۹؍سال ہے یعنی جب کہ بلوغ کی علامات حیض وغیرہ پائی جائیں۔اور زیادہ سے زیادہ بلوغ کی مدت (لڑکا اور لڑکی دونوں کے لیے) پندرہ سال ہے یعنی جب بلوغ کی علامات نہ پائی جائیں۔فتویٰ اسی پندرہ سالہ کے قول پر ہے اور اس میں سنہ قمری (یعنی چاند کی تاریخ) معتبر ہے۔

فی الدرالمختار فا ن لم یو جد فیھما شئی فحتّٰی یتم لکل منھما خمس عشر ۃ بہ یفتیٰ.

(امدادالفتاویٰ ص ۲۱۱ ج ۲)

محرم کی تعریف

شرعی محرم وہ ہے جس سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال نہ ہو مثلاً باپ، بیٹا، (حقیقی) بھائی یا ان کی اولاد یا بہنوں کی اولاد، اور ان کے مثل جن جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو،

اور جس سے عمر میں کبھی بھی نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے اور جو حکم شریعت میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے (مثلاً پردہ کا واجب ہونا اور ساتھ میں سفر حج کا جائز نہ ہونا جو حکم ان کا ہے) وہی ان کا ہے گو کسی قسم کا قرابت کا رشتہ بھی ہو، مثلاً چچا یا پھوپھی کا بیٹا، ماموں یا خالہ کا لڑکا، دیور یا بہنوئی یا نندوئی وغیرھم، یہ سب نامحرم ہیں، ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتا ہے۔(یعنی ان سے پردہ بھی ضروری ہے اور سفر حج بھی ان کے ساتھ جائز نہیں) اور چونکہ ایسے رشتہ داروں سے فتنہ ہونا سہل ہے اس لئے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۰۰)

دوسرے مذہب کے قول کو اختیار کر کے عورت بغیر محرم کے ثقہ مردوں یا عورتوں کے ساتھ سفر حج کر سکتی ہے یا نہیں؟

ایک کوتاہی بعض عورتوں کی یہ ہے کہ شوہر یا محرم کے ساتھ نہ ہونے کے باوجود حج کو جاتی ہیں۔ اور گو بعض ائمہ کے قول پر بعض خاص قیدوں اور شرائط کے ساتھ اسکی گنجائش ہے لیکن اول تو عوام کو ایسی بے قیدی کی اجازت نہیں کہ جس وقت جس کا قول دل چاہا لے لیا۔ دوسرے جانے والیاں ان قیود و شرائط کو نہ جانتی ہیں نہ ان کی پرواہ کرتی ہیں۔ ہر حال میں چلی جاتی ہیں جو کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

تیسرے اُس وقت اتنا فساد نہ تھا ثقہ (قابل اعتماد) عورتوں کے ساتھ امن غالب تھا، اور اس زمانہ میں فساد اس قدر غالب ہے کہ عورتوں کے ہوتے ہوئے بھی شریر طبیعتیں شرارت سے نہیں چوکتیں، پھر تعاون و ہمدردی کم ہوتی جاتی ہے۔ اگر بیماری وغیرہ پیش آ گئی تو کم عورتوں سے امید ہے کہ اپنا کام چھوڑ کر ان کی امداد کریں۔ اکثر لوگوں کو خصوصاً کمزوروں اور عورتوں کو نفسی نفسی میں مشغول دیکھا ہے۔ (ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوتی ہے) تو مجبوری کی وجہ سے مرد ہی امداد کریں گے تو لامحالہ اتارنے اور چڑھانے میں اجنبی مرد اس کا ہاتھ بھی پکڑیں گے کمر بھی تھامیں گے تو ایسے وقت فتنہ سے محفوظ رہنا جانبین کا یا ایک ہی جانب مشکل ہے خاص کر دل اور آنکھ کے فتنہ سے (محفوظ رہنا مشکل ہے) تو ایسے حج کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب شریعت اس کو حاضر ہونے کا حکم نہیں کرتی بلکہ روکتی ہے تو پھر یہ کیوں مصیبت میں پڑتی ہے۔

(اصلاح انقلاب ص ۱۶۱)

عورت کو مالی استطاعت ہونے اور محرم یا شوہر نہ ہونے کی صورت میں شرعی حکم

اگر عورت کو مالی استطاعت ہو اور محرم وشوہر موجود نہ ہو یا جانے پر آمادہ نہ ہو، کیوں کہ اس کو شرعاً اختیار حاصل ہے (یعنی عورت کی وجہ سے محرم یا شوہر پر جانا فرض نہیں) تو اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا مالی استطاعت سے حج کا نفس وجوب اس کے ذمہ ہو گیا ہے یا نفس وجوب بھی نہیں ہوا۔ پہلے قول پر اس عورت کے ذمہ حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا اور دوسرے قول پر نہیں لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ وصیت کی جائے۔

اگر یہ وسوسہ ہو کہ اگر وصیت نافذ نہ کی گئی تو حج میرے ذمہ رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ لیکن گنہگار نہ ہوگی کیونکہ اس نے اپنے ذمہ کے واجب کو یعنی وصیت کو ادا کر دیا، اب اس وصیت کا نفاذ جبکہ مال چھوڑ جائے ورثہ کے ذمہ واجب ہے اگر وہ کوتاہی کریں گے اس کا مواخذہ ان سے ہوگا۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۶۱)

مالدار بیوہ عورت جسکا کوئی محرم نہیں اس کے لئے شرعی حکم

(سوال) ایک عورت بیوہ ہے اور حج کی مقدار اس کے پاس روپیہ ہے لیکن اس کے ساتھ جانے والا محرم کوئی نہیں نہ بیٹا ہے، نہ باپ ہے نہ بھائی ہے غرض کوئی شخص نہیں ایسی صورت میں اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو غیر شخص کے ساتھ جا سکتی ہے یا تنہا۔ اور اگر حج اس پر فرض نہیں ہے اور یہ عورت کچھ روپیہ یا حج کی مقدار سارا روپیہ کسی نیک کام میں خرچ کرے تو اس کو حج کا ثواب مل سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر روپئے کی مقدار اتنی ہے کہ صرف اس عورت کے حج کو کافی ہو جائے تب تو حج فرض ہی نہیں۔

اور اگر دو شخصوں کے لائق خرچ ہے تو نفس وجوب تو اس پر ہو گیا ہے، لیکن محرم نہ ہونے کی وجہ سے وجوب ادا (یعنی ادا کرنا واجب) نہیں ہوا۔ اس لیے اس کو اجنبی کے ساتھ سفر کرنا تو جائز نہیں۔ لیکن روپیہ محفوظ رکھے شاید کوئی محرم میسر ہو جائے اور اگر اخیر عمر تک میسر نہ ہوا[1] تو وصیت کر جائے کہ مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج بدل کرادیا جائے۔
(ردالمحتار۔ امداد الفتاویٰ ص ۱۶۷ ج ۲)

ایسی صورت میں عورت پر حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہے

مسئلہ:- اگر ساری عمر ایسا محرم نہ ملا جسکے ساتھ سفر کرے تو حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا لیکن مرتے وقت یہ وصیت کر جانا واجب ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا، مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال میں سے کسی آدمی کو خرچ دے کر بھیجیں کہ وہ جا کر مردہ کی طرف سے حج کر آئے، اس سے اس کی ذمّہ کا حج اتر جائے گا، اور اس حج کو جو دوسرے کی طرف سے کیا جاتا ہے، حج بدل کہتے ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۶۵)

دودھ پیتے بچے کا گود میں ہونا فرضیت حج سے مانع نہیں

(سوال) ایک شخص مستطیع حج فرض ادا کرنے کا ارداہ رکھتا ہے، اسکی بیوی جو مستطیع ہے اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہے، شوہر کہتا ہے کہ چھ ماہ کا بچہ تمہاری گود میں ہے دودھ پلانا پرورش کرنا تم سے متعلق ہے، ریل، جہاز اونٹ کی سواری میں بچے کو ضرر پہنچ جانے کا خوف ہے۔

---

(۱) یا قبل موت ایسی حالت ہو جائے کہ اگر محرم مل جائے تب بھی سفر نہ کر سکے تب بھی حج بدل کرا سکتی ہے۔ منہ

اس لئے تم اپنا ارادہ ملتوی رکھوانشاءاللہ تعالیٰ ہم بڑے لڑکے کے ساتھ حج ادا کریں گے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئولہ میں چھ ماہ کے بچے کے ضرر کا خوف تاخیر حج کے لیے عذر شرعی ہوسکتا ہے یا نہیں، اور شوہر بیوی کو اگر روک دے تو شرعاً ماخوذ (گنہگار) ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) جزئی تلاش کرنے سے نہیں ملی مگر بمقتضائے قواعد شرعیہ جواب یہ ہے کہ ارضاع و تربیت (یعنی بچہ کو دودھ پلوانے اور پرورش کی ذمہ داری) شوہر پر واجب ہے نہ کہ عورت پر، رضاعت وحضانت حق لها ہے حق علیها نہیں الا فی بعض الصور، (یعنی بجز چند صورتوں کے عورت پر بچہ کو دودھ پلانا واجب نہیں) لہٰذا شوہر کو اس عذر سے جائز نہیں کہ بیوی کو حج سے منع کرے، اور بچہ پر اول تو کوئی ضرر مظنون نہیں، اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو مرد کسی عورت کو ارضاع (یعنی دودھ پلانے و پرورش) کے لیے نوکر رکھے اور بچہ کو چھوڑ جائے۔ اور بچہ کی جدائیگی سے رنج وتکلیف ہونا شرعی عذر نہیں، اور اگر بچہ کو ساتھ لے جانے میں کوئی ضرر مظنون نہیں تو یہ امر یعنی ماں سے جدا کرکے اس کا گھر چھوڑ جانا جائز نہیں اور اگر عورت خود راضی ہو اور چھوڑ جانے میں بچہ کا ضرر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لا ن فیه اتلاف الحق للمرأة من الرضاعة والحضانة.

(امدادالفتاویٰ ص ۱۷۰ ج ۲)

میکہ میں رہنے والی عورت جسکا شوہر اسکو نفقہ نہیں دیتا نہ خبر گیری کرتا ہے شوہر کی اجازت کے بغیر حج نفل کرسکتی ہے یا نہیں؟

(سوال) ایک عورت پر حج فرض نہیں ہے اسکا شوہر اس کو نان نفقہ کچھ نہیں دیتا، اور نہ کسی طرح کی خبر گیری کرتا ہے، وہ اپنے میکہ میں رہتی ہے اور وہی اس کی خبر گیری کرتے ہیں تو اگر اس کے بھائی وغیرہ جو اس کی خبر گیری کرتے ہیں حج کو جائیں تو یہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر حج کو جاسکتی ہے یا نہیں اس عورت پر حج فرض نہیں ہے۔ بلکہ وہی لوگ اس کا سفر خرچ بھی برداشت کریں گے۔ اگر یہاں اکیلی رھتی ہے تو کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا نہیں رہتا۔ شوہر سے خوف ہے۔

(الجواب) اس عورت کے حق میں سفر حج ایسا ہے جیسا دوسرا سفر کہ اسکے میکہ والوں کو پیش آئے اور بہ ضرورت اس عورت کو ان کے ہمراہ رہنا پڑے اور یہ جائز ہے پس وہ بھی جائز ہے۔

(امدادالفتاویٰ ص ۱۷۰ ج ۲)

مردوں وعورتوں کے حج سے متعلق چند متفرق ضروری احکام

(۱) جس پر حج فرض ہو اور اس کے والدین منع کرتے ہیں اس کو جانا فرض ہے اس میں والدین کی اطاعت جائز نہیں۔

(۲) جس عورت پر حج فرض ہو اور اس کے ساتھ اس کا محرم بھی ہو مگر اسکا شوہر منع کرتا ہو تو اس کو شوہر کا کہنا ماننا جائز نہیں۔

(۳) جب کوئی محرم قابل اطمینان ساتھ جانے کے لیے مل جائے تو اب حج کو جانے سے شوہر کو روکنا درست نہیں۔ اگر شوہر روکے بھی تو اس کی بات نہ مانے اور چلی جائے۔

(۴) بعض عورتیں محرم کے بغیر دوسری عورتوں کے ساتھ یا ثقہ مردوں کے ساتھ حج کو چلی جاتی ہیں یہ جائز نہیں۔

(۵) اگر عورت عدّت میں ہو تو عدّت چھوڑ کر حج کو جانا جائز نہیں۔ خواہ عدّت وفات ہو یا عدّت طلاق، اور طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن یا مغلظہ۔

(٦) اگر خاوند نے سفر حج میں (راستہ میں) طلاق رجعی دے دی اور خاوند ساتھ جا رہا ہے تو سفر حج موقوف کرنے کی ضرورت نہیں، (ساتھ جاسکتی ہے)

(۷) اگر حج کے راستہ میں (طلاق بائن یا طلاق مغلظ) کی عدت واجب ہو جائے یعنی تین منزل سفر کرنے کے بعد راستہ میں خاوند نے طلاق بائن دے دی ہو یا اس کا انتقال ہو گیا ہو تو اسی جگہ عدت پوری کرے البتہ اگر جہاز یا جنگل وغیرہ میں ایسا اتفاق پیش آ جائے تو ساحل تک یا قریبی آبادی تک پہنچنا جائز ہے۔ اور یہ تفصیل جب ہے کہ مقام طلاق یا وفات سے مکہ معظّمہ تین منزل (۷۷ کلومیٹر) ہو اگر اس سے کم ہو تو پھر حج کو چلی جائے۔

(احکام حج ص ۱۸٦ بہشتی زیور ص ١٦٦)

باب ۴

حج کے لئے استطاعت اور سفر خرچ کی شرط

حج میں زاد راہ یعنی سفر خرچ اور توشہ کا انتظام رکھنے کی ضرورت و اہمیت

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى . پ۲

(ترجمہ وتفسیر) اور جب حج کو جانے لگو تو خرچ ضرور ساتھ لے لیا کرو، کیونکہ سب سے بڑی بات اور خوبی خرچ میں گداگری (لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے زبان کھولنے) سے بچا رہنا ہے اور اے ذی عقل لوگو! ان احکام کی تعمیل میں مجھ سے ڈرتے رہو اور کسی حکم کے خلاف مت کرو۔

آیت کا شان نزول:- بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یمن کے لوگ زاد راہ (توشہ) لیے بغیر حج کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت وَتَزَوَّدُوْا الخ نازل فرمائی۔ (کذافی لباب النقول، بیان القرآن)

فائدہ:- یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لیے اعتدال کے ساتھ اسباب کے اختیار کرنے کا حکم ہے چنانچہ حج کے اندر بھی ارشاد ہے ”و تــــزودوا“ یعنی زاد راہ بھی لو، ضعفاء کے لیے تو واجب ہے اس واسطے کہ روپیہ ہوگا تو اطمینان رہے گا ورنہ قلب میں پریشانی ہوگی۔

(روح الحج والثج ص ۳۷۱)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو عاشق احسانی ہیں یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ ہمیں محض اس کے انعام واحسان کی وجہ سے محبت ہے تو اگر کوئی شخص حج میں زاد راہ (توشہ اور سفر خرچ) کے بغیر گیا اور وہاں تکلیف ہوئی تو وہ نام کی محبت بھی زائل ہو جائے گی، اس واسطے فرمایا وَتَزَوَّدُوْا کہ زاد راہ لے کر چلو۔ (روح الحج والثج ص ۳۷۸)

بعض لوگ حج کر کے خدا سے اور زیادہ دور ہو جاتے ہیں یعنی پاس کچھ ہے نہیں اور شوق ہوا حج کا، چل دیئے راستہ میں نمازیں قضا کر رہے ہیں اور بھیک مانگ رہے ہیں۔

(التہذیب ملحقہ سنت ابراہیم ص۳۴۲)

توکل کے دعوے پر حج کو نہ جایئے یہیں رہ کر اللہ کو راضی کیجئے

جن لوگوں پر حج فرض نہیں ہے وہ توکل کے دعوے پر حج کا ارادہ نہ کریں، بلکہ وہ ہندوستان (اپنے ملک) ہی میں رہ کر خدا کو راضی کریں، اور اپنے کو کسی محقق (شیخ کامل) کے سپرد کر دیں، جس وقت وہ حج کی اجازت دے اس وقت حج کا ارادہ کریں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ جب حج کو جانے لگے تو کوئی حج میں ساتھ چلنے کو کہتا تو آپ پہلے یہ پوچھتے کہ زادِ راہ (کرایہ سفر خرچ) بھی ہے؟ بعض لوگ کہہ دیتے کہ حضرت توکّل پر چل رہے ہیں، مولانا فرماتے جی ہاں جس وقت ہم ریل یا جہاز کا ٹکٹ لینے جائیں گے توکل کا پوٹلہ بابو کے آگے رکھ دینا کہ اس میں سے ٹکٹ کے دام نکال لو، جاؤ یہ فضول خیالات ہیں، بات یہ ہے کہ لوگوں نے بعض بزرگوں کے واقعات اور قصّے سن لیئے ہیں ان کی ریس کرنے کو ان کا جی چاہتا ہے۔ ہر شخص کو توکل اور محبت کے دعوے کا حق نہیں کیونکہ آج کل ہم لوگوں کا توکل چند روز کے بعد تأکّل بن جاتا ہے کہ توکل کو بھیک کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

(الحج ملحقہ التبلیغ شمارہ۸۸ ص۳۹ ص۴۰)

ایسا سفر حج حرام ہے

حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ نے اپنی کتاب ''روح تصوف'' میں مشائخ کے ارشادات نقل فرمائے ہیں جس میں تحریر فرماتے ہیں۔

''فرمایا کہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ بعض مشائخ ہر سال بغیر زاد و راحلہ یعنی سامان سفر اور

خرچ کے بغیر (توکل کر کے) حج کرتے ہیں کیا یہ محمود ہے؟ فرمایا شرعاً مذموم ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے حج فرض ونفل دونوں کے لئے استطاعت وقدرت کی شرط رکھی ہے تاکہ راستہ میں لوگوں کے احسانات نہ اٹھائے، اور جو شخص اس کو کھانا نہ کھلائے یا سواری پر سوار نہ کرے اس کے بُغض اور برا سمجھنے میں مبتلا نہ ہو کیونکہ ایسی حالت میں یہ امر عادۃً لازمی ہے اور بعض سلف (بزرگوں) سے جو اس قسم کا سفر منقول ہے سو اس پر آج کل قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ ان لوگوں نے کثرت سے مجاہدات کر کے نفس کو بھوک کا عادی بنا لیا تھا یہاں تک کہ بعض لوگ چالیس روز یا اس سے بھی زیادہ دن نہ کھانے پر صبر کر سکتے تھے، تو ان جیسے حضرات کے حال کو ان کے لیے مسلم رکھا جائے گا، اور جو شخص لوگوں کو تیز زبانی کے ساتھ طعنے دے تو اس کا ایسا سفر حرام ہے۔ (روح تصوف ص ۱۵۷)

سوال کر کے سفر حج میں جانا حرام ہے

بعض لوگ جن کے پاس نہ حج کا سامان ہے اور نہ قلب میں غنا اور توکل کی قوت ہے مگر لوگوں سے بھیک مانگ کر ان کو پریشان کر کے حج کو جاتے ہیں سو اس طرح حج کو جانا حرام ہے۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۶۰)

زادراہ کے بغیر سفر حج درست ہے یا نہیں

یَاتُوْکَ رِجَالاً وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ (پ ۱۷) یعنی لوگ آپ کے پاس حج کے لئے پیادہ بھی آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی۔

حق تعالیٰ نے اس آیت میں دونوں باتیں یعنی زاد (توشہ) سے بھی خالی ہونا اور راحلہ (سواری) سے بھی خالی ہونا ذکر فرمائی ہیں تو ایسا بھی حج ہو سکتا ہے کہ ایک پیسہ بھی نہ خرچ ہو۔

پیدل سفر حج میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس کے پاس زادراہ ہے دوسرے یہ کہ زادراہ نہیں ہے۔ احتمال ثانی تو باطل ہے کیونکہ شریعت اسے پسند نہیں کرتی کہ زادراہ ہو اور پھر پیادہ سفر کرے کہ یہ بخل ہے۔ ایسے کنجوس کی کیا مدح ہوگی۔ اس سے اشارۃً یہ بھی نکل آیا کہ بلا زاداراہ (یعنی زادراہ اور سفر خرچ لئے بغیر) بھی حج کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ کہ بلا راحلۃ (سواری) جائز ہے۔ جس پر علیٰ کلِّ ضامر دال ہے۔

(روح العج والثج ص۲۷۳ ص ۳۷۸)

مسئلہ:- بے خرچ لئے ہوئے حج کو جانا ایسے شخص کو درست نہیں جس کے نفس میں میں توکّل کی قوت نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت و بے صبری میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ اور سوال کر کے لوگوں کو پریشان کروں گا۔ (بیان القرآن پ۲ سورہ بقرہ ص۱۱۳)

فائدۃ:- ترک اسباب (جس کو اہل طریقت کے عرف میں اکثر توکل کہتے ہیں) ضعیف النفس کے لئے تو جائز نہیں اور قوی النفس کے لیے جائز ہے۔ (بوادر النوادر ص ۶۶۷)

متوکل اور عاشق خدا کے لئے یہ شرطیں نہیں

لیلیٰ مجنوں کی ایک حکایت

عاشق کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ ایک بار مجنون لیلیٰ کے پاس جارہا تھا اونٹنی پر سوار تھا اس اونٹنی کے ایک بچہ تھا جسکو وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتی تھی، مجنون اس کو آگے چلانا چاہتا تھا وہ بچہ کی محبت میں پیچھے دیکھتی تھی اس طرح راستہ بہت کم طے ہوتا تھا بھلا عاشق کو تاخیر کب گوارا ہے مجنون سے نہ رہا گیا کہنے لگا۔

میری اونٹنی کا محبوب پیچھے ہے اور میرا محبوب آگے ہے میں اور وہ مطلوب میں مختلف ہیں، یہ کہہ کر دھڑام سے اونٹنی کے اوپر سے گر پڑا اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ اسے ٹھہرا کر بٹھلا کر اترتا

۔ جب گرا تو پیر میں چوٹ بھی لگی اب پیدل بھی نہ چل سکا تو گھسٹنا شروع کیا اور گھٹنوں کے بل چلنے لگا۔ عشق کا تو یہ تقاضا ہے۔ جو لوگ مجنون کی طرح عاشق کامل ہوں ان کے لئے کچھ قید نہیں ان کو پیدل حج کرنا بھی جائز ہے۔ اور کھانے پینے کا خرچ بھی ساتھ لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایسا شخص متوکّل بھی ہوگا اور وہ کسی سے سوال نہ کرے گا۔ (تحصیل المرادص ۳۱۸)

پیدل سفر حج

بعض خشک مولوی لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ پیدل سفر کرنا اور نفس کو مشقت میں ڈالنا جائز نہیں۔ مگر ان لوگوں نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی۔

وَاَذِّنْ فِیْ اَلنَّاسِ بِالْحَجِّ یَاتُوْکَ رِجَالاً وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَاتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق .(سورۃ حج پ ۲۷)

ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کر دو تو وہ آپ کے پاس پیدل چل کر آئیں گے، اور دُبلی اونٹیوں پر بھی سوار ہو کر آئیں گے۔ (یعنی اونٹنیاں سفر کی وجہ سے دُبلی ہوگئی ہوں گی) اس میں بتلا دیا گیا کہ بعض عُشاق پیدل بھی حج کو جائیں گے۔ اگر پیدل سفر کرنا مطلقاً ممنوع ہوتا تو قرآن میں رِجَالاً بلانکیر ذکر نہ ہوتا اور ذکر بھی کیسا کہ پیدل آنے والوں کو سواروں سے پہلے ذکر فرمایا۔ بات یہ ہے کہ نفس کو مشقت میں ڈالنا بیشک ممنوع ہے لیکن اگر کسی کو اس میں مشقت ہی نہ ہو بلکہ لذّت آئے تو پیدل چلنا اس کے لیے اِلْقَاءِ نَفْس فِیْ اَلتَّھْلُکَۃُ (یعنی نفس کو ہلاکت میں ڈالنا) کہاں رہا۔ (تحصیل المرادص ۳۱۸)

ایک متوکل حاجی کی حکایت

ایک صاحب حال عازم حج نے شاہ فضل الرحمٰن صاحب سے سفر حج کی اجازت مانگی تو شاہ صاحب نے فرمایا شرائط حج بھی معلوم ہیں (زادراہ سفر خرچ بھی ہے؟) اس کے

جواب میں اس نے ایک شعر پڑھا، اس کے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سب فضول ہے زادراہ (سفرخرچ) ساتھ ہونا چاہیے۔جس کا شریعت میں حکم ہے۔مگر وہ مولوی صاحب زادراہ کے بغیر ہی چل پڑے، اور چونکہ توکل صحیح تھا اس لئے کسی جگہ پریشان نہیں ہو ئے۔پھران کی ایک کرامت یہ ظاہر ہوئی جس کی مجھ سے ایک حاجی صاحب نے چشم دید روایت کی کہ جب بیت اللہ میں داخل ہونے لگے تو شیبی (خادم کعبہ) سب سے فیس لے کر اندر جانے کی اجازت دیتا تھا، مولوی صاحب سے بھی فیس لی، اور حاجیوں کے نکلنے کے وقت وہ ایک ایک کا منھ تکتا تھا، جب یہ باہر آنے لگے تو اس نے ان کی رقم واپس کر دی، تو ایسے لوگ زادراہ کے بغیر جائیں تو مضائقہ نہیں، باقی ہر ایک کا یہ منھ نہیں۔

(التبلیغ قدیم شمارہ نمبر ۸۸ وعظ الحج ص ۳۸)

بعض مخلص مستغنی زاہد عاشق حاجیوں کی حکایتیں

مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر حج میں ایک نوعمر لڑکا ہمارے ساتھ زاد توشہ کے بغیر تھا (یعنی اس کے پاس سفرخرچ کھانے پینے کا سامان نہ تھا) میں نے پوچھا کہ صاحبزادے تم نے توشہ نہیں لیا تو اس نے برجستہ جواب دیا۔

وفدت علی الکریم بغیر زاد من الحسنات و القلب السلیم

فا ن الزاد اقبح کل شئی اذا کان الوفود علی الکریم(۱)

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اس وقت میں سمجھا کہ یہ معمولی لڑکا نہیں ہے بلکہ مرد طریق ہے (یعنی راہ سلوک میں ترقی کرنے والا مجاہد ہے) پھر احرام باندھنے کا وقت آیا

(۱) ترجمہ:-کریم کے پاس نیکیوں اور قلب سلیم کے توشہ کے بغیر حاضر ہوا ہوں اس لئے کہ حاضری اگر کریم کے دربار میں ہو تو توشہ نہایت ہی ناپسندیدہ شئی ہے۔

تو سب نے لبیک کہا اس لڑکے نے نہ کہا اور حیران ہو کر سب کا منھ تکنے لگا میں نے کہا صاحبزادے لبیک کیوں نہیں کہتے؟ کہا ڈرتا ہوں کی میں لبیک کہوں اور وہاں سے جواب آئے'' لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ وَ حَجُّکَ مَرْدُوْدٌ عَلَیْکَ'' پھر حج سے فارغ ہو کر منی میں ہم سب آئے تو سب نے قربانی کی اس لڑکے نے آسمان کی طرف نظر کی اور کہا الٰہی سب اپنی ہمت کے موافق آپ کی جناب میں نذریں پیش کر رہے ہیں اور میرے پاس اپنی جان کے سوا کچھ نہیں اگر یہ نذر قبول ہو جائے تو زہے قسمت اور یہ کہہ کر چیخ مار کر جاں بحق تسلیم ہوا۔(روح پرواز کر گئی) غیب سے آواز آئی کہ اس ولی کی قربانی کی بدولت سب کی قربانیاں قبول ہو گئیں اور اس کے حج کی بدولت سب کا حج قبول ہو گیا سبحان اللہ اللہ کے بندے کیسے کیسے ہوئے ہیں۔ یہ واقعہ روض الریاحین یا کسی اور کتاب میں مذکور ہے۔

(السوال فی شوال ص ۱۸۹)

حکایت (۲)

ایک واقعہ زبانی سنا ہوا ہے کہ ایک شخص جو آزاد وضع کا تھا حج کو جا رہا تھا ہاتھ میں ایک دُف تھا اور گاتا بجاتا (مستانہ) چلا جاتا تھا لوگ یہ سمجھے کہ کوئی مسخرہ ہے بعض لوگ وضع کے تو پابند ہیں مگر ان کا دل پائے بند ہے کہ میدان عشق میں ترقی نہیں کرتا کیونکہ ان لوگوں میں تکبر ہے جو سدّ راہ ہے۔ اور بعض لوگ وضع سوز ہوتے ہیں انکا دل تکبر سے پاک ہوتا ہے بشرطیکہ وہ وضع سوز ہی ہو شرع سوز نہ ہوں (یعنی ظاہر میں اگر چہ اسکا لباس اور ہیبت بزرگوں والی نہ ہو لیکن خلاف شرع بھی نہ ہو) غرض وہ شخص وضع سوز تھا (یعنی بظاہر بالکل آزاد تھا) لوگ اس کو مسخرہ سمجھتے تھے جب مکہ معظّمہ پہنچا اور معلّم کے ساتھ سب کے سب کعبہ کے طواف کو چلے اور دروازہ کے قریب پہنچ کر بیت اللہ پر نظر پڑی اور معلم نے کہا هٰـذَا بَیْتُ اللّٰہ (یہ

بیت اللہ شریف خانہ کعبہ ہے) تو اس شخص پر وجد طاری ہوگیا۔ایک شعر پڑھا اور گر کر وہیں جان دے دی۔ بیت اللہ تک پہنچنے سے پہلے ہی رب البیت کے پاس پہنچ گیا۔گواس شخص نے ظاہر میں نہ طواف کیا نہ حج کیا مگر یادرکھئے کہ عشاق کا درجہ قرب میں عُمّال سے بڑھا ہوا ہے گومَناصب عُمّال (مجاہدہ کرنے والوں) کے زیادہ ہیں ۔غرض بعض لوگ حقیقتاً بھی جان فدا کردیتے ہیں۔مگر حق تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے اس لئے انہوں نے جانوروں کی جان کو ہماری جان کا عوض بنادیا۔ (السوال فی شوال ملحقہ سنت ابراہیم ص ۱۹۰)

حکایت (۳)

ایک شخص بیان کرتے تھے کہ سفر حج میں ایک شخص نہایت آزاد وضع سے تھے اس معنی کر آزاد نہیں کہ شریعت کی وضع سے بھی آزاد تھے بلکہ اس معنیٰ کر آزاد وضع تھے کہ مخدومیت،مولویت ،مشیخت کی شان ان میں نہ تھی۔تمام سفران کی یہ حالت تھی کہ رقص کرتے تھے،عشقیہ اشعار پڑھتے تھے،ان کولوگ نقّال مسخرہ سمجھتے تھے واقعی بظاہران کی وضع بھی ایسی ہی تھی۔آپ کے پاس ایک دفلی بھی تھی جو ایک طرف سے کھلی ہوئی تھی، یوں ہی اپنے ہاتھ سے کسی چیز کے گھیرے پر جھلّی منڈھ کر چھوٹے سے دُف کی شکل بنالی تھی کبھی کبھی اسے بجایا بھی کرتے تھے غرض ان باتوں سے لوگ ان کو بالکل مسخرہ سمجھتے تھے۔

خاکسار لوگوں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو ممکن ہے کہ ان میں کوئی اہل دل صاحب حال ہوالغرض اخیر تک بھی انہوں نے اس وضع کو نہ چھوڑا۔اسی حالت میں تھے کہ حرم میں یعنی مسجد حرام میں پہنچ گئے۔جب خانہ کعبہ کے سامنے پہنچے اس کے سیاہ غلاف اوراس کی ایک محبوبانہ شان کو دیکھ کر اور بھی جوش بڑھ گیا مطوّف نے کہا کہ یہی بیت اللہ ہے اب طواف کرو، یہ کہنا تھا کہ ان پر ایک حالت طاری ہوئی اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہوگیا۔

چورسی بکوے دلبر بسیار جان مضطر ☆ کہ مبادا بار دیگر سی بدیں تمنّا

کہ اب تو محبوب کے در پر پہنچ گئے ہو اب اپنی جان فدا کرو، شاید پھر اس تمنا کے حصول کا موقع نہ ملے، یہ کہہ کر فوراً گرے اور دم نکل گیا، تب معلوم ہوا کہ یہ کوئی صاحب حال (عاشق اللہ والا) تھا مسخرہ نہیں تھا، تو یہ ایک واقعہ ظاہر ہو گیا ورنہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ کیسے کیسے رتبے کے شخص ہوتے ہیں (اور ہم ان سے ناواقف ہوتے ہیں) (روح الحج والثج ص ۳۷۴)

حکایت (۴)

میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ عمرہ کے لئے دوڑے جاتے تھے خدا جانے کس چیز نے انہیں پریشان کر رکھا تھا، اور کیا چیز تھی جو آہستہ بھی نہیں چلنے دیتی تھی، انجن میں جتنی آگ زیادہ ہوتی اتنی ہی تیز چل سکتا ہے ان میں عشق کی آگ تھی میں نے انہیں دوڑتے ہوئے عمرہ کرتے ہوئے دیکھا مگر یہ پتہ نہ لگا کہ کون تھے اور کیا نام تھا اور تھے نہایت حسین اور صرف حُسن طبعی نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ وہ حسن وہ رونق وہ آب وتاب الٰہی بھی تھی۔ وہ وہی تھے جو حدیث میں ہے **رُبَّ اَشْعَثَ رَأسٍ، مَدْفُوْع بِالاَ بوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَىَ اللهِ لاَ برَّهُ اَوْ كما قال** ۔ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے بال پریشان (بکھرے ہوئے) ہیں اگر کسی کے دروازے پر جائیں تو دھکے دے دیئے جائیں، کسی کی سفارش کریں کبھی قبول نہ کی جائے، غرض بالکل لوگوں سے علحدہ ہیں۔ اور کوئی ان کی وقعت بھی نہیں کرتا مگر اللہ کے نزدیک ان کی اتنی قدر اور اس قدر وقعت ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو خدا انھیں ضرور سچا کر دے اور جب خدا کے یہاں ان کی بات مانی جاتی ہے تو مخلوق کیوں کر نہ مانے گی۔ (اللہ ان سے منوائے گا) غرض میلے کپڑے، بال بکھرے، صورت پریشان، اللہ کے بندے ایسے ایسے عُشّاق ہیں ان پر اعتراض کرنا اپنے کو غضب الٰہی کا مستحق بنانا ہے۔

(روح الحج والثج ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۷۶)

یاد رکھو! ہر زمانہ میں اللہ کے بندے ایسے ایسے رہے ہیں جو آپ کی نظر میں مسکین پریشان ہیں مگر حقیقت میں وہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق کسی بزرگ کا الہام ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَوْلِیَـائِیْ تَحْتَ قَبَا ئِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ سِوَاۤئِی کہ میرے دوست میرے دامن قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا تو آپ کو کیا خبر، تم پر جب وہ کیفیت ہی نہیں تو تم کو کیا معلوم۔ (روح الحج والثج ملحقہ سنت ابراہیم ۳۷۳)

باب ۵

حج کی فرضیت کے لئے امن واستطاعت کی شرط

حق تعالیٰ سے محبت اور عشق کا مقتضا تو یہ تھا کہ مشاہدہ محبوب کے لیے (غریب امیر) سب پر حاضر ہونا فرض کر دیا جاتا مگر حق تعالیٰ بڑے عاشق نواز ہیں وہ اپنے عُشّاق کی راحت و آسائش کا بھی بہت لحاظ فرماتے ہیں اس لئے حج سب پر فرض نہیں کیا بلکہ ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً (آل عمران پ ۴)

یعنی اللہ کے لئے لوگوں پر حج بیت اللہ واجب ہے اس پر جو حج بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور طاقت سے یہ مراد نہیں کہ جوان ہٹّا کٹّا ہو، محض جوان ہونے پر حج کی فرضیت کا مدار نہیں کیونکہ بعض جوان پیدل نہیں چل سکتے، بلکہ استطاعت سبیل سے مراد زادراحلۃ ہے یعنی جو سوار ہو کر آرام سے آ سکے اور آرام سے لوٹ سکے وہ آئے اور جو سواری پر نہ آسکے اس کے ذمہ حج فرض نہیں۔

پھر اس کے ساتھ یہ بھی رعایت ہے کہ زادو راحلہ (یعنی کھانے پینے اور سواری) کا خرچ حوائج اصلیہ ضروریہ (یعنی گھر کی ضروریات زندگی) سے زائد ہو اور مدت سفر تک یعنی جانے سے لوٹنے تک اپنے اہل وعیال کا خرچ بھی اس سے الگ دے سکے تب حج فرض ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی رعایت ہے کہ راستہ میں امن ہو کوئی اس کو تنگ نہ کر سکے، خطرہ کا یقین یا احتمال غالب نہ ہو باقی اوہام (اور شک) کا اعتبار نہیں جیسا کہ بعض لوگ ذرا ذرا سی بات سن کر حج ملتوی کر دیتے ہیں سو خوب یاد رکھو کہ خطرہ کے وہم سے حج ساقط نہیں ہوتا ایسا کونسا سفر ہے جس میں خطرہ کا وہم بھی نہ ہو۔ یوں تو ہر سفر میں خطرہ ہے کہ شاید ریل لڑ جائے

اور کبھی کبھی ایسے واقعات ہو بھی جاتے ہیں مگر شاذ و نادر جن کا کوئی اعتبار نہیں کرتا تو ایسے اوہام کا حج میں بھی اعتبار نہیں بحمد اللہ آج کل حج میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(تحصیل المرام ص ۳۱۵)

اگر راستہ کی بدامنی وغیرہ کی خبریں سنی ہوں تو اسکی تحقیق کرلے، تحقیق کرنے کے ذرائع موجود ہیں۔ تحقیق کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بھی عقل کی اور مصلحت کی بات ہے۔ اگر تحقیق کے بعد امن معلوم ہو جائے تو پھر بلا عذر حج میں تاخیر کرنا فسق ہے، کیونکہ سال بھر کی مدّت بہت ہوتی ہے۔ موت حیات صحت و مرض کی کس کو خبر ہے۔

(تکمیل الاعمال بتبدیل الاحوال ملحقہ حقیقت تصوف و تقویٰ ص ۱۷۲)

ہلاکت کے خدشہ اور وہمی خطرہ کا کوئی اعتبار نہیں

حج میں جانے والے جا رہے ہیں نہ راستہ بند ہے نہ خدشہ ہے یہ ضرور ہے کہ پہلے سے کچھ فرق ہے مگر خدشہ غالب نہیں اور ایسے ضعیف خدشہ کا کیا اعتبار، ایسا خدشہ تو گھر سے بازار تک جانے میں بھی ہے کہ شاید کوئی دیوار راستہ میں اوپر گر پڑے غرض خدشہ نہیں بلکہ اطمینان ہے اگر قلب میں قوت اور ہمت ہے۔ دیکھئے حکام نے بھی اجازت دے دی ہے اگر خدشہ قوی ہوتا تو حُکامّ اجازت نہ دیتے باقی خیر خواہی و احتیاط کی وجہ سے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ہم ذمہ دار نہیں۔ آگے لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں بعضوں کو یہ خیال ہوا کہ جب حکام ذمہ دار نہیں تو خدا جانے کیا پیش آئے گا۔ لیکن ہمت ہو تو کچھ بھی نہیں کیونکہ جب حکام ذمہ دار تھے اور ادھر سے (یعنی اللہ کی طرف سے) ذمہ داری (اور حفاظت) نہ ہوتی تو کوئی کیا کر سکتا ہے، یعنی حکام ذمہ دار ہوئے لیکن خدا ذمہ دار نہیں ہوا اور سمندر میں طوفان آیا اور جہاز غرق ہو گیا تو بتاؤ حکام کی ذمہ داری کیا کر سکتی ہے۔ ذمہ دار حکام کا اتنا ہی فرض تھا کہ اصل واقعہ بیان کر

دیں ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے ضعیف اندیشہ کو بھی ہم سے چھپایا نہیں۔اب تم اپنے قلوب میں ہمت واطمینان پیدا کرو اور قواعد شرعیہ سے معلوم کرلو کہ اس وقت جانا کیسا ہے۔

قاعدہ شرعی یہ ہے کہ جب سلامت غالب ہو اور خطرہ مغلوب ہو تو حج فرض ہے۔ چنانچہ آج کل بھی سلامت (وامن) غالب ہے اور لوگ برابر جارہے ہیں۔(خلاصہ یہ کہ محض خطرہ کے احتمالات کا کوئی اعتبار نہیں۔اس طرح تو دنیا کا کوئی کام بھی نہیں چل سکتا کھانا بھی نہیں کھا سکتے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی نے زہر ملا دیا ہو تو اس قسم کے احتمالات خود مردود ہیں ہاں جو احتمال دلیل سے پیدا ہو (اور واقعی خطرہ قوی ہو جس میں سلامتی مغلوب ہو) اس پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (روح الحج والثج ص ۳۷۰)

حج کی فرضیت کے لئے استطاعت وامن کی شرط کیوں ضروری ہے

حج کی فرضیت کے لیے استطاعت کے ساتھ راستہ کا مامون ہونا بھی شرط ہے۔ یہ اتنی رعایتیں اس لئے ہیں کہ ہمارا عشق ناتمام ہے اگر راستہ میں خرچ کے کم ہوجانے کی وجہ سے کوئی تکلیف پیش آئی یا کسی نے تنگ کردیا تو رہا سہا عشق بھی جاتا رہے گا۔ دوسرے ان رعایتوں میں یہ بھی نکتہ ہے کہ عاشق کامل و عاشق ناقص کا کمال ونقصان چھپا رہے اگر زاد و راحلہ (توشہ اور سواری وسفر خرچ) کی قید نہ ہوتی تو ہمت والے جاتے اور کم ہمّت نہ جاتے اس وقت یہ لوگ رسوا ہوجاتے کہ ان میں خدا تعالیٰ کی محبت نہیں ہے۔فرض کو ترک کررہے ہیں اور اب رسوا نہیں ہوتے (کیونکہ) وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس زاد و راحلہ (حج کا سفر خرچ) نہیں ہے اسلئے نہیں گئے ہمارے ذمہ حج فرض ہی نہیں۔

میں نے ان احکام (یعنی حج فرض کے لئے استطاعت وامن کی شرط) کی حکمت اسلئے بیان کردی کہ یہاں ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حج (حق تعالیٰ سے) محبت کی

تقویت اور عشق کی تحریک کے لئے مشروع ہوا ہے تو اس کے احکام سب عاشقانہ ہونے چاہئے اور عشق و محبت میں زادوراحلۃ اور راستہ کا مأمون وغیرہ ہونے کی پرواہ نہیں ہوا کرتی، عاشق کبھی یہ نہیں دیکھتا کہ میرے پاس محبوب تک پہنچنے کے لئے خرچ بھی ہے یا نہیں، سواری بھی ہے یا نہیں، راستہ مأمون بھی ہے یا نہیں ......تو پھر شریعت نے سفرحج کے لئے جو کہ عاشقانہ سفر ہے زادوراحلۃ اور امن طریق وغیرہ (یعنی راستہ کے مامون ہونے کی شرطیں کیوں لگائیں؟ جواب میری تقریر سے ظاہر ہے کہ ان شرطوں میں ہمارے ناتمام (یعنی ناقص) عشق کی رعایت ہے کہیں تکلیف سے رہا سہا عشق بھی زائل نہ ہو جائے۔

(تحصیل المراد ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۱۸)

حج کے سلسلے میں مالداروں کی کوتاہی اور خوامخواہ کے عذر

روساء مالدار اکثر حج میں کوتاہی کرتے ہیں کوئی اپنے کاروبار کا بہانہ کرتا ہے، کوئی سمندر سے خوف کھاتا ہے کوئی بدووں (لٹیروں اور اغوا کرنے والوں) کو ملک الموت سمجھتا ہے۔ صاحبو! یہ تمام حیلے بہانے محض اس وجہ سے ہیں کہ حج کی وقعت دل میں نہیں، خداوند کے دربار میں حاضری کو ضروری نہیں سمجھتا، اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل خالی ہے ورنہ کوئی سدّ راہ (یعنی حج میں رکاوٹ) نہ ہوتی، معمولی سی مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر ملکہ معظّمہ (یا کسی حکومت کا والی وزیر اعظم) اپنے پاس سے سفرخرچ بھیج کر آپ کی طلبی کا ایک اعزازی فرمان آپ کے پاس بھیجیں تو قسم کھا کر فرمایئے کہ آپ جواب میں یہ فرمائیں گے کہ صاحب میرے مکان میں کوئی کاروبار دیکھنے والا نہیں اسلیے میں نہیں آسکتا، یا مجھے تو سمندر سے (یا ہوائی جہاز سے) ڈر لگتا ہے اسلئے معذور ہوں، یا راستہ میں فلاں مقام پر لوٹ مار ہوتی ہے میں جانا احتیاط کے خلاف سمجھتا ہوں؟ جناب عالی! کوئی حیلہ (بہانہ) کرنے کو دل نہ چاہے

گا۔(اس وقت تو) تمام ضرورتیں اور عذر چولھے میں ڈال دو گے اور نہایت شوق ومسرت سے جس طرح بن پڑے گا افتان وخیزاں (پوری رغبت وشوق سے) دوڑے جاؤ گے اور ساری مشکلیں آسان نظر آئیں گی۔ بات یہ ہے کہ ارادہ (اور ہمت) سے تمام کام سہل ہو جاتے ہیں اور جب ہمت اور ارادہ ہی پست کر دو تو آسان کام بھی مشکل نظر آتے ہیں۔

(فروع الایمان)

بدوؤں، بدمعاشوں، لٹیروں اور حادثات کے خطرات کی وجہ سے حج نہ کرنا

بدوؤں کو بدنام کرنا بالکل ہی ناواقفیت (کی وجہ سے ہے) جو لوگ حج کر کے آئے ہیں اور کسی قدر حالات کی تحقیق کا شوق بھی ان کے دل میں ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ بدوؤں کی کوئی نئی حالت نہیں، نہ کوئی نیا واقعہ پیش آتا ہے، جو اتفاقات (اور حادثات) ہندوستان میں پیش آتے ہیں، اور ان کے پیش آنے کے جو اسباب ہیں وہی اتفاقات واسباب وہاں بھی ہیں (بلکہ یہاں حادثات وہاں کے بہ نسبت زیادہ ہیں یہاں گاڑی بانوں کو دیکھ لیجئے کہ انکو ذرا بات چیت سے، کھانے سے تمبا کو (چائے پان) سے ذرا خوش رکھئے تو غلام بن جاتے ہیں۔اور اگر سختی کیجئے، گالی دیجئے (تو پھر غصہ میں آکر ممکن ہے) کہیں گاڑی الٹ دیں گے کہیں پریشان کریں گے۔

اسی طرح باوجود شدید انتظام کے بارہا تھوڑے ہی میدان میں اسٹیشن سے شہر کو آتے ہوئے حادثے ہو جاتے ہیں، وارداتیں ہوتی ہیں۔ ایسا ہی وہاں سمجھ لیجئے۔ بلکہ وہاں کی حالت کے اعتبار سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہاں (قدم قدم پر) کوئی چوکی نہیں، پہرہ نہیں، پھر بھی واقعات کی کمی واقعی بالکل تعجب ہے اور جس قدر ہوتا ہے وہ بھی مسافرین کی بے انتظامی وبے احتیاطی سے ہوتا ہے ورنہ ہر طرح سے سلامتی ہے عافیت ہے۔اکثر لوگوں کو ان واقعات کے سخت معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اجنبی ملک اجنبی زبان اسلئے برداشت نہیں

ہوتی۔ اورسب گفتگو کے بعد میں کہتا ہوں اچھا سب کچھ ہوتا ہے پھر کیا ہوا؟ ایک آدمی کسی کے عشق میں تمام ذلّت اور تکلیف گوارہ کرتا ہے کیا خدائے محبوب کا اتنا بھی حق نہیں؟

(فروع الایمان ص۴۰۰ اصلاحی نصاب)

خوامخواہ کی بدگمانی

بعض لوگ حج کا نام سن کر وہاں کی بہت مذمّت کرتے ہیں کہ وہاں بدّو مار ڈالتے ہیں، لوٹ لیتے ہیں، اور بعضے تو گئے بھی نہیں مگر لوگوں سے سن سن کر وہ بھی مذمت کیا کرتے ہیں یہ سب کم ہمتی کی باتیں ہیں، میں ان کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ہندوستان میں ایسے واقعات نہیں ہوتے، بلکہ اگر وہاں کے مجمع پر نظر کی جائے تو حق تو یہ ہے کہ جس قدر واقعات ہونے چاہیے، ان سے بہت کم ہوتے ہیں، ہندوستان میں اس کا عشر عشیر بھی اگر مجمع ہو جائے تو بہت واقعات ہو جاتے ہیں بلکہ غیر مجمع کے بھی راستوں میں واقعات ہو جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے جیسا بعض کہتے ہیں کہ ''بدووں کو لوٹ مار حلال ہے اس لئے کہ وہ دائی حلیمہ سعدیہ کی اولاد ہیں'' یہ تو بالکل لغو ہے۔ وہ اگر ایسا کرتے ہیں تو زیادہ گنہگار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے اور تم اس کو یاد رکھو کہ حج کا سفر سفر عشق ہے۔ راہ عشق میں تو سب کچھ پیش آتا ہے۔ بلکہ پیش نہ آنا عجیب ہے۔ دنیا کے محبوب سے ملنے کے لیے کیسی کیسی مصیبتیں آتی ہیں۔ مگر تب بھی گوارا کرتے ہیں۔

(تسہیل الاصلاح ملحقہ اصلاح اعمال ص ۱۷۱)

ضعیف خدشہ اور خطرہ ہو تو نفلی حج وعمرہ مت کرو لیکن حج فرض کو مت چھوڑو

ایک مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو جو لوگ مکہ اور مدینہ دونوں کے خرچ کو ملا کر اتنے خرچ ہونے پر حج فرض سمجھتے ہیں وہ بڑی غلطی میں ہیں۔جس کے پاس مکہ تک کا خرچ ہے اس پر حج فرض ہے وہ حج کو جائیں۔البتہ جن پر حج فرض نہیں ہے وہ آج کل (ایسے حالات میں جس میں خطرہ کا احتمال اور خدشہ ہے اگر چہ ضعیف ہے) نہ جائیں کیونکہ جب فرض نہیں تو کیا ضرورت ہے کہ خدشہ میں پڑو، اگر چہ یہ خدشہ ضعیف ہی ہے، اس کے علاوہ آج کل کرایہ بھی گراں ہے۔البتہ جن پر حج فرض ہے وہ حج بھی کریں اور گنجائش ہو تو مدینے بھی جائیں کہ بڑی فضیلت ہے۔ (روح الحج والحج ملحقہ سنت ابراہیم ص ۴۱۸)

وہاں کے حادثات کی حقیقت

اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اس سفر میں ہلاکت کا خطرہ زیادہ ہے تو یہ بالکل غلط اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہزار آدمی حج کو جاتے ہیں اور قریب قریب سب ہی سلامت واپس آتے ہیں اور یوں بیس پچیس ہزار میں اگر مر بھی گئے تو اتنے تو یہاں بھی ہر سال مرتے ہیں۔مردم شماری دیکھ لی جائے کہ پچیس ہزار آدمیوں میں سے یہاں رہ کر کتنے مرتے ہیں اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ سفر حج میں جو لوگ مرتے ہیں ان کی تعداد معمول سے زیادہ نہیں ہوتی، پھر خواہ مخواہ لوگوں کو وہاں کی تکلیفیں بیان کر کے ڈرانا **مناّع خیر** (یعنی خیر سے روکنا) اور **یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللہِ** (اللہ کے راستہ سے روکنے) میں داخل ہے یا نہیں؟ (ضرور داخل ہے جو کہ کفار کا طریقہ تھا **اللھم احفظنا**) ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے بے وقوفوں کی وجہ سے بعض لوگ ایسے ڈرے ہوئے تھے کہ گویا ان کو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ تم یقیناً مر ہی جاؤ گے۔افسوس۔(الحج المبرور ص ۲۶۸)

سفر حج کی تکلیفیں خوشی خوشی برداشت کرنا چاہیے

سفر حج میں اگر کچھ کلفت بھی آئے تو (یہ سوچو کہ) اس میں ثواب کس قدر ہے جب یہاں دنیا کے واسطے سفر کی تکلیفیں برداشت کی جاتی ہیں تو خدا اور رسول کی رضا کے لیے اگر ذرا سی تکلیف پیش بھی آجائے تو کیا مضائقہ ہے۔ (الحج المبرور ص ۲۶۷)

وہاں کے ثواب اور آخرت کے منافع پر نظر کرو، اور یہ سمجھ لو کہ جنت میں جو درجات حج کی وجہ سے نصیب ہوں گے ان کے سامنے یہ تکلیفیں کیا ہیں، ان جیسی ہزار تکلیفیں ہوں تو کچھ نہیں اور حج میں آخرت کے ثواب کے علاوہ دنیا کا بھی نفع ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ حج کے بعد ضرور رزق میں فراخی ہو جاتی ہے پھر وسعت اور فراخی رزق کے لئے لوگ کیسی کیسی مشقتیں برداشت کرتے ہیں اگر ذرا سی وہاں بھی تکلیف پیش آگئی تو اسکی وجہ سے پریشان ہونا اور دوسروں کو پریشان کرنا کونسی عقل کی بات ہے۔ (الحج المبرور ص ۲۶۹)

ایسی تدبیر جس سے سفر حج کی اور وہاں کی تکلیفوں کا احساس نہ ہو

اگر پہلے ہی سے یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ سفر آخرت کا سفر ہے پھر کوئی کلفت معلوم نہ ہو۔ اور واقعی یہ سفر سفر آخرت کے مشابہ ہے کہ اپنے گھر بار زمین جائداد وغیرہ کو چھوڑ کر اقرباء (اور گھر والوں سے) رخصت ہو کر جاتا ہے اور تھوڑا سا سامان ساتھ لے لیتا ہے جیسا کہ مردہ سب سامان چھوڑ کر صرف کفن ساتھ لے جاتا ہے۔ تو اگر پہلے ہی سے یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ سفر آخرت کا سفر ہے پھر کوئی کلفت معلوم نہ ہو۔ مگر آج کل تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جیسے گھر میں آرام کے ساتھ بسر کرتے ہیں ویسی ہی حج کے سفر میں رہیں حالانکہ سفر میں کچھ مشقت اور تکلیف کا ہونا ضروری ہے۔

دل میں اگر شوق اور محبت ہوتو پھر کوئی بھی تکلیف تکلیف نہیں رہتی ۔اور جہاں بیت اللہ پر ایک نظر پڑی اسی وقت سب تکلیف ختم ہو جاتی ہے اس وقت یاد بھی نہیں آتا کہ اس سے پہلے کیا کیا پیش آیا تھا بس وہ حال ہوتا ہے جو جنّت میں پہنچ کر جنتیوں کا ہوگا اَلْـحَـمْـدُ لِلّٰهِ الَّـذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنْ اِنَّ رَبَّنَالَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ الَّذِیْ اَحَلَّنَادَارَالْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَـمُسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَ لَا یَمَسَّنا فِیْهَا لُغُوْب (پ۲۲) یعنی جنتی جنت میں پہنچ کر کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے رنج وغم کو دور کر دیا بے شک ہمارا خدا بڑا بخشنے والا قدرداں ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ٹھکانے کے لئے گھر میں پہنچا دیا جس میں نہ ہم کو کوئی مشقت معلوم ہوتی ہے نہ کچھ تھکن محسوس ہوتی ہے یہی حال بیت اللہ کو دیکھ کر اہل شوق کا ہوتا ہے۔ (الحج المبرور ص ۲۶۳)

باب ۶

مال حرام سے سفرِ حج

(سوال) جس شخص کے پاس مال حرام ہے تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اور جبکہ وہ روپیہ صرف ہوگیا اور مالک روپیہ سے اجازت لے لی تو اب وہ مال حلال ہوگیا مگر اب صرف ہو چکا ہے تو اب اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو سوال کرے یا قرض لے کر ضروری ہے۔

(الجواب) مال حرام [۱] جب اپنے مال میں مخلوط ہو جائے ملک میں داخل ہو جاتا ہے اس لئے حج فرض ہو جائے گا۔ اور فرض ہونے کے بعد مال کے صرف ہو جانے سے فرض بحالہ (باقی) رہتا ہے، لیکن سوال نہ کرے البتہ اگر ادا کی امید ہو تو قرض لینا جائز ہے۔

(کذا فی ردّ المحتار اول کتاب الحج) (امداد الفتاویٰ ج۲ ص۱۷۲)

بعض اوقات کسی شخص کے پاس حرام مال اس مقدار میں جمع ہو جاتا ہے کہ حج کو کافی ہو مگر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو مال حرام ہے اس کا حج میں خرچ کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور مال حلال میرے پاس اس قدر ہے نہیں اس لئے میرے ذمہ حج فرض نہیں اور یہی خیال بعض لوگوں کا زکوٰۃ میں بھی ہے پس یہ لوگ نہ حج کرتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں سو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ حج و زکوٰۃ کی فرضیت کا مدار مال کی خاص مقدار کا مالک ہونا ہے، اس کے حلال ہونے کو فرضیت میں دخل نہیں اس لئے ایسے شخص کے ذمہ حج اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں۔

(تسہیل المواعظ، وعظ اخلاص، ص۱۹)

---

(۱) خلط کرنے سے مال حرام ملک میں داخل ہو جاتا ہے مگر دین شمار ہوتا ہے اس لئے مال حرام سے زائد اگر بقدر استطاعت مال ہو تو حج فرض ہوگا ورنہ نہیں۔ رشید احمد غفرلہ۔

مال حرام میں حج کب واجب ہے

رشوت اور سود میں لی ہوئی رقم کا حکم

باقی جس نے خود رشوت لی ہے اور وہ جانتا ہے کہ فلاں فلاں سے میں نے رشوت لی ہے اس کو اس حیلہ پر عمل کرنا جائز نہیں، بلکہ اس پر واجب ہے کہ جس سے رشوت لی ہے اس کو رقم واپس کردے، اور جس سے سود لیا ہے اسکو سود واپس کردے، پھر اسکے بعد دیکھے کہ حلال آمدنی کتنی بچتی ہے اگر اس میں حج کر سکے تو حج کو جائے ورنہ اس پر حج فرض ہی نہ ہوگا۔
مگر آج کل تو لوگوں نے سستا نسخہ یاد کرلیا ہے کہ حرام مال خوب کماؤ بعد میں ادلا بدلا کر کے اسکو حلال کرلیں گے یہ محض خدا تعالیٰ کے ساتھ بہانہ ہے جو کبھی جائز نہیں۔ (الحج المبرور)
بعض لوگ رقم کی بابت احتیاط نہیں کرتے، رشوت وغیرہ کی رقم لے کر حج کو جاتے ہیں، کبھی اور کوئی حرام کمائی ہوتی ہے حالانکہ حرام کمائی کے ساتھ حج قبول نہ ہوگا، اس کا بہت خیال کرنا چاہیے کہ زاد وراحلۃ (یعنی کرایہ اور سفر خرچ) وغیرہ مال حرام سے نہ ہو حلال کمائی ہونی چاہیے۔ (الحج المبرور)

حیلہ کی علمی وفقہی تحقیق

حیلہ اختیار کرنے کے بعد بھی گناہ ہوگا گو حج صحیح ہوجائیگا

فقہاء نے حیلہ کی جو صورت بیان کی ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ اس حیلۃ کے بعد گناہ سے بھی بچ جائے گا گناہ پھر بھی رہے گا کیونکہ اس حیلہ کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس

حرام کی رقم ہواور وہ کسی دوسرے سے قرض روپیہ لے کر اس سے حج کر کے بعد میں اس قرض کو اس حرام روپیہ سے ادا کر دے تو فقہاء لکھتے ہیں کہ اس صورت میں حج صحیح ہوگا۔ کیونکہ قرض گو انتھاءً معاوضہ ہے مگر ابتداً تبرّع ہے تو گویا اس نے ایسے مال سے حج کیا جو اس کو دوسرے کے پاس سے تبرعاً ملا ہے، اور انتھاءً جو مبادلۃ تھا سو وہ مبادلۃ دیون میں ہے عین میں نہیں یعنی جب اس نے ادا کیا ہے اس کا دین اس دوسرے کے ذمہ واجب ہو گیا پھر دونوں دین میں مقاصّہ ہو گیا، اس لئے حرام روپیہ ادا کرنے سے اُس روپیہ میں خُبث نہ آئے گا جو پہلے قرض لیا گیا تھا، اس سے فقہا کی فہم کا اندازہ ہوتا ہے بھلا خشک محدث ان دقائق کو کہاں سمجھ سکتا ہے۔ لیکن فقہا کا اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ اس صورت میں حج صحیح ہو جائیگا، حج میں کوئی خرابی نہیں یہ مطلب نہیں کہ گناہ نہ ہوگا۔ اس صورت میں یہ شخص دوسری معصیت کا مرتکب ہوا وہ یہ ہے کہ دوسرے شخص کو حرام مال استعمال کے لئے دیا۔

(الحج المبرور ص ۲۶۰)

بعض لوگوں کی غلط فہمی اور زبردست غلطی

بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ حرام مال کما کر جاتے ہوئے دوسرے شخص کے حلال مال سے اس کو بدل لیتے ہیں گویا خدا سے بہانہ کرتے ہیں، مگر اس سے کچھ نہیں ہوتا بدلین کا ایک ہی حکم ہوتا ہے اس بدلنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حلال مال بھی حرام ہو جاتا ہے۔

فقہا کے ذکر کردہ حیلۃ کا موقع استعمال

کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ فقہاء نے بھی تو ایسا حیلہ لکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ حیلہ اس طرح نہیں جس طرح تم کرتے ہو کہ حلال

وحرام کا ادلہ بدلہ کرتے ہو ، وہ حیلہ دوسرا ہے، دوسرے فقہاء نے وہ حیلہ بھی اس لیےنہیں لکھا کہ اس کے سہارے سے حرام مال کمایا کریں اور اس کو اپنے تصرف میں لایا کریں۔
فقہانے وہ حیلہ صرف اس واسطے بیان کیا ہے کہ اگر کسی وقت کسی کے پاس ایسی رقم آ جائے جو کمانے والے نے تو حرام طریقہ سے کمائی ہومگر اسکے پاس حلال طریقہ سے آئی ہو مثلاً کسی کو میراث میں رقم مل گئی اور مرنے والا سود خور ، رشوت خور تھا، اب یہ پتہ نہیں کہ یہ ساری میراث سود اور رشوت ہی کی ہے یا بالکل حلال ہے یا دونوں قسم کا روپیہ ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ رشوت کس کس سے لی تھی ،اس صورت میں آسانی کے لیے فقہاء نے وہ (حیلہ) اور صورت بیان کردی۔ (الحج المبرور ملحقہ سنت ابراہیم ص ۲۵۹)

حرام مال میں بھی حج واجب ہے گو اسکا حج قبول نہ ہوگا

ایک کوتاہی یہ کہ بعض اوقات ایک شخص کے پاس حرام مال اتنی مقدار میں جمع ہو جاتا ہے کہ حج کو کافی ہو جائے مگر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو مال حرام ہےاس کا حج میں خرچ کرنا اور بھی زیادہ برا ہے، اور حلال مال میرے پاس اس قدر ہے نہیں اسلئے میرے ذمہ حج فرض نہیں اور یہی خیال بعض لوگوں کا زکوٰۃ میں بھی ہے پس یہ لوگ نہ حج کرتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔
سوخوب سمجھ لینا چاہیئے کہ حج وزکوٰۃ کی فرضیت کا مدار مال کا مالک ہونا ہے اسکے حلال ہونے کو فرضیت میں دخل نہیں اس لئے ایسے شخص کے ذمہ حج اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں۔البتہ حرام مال سے جو حج ہوگا وہ مقبول نہ ہوگا لیکن فرض ادا ہو جائیگا یعنی اس شخص پر یہ موخذاہ نہ ہوگا کہ حج کیوں نہ کیا گو یہ مواخذہ ہو کہ مال حرام کیوں جمع کیا؟ اور اس سے کیوں نفع اٹھایا؟ سو ادا ہو جانا اور چیز ہے اور قبول ہونا دوسری چیز۔

(اصلاح انقلاب)

حج قبول ہونے کی تدبیر

اور اگر قبول ہونا بھی چاہتا ہے اوراس حرام مال کےسوااس کے پاس اور کچھ نہ ہو تو ایسا کرے کہ کسی کافر سے قرض لے کراس کو حج کے لئے الگ رکھے پھر خواہ وہ قرضہ اگلے ہی دن خواہ تھوڑی ہی دیر کے بعداس حرام مال سے ادا کردے تو یہ روپیہ قرض لیا ہوااس کی بہ نسبت غنیمت ہوگا۔

صرف مال بدلنا کافی نہیں

اور بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ دوسرے کے روپئے سے بدل لیں سو اگر ہاتھ در ہاتھ بدلا تو یہ بدلے کا روپیہ بھی ایسا ہی حرام ہو جائے گا جیسا اصل کے پاس کا روپیہ تھا، دست بدست لینے کا اور حکم ہےاور قرض لے کر پھر ادا کرنے کا اور حکم ہے۔

گناہ اب بھی باقی ہےاور مستحقین کوحق پہنچانا واجب ہے

اور اس تدبیر کے بتلانے کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ حرام مال جمع کرنے کی اجازت دی جاتی ہے ، یاایسا کرنے کے بعدحرام مال جمع کرنے کا گناہ اتر گیا، یااس کے تدا رک (اورتلافی) کی شرعاًضرورت نہ رہی۔حاشا وکلّا ہرگز یہ مطلب نہیں۔
حرام مال لینے کا جو گناہ ہے وہ اب بھی باقی ہےاوراسکا تدارک یعنی تلافی اب بھی واجب ہے یعنی جن لوگوں کا وہ حق ہے ان کو واپس کرنا ضروری ہےاورجس کا مستحق نہ ملے اسکے ورثاءکو دینا اور جہاں معلوم نہ ہو اس قدر مال مستحقین کی طرف سے مساکین کو دے دینا (یعنی

صدقہ کرنا) اور اس سب کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا (ضروری ہے) اور اگر بالفعل تدارک (وتلافی) پر قادر نہ ہوتو اس کی فکر میں رہنا، اور جتنی جتنی گنجائش ہوتی جائے اتنا اتنا ادا کرتے رہنا یہ سب واجب ہے۔

غرض اس حیلہ سے حرام وحلال کے احکام نہیں بدل گئے یا رفع (یعنی ختم) نہیں ہو گئے۔ مقصود اس سے اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ یہ لوگ جو حج وزکوٰۃ اپنے ذمہ فرض نہیں سمجھتے یہ ان کی غلطی ہے۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۵۹)

حرام مال سے جو حج کیا جائے وہ قابل قبول نہیں ہوتا

بعض لوگ ایک کوتاہی یہ کرتے ہیں کہ رقم کی بابت احتیاط نہیں کرتے، رشوت سود وغیرہ کی رقم لے کر حج کو جاتے ہیں، کبھی اور کوئی حرام کمائی ہوتی ہے حدیث میں آتا ہے

رُبَّ شَعْثٍ اَغْبَر يُطِيْلُ سَفَرَهٗ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَمَا كَلُهٗ حَرَامٌ يَرْفَعُ يَدَيْهِ يَدْعُوْااللّٰهَ فَانّٰى يُسْتَجَابُ لَهٗ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الْسَّلَامُ

(ترجمہ) بہت سے پراگندہ بال خستہ حال آدمی جو لمبا سفر کرتے ہیں، ہاتھ اٹھا اٹھا کر خدا سے دعائیں کرتے ہیں حالت یہ ہے کہ لباس بھی حرام کا ہے، اور غذا بھی حرام ہے، پھر ان کی دعا کیوں کر قبول ہو"

اس سے معلوم ہوا کہ حرام کمائی کے ساتھ دعا قبول نہیں ہوتی اور دعا بھی عبادت ہے تو اسی سے دوسری عبادات کا حال سمجھ لیا جائے کہ عبادتیں بھی اگر حرام مال سے کی جائیں گی قبول نہ ہوں گی۔ پس حرام کمائی کے ساتھ حج بھی قبول نہ ہوگا۔ اس لئے اس کا بہت خیال کرنا چاہیے کہ زاد وراحلۃ (یعنی توشہ کھانے پینے کا سامان اور سواری کرایہ) اور روپیہ وغیرہ حرام مال سے نہ ہو۔ حلال کمائی ہونی چاہئے۔ (الحج المبرور)

یہ خیال غلط ہے کہ آج کل حلال آمدنی کہاں

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ آج کل تو اکثر آمدنیاں حرام ہی ہیں پھر کسی کا بھی حج مقبول نہ ہوگا سو یہ بالکل غلط ہے۔ وہی فقہا جو رحمت عالم ہیں ان سے پوچھو دریافت کرو جو آمدنی ان کے فتوے سے جائز وحلال ہو اس کو حلال سمجھو، اور فتویٰ کی رو سے بہت سی آمدنیاں اب بھی حلال ہیں اس میں زیادہ غلو کرنے اور تقویٰ بگھارنے کی ضرورت نہیں۔حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ دین میں غلو مت کرو یعنی بات بات میں شبہات مت نکالو بال کی کھال نہ کھینچو، ظاہر میں تو غلو اچھا معلوم ہوتا ہے۔انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس میں کیا حرج ہے یہ تقویٰ ہے کہ میں ذرا ذرا بات کی چھان بین کرتا ہوں۔لیکن ایسے تقویٰ کی انتہا معصیت پر ہوتی ہے۔ (الحج المبرور ص ۲۶۸)

اُس حیلہ پر عمل کرنے سے گناہ ہونے کی شرعی دلیل

حرام مال کا نہ خود کھانا جائز ہے نہ دوسروں کو کھلانا جائز ہے حتیٰ کہ کافر کو بھی حرام مال کھلانا جائز نہیں، یہاں تک کہ ناپاک چیزوں کا کھلانا جانوروں کو بھی جائز نہیں بعض لوگ ایسا کھانا جس میں کتّا منھ ڈال جائے بھنگی کو دے دیتے ہیں یہ ناجائز ہے بلکہ یہ چاہیئے کہ اس سے کہہ دیں کہ اس چیز کو پھینک دو اس کے بعد اگر وہ خود کھالے یا اپنے گھر لے جائے یہ اس کا فعل ہے تم خود اس کو استعمال کے لئے مت دو غرض رشوت اور سود کا مال قرض میں دینا بھی جائز نہیں حدیث شریف میں ہے لَعَنَ اللّٰہُ آکِلَ الرِّبٰو وَمُوْکِلَہ یعنی خدا لعنت کرے سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر۔اس سے مراد دوسرے کو (سودی رقم) دینا ہے چونکہ لینا دینا سبب ہوجاتا ہے کھانے پینے کا اسلئے اسکو آکلہ وموکلہ سے تعبیر فرمایا مقصود یہ ہے کہ سود

لینے والے اور سود دینے والے دونوں پر لعنت ہے۔ اس میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ سود لے کر کسی دوسرے شخص کو وہ روپیہ اپنے قرض میں دیا جائے ، اس صورت میں اس نے اس کو سود کا روپیہ دیا ایک گناہ تو یہ ہوا اس سے بڑھ کر ایک اور گناہ کا مرتکب ہوا وہ یہ ہے کہ اکثر لوگ حرام کا روپیہ قرض میں دے کر اپنے آپ کو بری سمجھتے ہیں ، ان کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ ہم نے کوئی گناہ بھی کیا ہے تا کہ اس سے توبہ کریں اور اگر اس دوسرے شخص کو خبر نہیں کی کہ یہ روپیہ سود اور رشوت سے ہم نے حاصل کیا تھا جو تم کو قرض کے بدلہ میں دے رہے ہیں تو دھوکہ دینے کا تیسرا گناہ اور ہوا۔ خلاصہ یہ کہ حرام کمائی کرنے والے حج کو جاتے ہوئے جس طرح ادلا بدلا کرتے ہیں اس سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا وہ مال جو بدلہ میں لیا جاتا ہے حرام کا حرام ہی رہتا ہے اور جو حیلہ فقہاء نے بیان کیا ہے اس طریقہ سے اگر چہ حج صحیح ہوتا ہے مگر ایک گناہ کے بدلہ کئی گناہ لازم ہو جاتے ہیں اس لئے اسکی بہت ضرورت ہے کہ حج کے لئے خالص حلال سفر خرچ لیا کریں (ورنہ حج قبول نہ ہوگا گو صحیح ہو جائیگا۔)

(الحج المبرور ملحقہ سنت ابراہیم ص ۲۶۰)

باب ۷

سفرِ حج میں تجارت

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَبِّكُمْ (پ۲ بقرہ)

(ترجمہ وتفسیر) اور اگر حج میں کچھ اسباب تجارت ہمراہ لے جانا مصلحت سمجھو تو تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ حج میں معاش کی تلاش کرو، جو تمہاری قسمت میں تمہارے پروردگار کی طرف سے لکھی ہے۔ (بیان القرآن)

فائدہ:- (حج میں) تجارت کی تصریح اس لئے فرمائی کہ اسلام کے پہلے ان ایام میں تجارت کیا کرتے تھے، اسلام کے بعد شبہ ہوا کہ شاید (حج میں تجارت کرنا) گناہ ہو اسلئے گناہ نہ ہونا بتلا دیا پس مباح تو یقیناً ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اخلاص کے خلاف تو نہیں سو اس میں اس کا حکم اور مباحات (یعنی دیگر جائز کاموں) کے مثل ہے کہ اس کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اگر حج سے مقصود اصلی تجارت ہی ہے، یا حج اور تجارت دونوں مساوی درجہ میں ہیں تو بیشک اخلاص کے خلاف ہے۔ اور حج کا ثواب کم ہو جائیگا۔ اور اگر اصلی مقصود حج ہے اس طور پر کہ اگر تجارت کا سامان نہ رہے تب بھی حج کو ضرور جائے اور تجارت محض تابع ہے تو اخلاص کے خلاف نہیں۔ بلکہ اگر اس کے ساتھ یہ نیت ہو کہ تجارت کے نفع سے حج میں اعانت ہوگی تو اور اوپر سے تجارت میں ثواب ملے گا۔

(بیان القرآن ص ۱۱۵)

حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے حج میں بھی تجارت کی اجازت دے دی

حق تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اپنے خاص دربار کی زیارت کو آتے ہوئے بھی یعنی حج کے سفر میں تجارت کی اجازت دے دی، بھلا اگر تم کسی بادشاہ یا ادنیٰ حاکم سے ملنے جاؤ اور ساتھ ہی تجارتی مال بھی لے جاؤ تو اس کو یہ کتنا ناگوار ہوگا۔اس کے دل میں تمہاری ملاقات کی کچھ وقعت نہ ہوگی ،مگر حق تعالیٰ نے اجازت دے دی کہ سفر حج میں تجارت کرنا گناہ نہیں، بلکہ قواعد فقہ سے ایک صورت میں یہ تجارت مستحب ہے جبکہ یہ نیت ہو کہ اس سے رقم بڑھے گی تو سفر حج میں سہولت ہوگی اور فقیروں کی امداد بھی کریں گے (یا اور کوئی خیر کی نیت ہو مثلاً دینی کتابیں خریدیں گے)

حج میں تجارت اخلاص کے خلاف ہے یا نہیں

رہی یہ بات کہ اس صورت میں خلوص ہوگا یا نہیں اسکے جواب میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اصل مقصود حج ہے اور تجارت تابع ہے جس کی علامت یہ ہے کہ اگر تجارت کا سامان نہ ہوتا تب بھی حج کو ضرور جاتا تو اس صورت میں خلوص باقی ہے اور حج کا ثواب بھی کم نہ ہوگا ،اور اگر حج وتجارت دونوں کی نیت برابر درجہ میں ہے تو اس صورت میں تجارت جائز ہے مگر خلوص کم ہوگا اور ثواب بھی کم ہوگا۔اور جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حج کے ساتھ ایک مباح فعل کو شامل کرلیا ہے ۔ اور اگر تجارت اصل مقصود ہے اور حج تابع ہے تو اس صورت میں گناہ ہوگا اور یہ شخص مخلص نہیں ریا کار ہوگا کیونکہ مخلوق کو دھوکہ دے رہا ہے کہ جاتا ہے تجارت کے لئے اور ظاہر کرتا ہے کہ حج کو جارہا ہوں ۔

(تجدید معاشیات ص۲۰۴) (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص۱۰۰)

حج میں تجارت کرنا افضل ہے یا نہیں

رہی یہ بات کہ اگر اصل مقصود حج ہو اور تجارت تابع ہو تو اس صورت میں مال تجارت لے جانا افضل ہے یا نہ لے جانا۔ تو اگر زادراہ خرچ وغیرہ بقدر کفایت موجود ہو تو افضل یہ ہے کہ تجارت کا سامان نہ لے جائے کیونکہ اس میں خلوص زیادہ ہے اگر زادراہ بقدر ضرورت ہے لیکن بقدر کفایت نہیں (یعنی مشکل سے کام چل سکے گا) اور تجارت کی نیت تابع ہے تو اس نیت سے کہ سفر میں سہولت ہوگی اس نیت سے اس کے لئے مال تجارت لے جانا باعث ثواب ہے۔
(تجدید معاشیات ص ۲۰۴) (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۱۰۰)

حج میں تجارت کا درجہ اور اسکی مثال

حج میں تجارت کا درجہ مقصود بالغرض ہونے میں ایسا ہے جیسے روزہ کی حالت میں غسل کرنے کا کیا اچھا فیصلہ ہے اگر جزع فزع کی وجہ سے (گویا بطور شکایت کے) ہو تو مکروہ ہے۔ اور اگر جزع فزع (یعنی بے چینی اور پریشانی) دور کرنے کے لئے ہے کہ اعانت علی الصوم ہے (یعنی روزہ میں مدد ملے گی) تو جائز ہے چنانچہ ابوداؤد میں روایت ہے کہ آپ نے روزہ میں غسل کیا تو جیسے غسل روزہ میں ہے ویسے تجارت حج میں ہے کہ اگر حج اس لئے ہے کہ تجارت کریں گے تو مکروہ و ناجائز ہے، اور اگر تجارت اس لئے ہے کہ حج اچھی طرح اطمینان سے کریں گے تو جائز ہے۔ [۱] (روح العجّ والثجّ، سنت ابراہیم ص ۴۱۶)

بعض لوگ حج کو اس غرض سے جاتے ہیں کہ بکّری اور تجارت کریں گے، حج کو ایسا سمجھتے ہیں جیسا پیران کلیر اور اجمیر کا عُرس جن کی شان ایک میلۂ تجارت سے زیادہ نہیں تو اگر حج اس واسطے کیا ہے کہ بکّری ہوگی تو حج خراب ہو گیا اور اس کا سارا سفر بکّری بکّری ہو گیا۔

(اشرف العلوم)

---

(۱) آج کل بقدر سہولت و اعانت پیشگی رقم جمع کرالی جاتی ہے جو وہاں جا کر ملتی ہے لہذا سہولت و اعانت کی غرض سے تجارت کی ضرورت باقی نہیں رہتی (مرتب)

باب ۸

حج کی خصوصیت اور متفرق فوائد

حج کی طرف قدرتی کشش

افعال حج میں سے اول سے اخیر تک ایک فعل بھی عقلی قانون کے مطابق نہیں مگر اس کے باوجود عجیب بات ہے کہ انسان کو حج کی طرف اس قدر کشش ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا، حالانکہ اس کی غایت مدرک بالعقل بھی نہیں (یعنی اسکے افعال کی عقلی حکمتیں بظاہر سمجھ میں نہیں آتیں) بلکہ جن طاعات کی غایات مدرک بالعقل ہیں (یعنی عقل جن کی مصلحتوں کو سمجھتی ہے) انکی طرف اتنی کشش نہیں ہوتی مثلاً نماز کہ اس کے متعلق تو ارشاد ہے وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ (وہ گراں اور بار ہے) اس کے پڑھنے میں اتنی کشش تو کیا ہوتی بلکہ بہتوں کو گرانی ہوتی ہے مگر حج میں خدا جانے کیا جذبہ غیبی ہے جو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

(روح الحجّ والثجّ ملحقہ سنت ابراہیم ص۴۰۳)

حج کی مثال شہادت کی سی ہے

حج کی مثال شہادت جیسی ہے شہید بھی جنت میں یہ تمنا کرے گا کہ میں دوبارہ دنیا میں جاؤں اور خدا کے راستہ میں بار بار شہید ہوں۔ بھلا اور تو اور حضور ﷺ جیسے کامل بھی بار بار شہادت کی تمنّا فرماتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ وَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ (الحدیث) میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

آخر آپ کے دل پر کچھ تو گذرتی ہوگی جو یوں بار بار قتل کی تمنّا فرماتے ہیں یہی حال حج کا ہے کہ اس سے بھی دل کبھی سیر نہیں ہوتا۔(تحصیل المراد ص ۳۱۴)

حج مبرور کی خاصیت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حج مبرور سے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں حج کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یہ حاصل ہے حج کا اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ حج کا خاصہ کیا ہے۔ چنانچہ حج کرنے والوں کو دیکھا جاتا ہے کہ حج کے بعد ان پر محبت کا رنگ غالب ہو جاتا ہے اگر کوئی عارض مانع نہ ہو گیا ہو۔(التھذیب ص ۳۴۸)

حج حق تعالیٰ سے عشق ومحبت کا ذریعہ ہے جس سے حاجی ایک حج میں واصل اور کامل ہوسکتا ہے

اللہ تعالیٰ نے ایک عبادت حج کی مقرر فرمائی جس کی بِنا یہ ہے کہ چوں کہ بغیر حال کے قال بیکار ہے، دل پر بھی چرکہ (چوٹ) لگانے کی ضرورت تھی، اس لئے عشق ومحبت کی دل پر چوٹ لگانے کے لئے یہ ایک عبادت ایسی بھی مشروع ہوئی جس میں ابتداء سے انتہا تک جنونِ عشق کی کیفیت ہوتی ہے یعنی حج۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ سب باتیں ظاہری ہی ہیں، نہیں صاحب انکا دل پر بڑا اثر ہوتا ہے، احرام کی کیفیت دیکھ کر دشمنوں پر بھی اثر ہوتا ہے کہ بادشاہ اور غلام سب ننگے سر ہیں، چادر لنگی پہنے ہوئے ہیں، ناخن بڑھے ہوئے بال پریشان ہیں، نہ خوشبو لگا سکتے ہیں نہ ناخن کتر سکتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے **لبیک اللھم لبیک** پکارتے ہیں، جب حاجی لَبَّیْکَ کہتے ہیں تو پتھر بھی موم ہو جاتا ہے۔ (محاسن اسلام)

کعبۃ کو دیکھ کر رونا کیوں آتا ہے

پھر جب مکۃ پہنچتے ہیں اور کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو نظر کے ساتھ ہی آنکھوں سے گھڑوں پانی بہنے لگتا ہے، کیا سب باتیں ہی باتیں ہیں، کوئی تو چیز ہے جو یوں بے تاب کر ڈالتی ہے، یہ رونا نہ معلوم خوشی کا ہے یا غم کا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا، ہمارے حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ رونا گرم بازاری عشق کا ہے۔

غرض حج ایسی عبادت ہے کہ اگر اس کو طریقہ سے ادا کیا جائے تو انسان ایک ہی حج میں واصل ہو جاتا ہے۔ (محاسن الاسلام ص ۳۱۹)

حج اصلاح و تربیت کا بھی ذریعہ ہے

حج کے ارکان اور اس کی تعلیم سے جو برکات حاصل ہوتے ہیں۔ (ان میں سے ایک یہ) ہے کہ اس میں انسان کو عملی صورت میں سادگی کے اختیار کرنے اور تکلفات اور تکبر کے چھوڑنے کا سبق دیا جاتا ہے۔

حج کے سارے ارکان کبر اور بڑائی کے بڑے دشمن ہیں۔ دور دراز کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے، احباب واقارب چھوٹ جاتے ہیں نفس پروری اور سستی وکاہلی کا استیصال (یعنی خاتمہ) ہو جاتا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہزار ہا سال سے انسان کے لئے خدا تعالیٰ کا ایک پاک معاہدہ چلا آتا ہے جس کا ایفاء حج کی ادائیگی کے ذریعہ ہوتا ہے پس اس طرح اس میں ایفاء عہد (وعدہ پورہ کرنے) کی بھی تعلیم ہے۔ (المصالح العقلیۃ ص ۱۹۱)

سفر حج سفر آخرت کے مشابہ ہے

سفر حج میں کفن ساتھ لے جانے کی رسم

یہ سفر سفرِ آخرت کے مشابہ ہے کہ اپنے گھر بار زمین جائداد وغیرہ کو چھوڑ کر اقرباء سے رخصت ہو کر جاتا ہے اور تھوڑا سا سامان ساتھ لیتا ہے جیسا کہ مُردہ سب سامان چھوڑ کر صرف کفن ساتھ لے جاتا ہے۔

بلکہ بعض حاجی بھی اس خیال سے کہ موت ہر ایک کے ساتھ ہے نہ معلوم کس وقت موت آجائے کفن بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں، اور عوام تو اس کو بہت ہی ضروری سمجھتے ہیں مگر افسوس ہے کہ کفن ساتھ لے کر بھی وہ کام نہیں کرتے جو کفن پہننے والے کو کرنے چاہیے۔ جب کفن ساتھ لیا تھا تو چاہیے تھا کہ اپنے آپ کو اسی وقت سے مردہ تصور کرتے، اور ساری شیخی اور تکبر کو یہیں چھوڑ جاتے اور پہلے سے زیادہ اعمالِ آخرت کے لئے کوشش کرتے مگر کچھ نہیں یہ کفن ساتھ لینے کی بھی ایک رسم ہو گئی ہے۔

سفر حج اس اعتبار سے بھی قبر کے مشابہ ہے کہ جس طرح قبروں میں دو آدمی پاس پاس دفن ہوتے ہیں مگر ہر ایک کا جدا حال ہوتا ہے کوئی راحت میں ہے کوئی عذاب میں ہے ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح حج میں ایک شگفتہ (راحت میں) ہے دوسرا اس کے برعکس ہے اور ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہوتی ہے۔ دوسرے کی فکر کسی کو نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ۔ (الحج المبرور ص ۳۶۲)

سفر حج گویا آخرت کا سفر ہے حج کا احرام گویا تمہارا کفن ہے

تعجب نہیں کہ حج پورا ہونے سے پہلے تمہار جنازہ تیار ہو جائے

حج کا سفر آخرت کے سفر کی طرح ہے لہذا اس پر ضرور نظر کر لینا چاہیے کہ حج کی سواری پر سفر کرنا (بلکہ تمہارا یہ پورا سفر حج) اس قابل ہو کہ سفر آخرت کی سواری کا توشہ ہو سکے کیونکہ سفر آخرت آدمی سے بہت قریب ہے کیا معلوم کہ موت قریب ہو اور اونٹ (یا بس) کی سواری سے پہلے ہی آخرت کے تابوت (جس میں جنازہ رکھا جاتا ہے اس) پر ہو جائے۔

احرام کی دو چادروں کے خریدنے کے وقت اپنے کفن کو اور اس میں اپنے لپٹنے کو یاد کرو، کیونکہ احرام کی چادر اور تہبند کو اس وقت باندھو گے جبکہ خانہ کعبہ کے نزدیک پہنچو گے اور تعجب نہیں کہ یہ سفر پورا نہ ہو اور خدا تعالیٰ سے کفن میں لپٹے ہوئے ملاقات ہونا یقینی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جل شانہ کی زیارت بھی مرنے کے بعد بجز اس صورت کے نہ ہوگی کہ دنیا کے لباس سے مختلف لباس ہو۔ کیونکہ احرام کا کپڑا کفن کے کپڑے کے مشابہ ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۸۶)

سفر حج میں آخرت کا استحضار اور موت کا مراقبہ قدم قدم پر کرو

جنگل میں داخل ہو کر میقات تک گھاٹیوں کے دیکھنے میں وہ ہول واحوال (اور خوفناک منظر) یاد کرو جو موت کے باعث دنیا سے نکل کر قیامت تک ہوں گے کیونکہ اس کے ہر ایک حال کو اسکی کیفیت سے مناسبت ہے، مثلاً رہزنوں (لٹیروں ڈاکوؤں اور آج کل قدم قدم پر قانونی کارروائی میں سختی اور سامان وغیرہ کی تلاشی، اور ٹکٹ پاسپورٹ وغیرہ کی تحقیق و جانچ) سے منکر نکیر کے سوال کی دہشت یاد کرنا چاہیے۔

اور جنگل کے درندوں سے قبر کے سانپ بچھو اور کیڑوں کا دھیان کرو، اور اپنے گھر بار اور اقارب (رشتہ داروں) کے علحدہ ہونے سے قبر کی وحشت اور سختی اور تنہائی کو سوچو۔

(المصالح العقلیہ ص ۸۷)

حج کی حقیقت

حج کی حقیقت مشاہدہ ہے، حج کا لفظ بھی اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ لغت میں حج کے معنیٰ قدوم غلبہ کے بھی ہیں، اور قدوم وصال کا ہم معنی ہے، اور غلبہ کامیابی کا مرادِف ہے پس لفظ حج میں وصال اور کامیابی پر دلالت ہے، حج کا حاصل یہ ہے کہ ایسے وسائط سے (مثلاً خانہ کعبہ کا طواف اور دیگر افعال سے) تعلق پیدا کیا گیا ہے جن سے تعلق مع اللہ کو قوّت ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ اور تمام عبادات تو مجاہدہ ہیں اور حج مشاہدہ ہے۔ جو لوگ طریق مجاہدہ (یعنی مجاہدے کی منزلیں) طے کر چکے ہیں وہ واقعی صرف حج بیت نہیں کرتے بلکہ حج ربّ البیت کرتے ہیں، ان کو ظاہری آنکھوں سے گو (حق تعالیٰ کا) دیدار نصیب نہ ہو، مگر حج میں قلب سے ان کو مشاہدہ حق ضرور حاصل ہوجاتا ہے۔

جب حق تعالیٰ نے حج کے افعال کو مشروع کیا ہے تو ان میں اثر بھی رکھا ہے اس کا مشاہدہ اس سے ہوتا ہے کہ بیت اللہ کے برابر کسی چیز کا دل پر اثر نہیں ہوتا، بیت اللہ کو دیکھ کر گھڑوں پانی آنکھوں سے امنڈتا ہے۔ روضہ اقدس (ﷺ) کو دیکھ کر جو حالت ہوتی ہے وہ اس قسم کی نہیں جو بیت اللہ کو دیکھ کر ہوتی ہے۔ وہاں رونا محبتِ جمال سے ہوتا ہے اور یہاں محبت جلال سے اور کیوں نہ ہو مشاہدۂ بیت میں مشاہدہ ربّ البیت کا اثر کچھ تو ہونا چاہیے۔

(تحصیل المرام سنت ابراہیم ص ۳۱۲)

حج کی روح فناءِ نفس یعنی اپنے کو مٹانا اور وصول الی اللہ ہے

حج کی روح وصول الی اللہ ہے جس کی صورت بیت اللہ کا حج ہے، حج کی روح فناء نفس ہے۔ فنا کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے ارادے اپنی خواہش اور ہوائے نفس بالکل ترک

کر دے۔(یعنی حق تعالیٰ کے ارادہ کے تابع کر دے) کیونکہ حق تعالیٰ کے ارادہ کا اتباع کمال اور مطلوب ہے۔مثلاً ہمارا اراداہ دوڑ نے کا ہوا سو چا کہ حق تعالیٰ کا ارادہ تشریعیہ ہمارے دوڑ نے کے متعلق ہے یا نہیں؟ یا مثلاً ہم نے جس وقت اٹھنے کا ارادہ کیا تو ہم نے شریعت سے پو چھا اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا ارادہ اس کے متعلق ہے تب اٹھیں گے ورنہ نہیں۔اسی طرح مثلاً کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا چاہا تو شریعت سے پوچھا ھل یجوز ام لا دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب ملا لا یجوز جائز نہیں فوراً آنکھ نیچی کر لی۔پس فنا کی یہ حقیقت ہے۔اور حج میں یہ بات مختلف وجوہ سے پائی جاتی ہے۔شروع سے اخیر تک اس میں اِفناء (یعنی اپنے کو مٹانا) ہے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ تمام جذبات فنا کر دیئے کہ خوشبو مت لگاؤ، سلے ہوئے کپڑے مت پہنو، بیوی سے دل مت بہلاؤ، شکار مت کرو، نہاؤ مت، میل کچیل مت صاف کرو، خوشبودار کھانا مت کھاؤ، ایک بات ہوتو کہا جائے۔

اگر کسی جگہ ایسی حرکت کا ارادہ ہو جو عقل کے موافق نہیں تو اس کو یوں کہیں گے کہ کسی دوسرے ارادہ کے تابع ہے بشرطیکہ جنون نہ ہو کیونکہ اگر اپنا ارادہ ہوتا تو وہ اپنی عقل کے تابع ہوتا اور یہاں اپنی عقل نے اس کی موافقت نہیں کی پس ضرور وہ فعل دوسرے کے ارادہ سے ہوا۔تو یہاں فنا کے معنیٰ زیادہ تام ہیں۔

لوگ خلاف عقل ہونے سے ان افعال حج کو بے وقعت ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہی خلاف عقل ہونا وقعت کو بڑھاتا ہے۔تم جتنا مخالفات عقل کی فہرست بڑھاؤ گے ہمارے دعوے کی دلیل کو قوت ہوتی جائے گی کیونکہ دعویٰ تو یہ تھا کہ حج میں فناء اتم ہے۔ حاجیوں نے اپنے ارادہ کو بالکل مٹا دیا ہے کوئی حرکت ان کی اپنے ارادہ سے نہیں ہوتی (ان کی ہر حرکت اللہ کے ارادہ کے تابع ہوتی ہے اور یہ بڑے درجہ کا کمال اور اعلیٰ درجہ کی عبدیت اور بندہ کی معراج ہے)

(السوال فی الشوال ملحقہ سنت ابراہیم ص ۱۷۶) (روح الحجّ والثجّ ملحقہ سنت ابراہیم ۴۰۶)

حج کے دیگر متفرق دنیوی فوائد

(۱) حج میں آخرت کے ثواب کے علاوہ دنیا کا بھی تو نفع ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ حج کے بعد ضرور رزق میں فراخی ہو جاتی ہے، پھر وسعت رزق اور فراخی رزق کے لئے لوگ کیسی کیسی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، اگر ذرا سی وہاں بھی تکلیف پیش آ گئی تو اسکی وجہ سے پریشان ہونا اور دوسروں کو پریشان کرنا اور حج کی دولت سے محروم کرنا یہ کون سی عقل کی بات ہے۔ نیز حج سے اخلاق کی تہذیب پر خاص اثر پڑتا ہے۔

(الحج المبرور ملحقہ سنت ابراہیم ص ۲۶۹)

(۲) **لِيَشْهَدُوْ مَنَافِعَ لَهُمْ** (پ۱۷) تاکہ حاضر ہوں وہ اپنے منافع پر۔ (یہ حاجیوں کے بارے میں ہے۔) یعنی یہاں آ کر کچھ منافع ہوں گے اور وہ منافع عام ہیں خواہ اخروی ہوں کہ ثواب ہوتا ہے یا دنیوی منافع ہوں (مثلاً یہ) کہ حج کے اندر لوگ جمع ہوتے ہیں ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے ہیں اور بہت سے دنیوی منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ (الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم ص ۱۶۴)

(۳) **لِيَشْهَدُوْ مَنَافِعَ لَهُمْ** (پ۱۷) تاکہ حاضر ہوں وہ اپنے منافع پر۔ یہ عام ہے خواہ منافع دینی ہوں یا دنیوی اور دینی منافع میں تو بہت بڑا نفع یہ ہے کہ وہاں طاعت کرنے کی کتنی بڑی فضیلت ہے، اور دنیوی نفع یہ ہے کہ بہت سی آبادی ہوگی اس میں تجارت کریں گے، زراعت کریں گے اور بہت سے فائدے اٹھائیں گے مگر اور مقام کی تجارت میں اور یہاں کی تجارت میں فرق یہ ہے کہ یہ **لِلِاعَانَةَ عَلَىٰ الدِّيْن** (یعنی دین کی اعانت کے لئے) ہونا چاہیے۔ یعنی حج میں تجارت کا مال ساتھ لے جانے میں نیت یہ ہو کہ اگر مال ہوگا اطمینان رہے گا ورنہ پریشانی ہوگی دنیا محض کی اجازت نہیں۔ (روح الحج والثج ص ۴۴۱)

(۴) لِيَشْهَدُوْ مَنَا فِعَ لَهُمْ (پ۱۷)
(ترجمہ وتفسیر) اور وہ لوگ اس لئے آویں گے تا کہ اپنے دینیہ مقصودہ اور دنیویہ تابعہ فوائد کے لیے آموجود ہوں مثلاً آخرت کے منافع یہ ہیں حج وثواب اور رضا حق، اور دنیوی فوائد یہ ہیں قربانی کا گوشت کھانا اور تجارت" **ومثل ذالک رواہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس کذافی الرّوح.** البتہ دنیوی فوائد کا مقصود اصلی ہونا مذموم ہے۔
(بیان القرآن ص ۷۰ ج ۲ سورۂ حج پ ۱۷)

حج کا تذکرہ کرنا حاجیوں کو دیکھنا اوران کو بھیجنے آنا بھی فائدہ سے خالی نہیں

شاید کسی صاحب کو یہ اشکال ہو کہ (جب حج کے اتنے فوائد اور ایسی خصوصیات ہیں تو) چاہئے تھا کہ ہر سال حج فرض ہوتا یا ہر شخص پر فرض ہوتا کیونکہ جب حج کو اس لئے مشروع کیا گیا ہے تا کہ توجہ الی اللہ میں استحکام اور حق تعالیٰ کی محبت میں دوام ہو تو لازم آتا ہے کہ جن لوگوں نے حج نہیں کیا بس ان کی محبت فنا ہو جائے گی دائم نہ رہے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ان وسائط میں (یعنی افعال حج اور خانہ کعبہ میں) یہ دخل ہے کہ انکو دیکھ کر محبت قوی ہوتی ہے اسی طرح ان وسائط کے تذکرہ میں بھی یہ اثر ہے۔ اوران عُشّاق (حاجیوں) کو دیکھنے میں بھی یہ اثر ہے جوان کی زیارت کو جاتے ہیں۔

صاحبو! مشاہدہ کرلو کہ جب کوئی حج کو جاتا ہے تو اس کو دیکھ کر مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ دل پر ہر سال ایک نشتر سا لگتا ہے کہ ہائے ہم بھی جاتے۔ اگر بیت اللہ (خانہ کعبہ) کا وجود ہی نہ ہوتا تو یہ اثر کیوں کر ہوتا۔ پس بیت اللہ کی زیارت سے تو حاجیوں کی محبت قوی ہوتی ہے اور حاجیوں کو جاتے ہوئے دیکھ کر دوسروں کے دل پر جو نشتر لگتا ہے اس حسرت وشوق سے ان کی

محبت قوی ہوتی ہے۔

صاحبو! حج کے تذکرہ میں بھی ایک تاثیر ہے جس سے دل امنڈتا ہے یہ تو ان کا حال ہے جن کو حج نصیب نہیں ہوا اور جن کو ایک دفعہ نصیب ہو چکا ہے ان کا حال کچھ نہ پوچھو ہر سال موسم حج میں ان پر کیا گذرتی ہے۔ واللہ اکثر لوگ کلیجہ مسوس کر رہ جاتے ہیں اور ہر دن یہ خیال ہوتا ہے کہ ہائے آج حاجی مکہ میں پہنچے ہوں گے کل کو منیٰ جائیں گے۔ آج عرفات میں ہوں گے اب عرفات سے لوٹ رہے ہوں گے حج ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک بار کر کے دوبارہ اسکو کرنے کو جی چاہتا ہے۔ جو لوگ حج کر چکے ہیں ان کے دل سے پوچھو کہ وہ بار بار حج کرنے کی کیسی تمنّا کرتے ہیں۔ اب یہ اشکال جاتا رہا کہ جو لوگ حج کو نہیں گئے کیا انکی محبت زائل ہو جائے گی۔ جواب کا حاصل یہ ہوا کہ بیت اللہ کا نام سن کر ہی ان کے دل میں زیارت کا ولولہ اٹھتا ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ حج کی تمنّا سے کوئی مسلمان غالبًا خالی نہ ہوگا تو یہ ولولہ (اور شوق) بھی ان کی محبت باقی رکھنے کے لئے کافی ہے پھر حاجیوں کو دیکھ کر یہ ولولہ اور تیز ہو جاتا ہے جس سے محبت کو ترقی ہوتی ہے۔

اور جو لوگ ایک دفعہ حج کر چکے ہیں ان کی محبت باقی رکھنے کے لئے ایک ہی حج کافی ہے دوبارہ فرضیت حج کی ضرورت نہیں کیونکہ بیت اللہ کی کشش کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل زیارت کے مشتاق رہے ہیں اور ہر سال ان کے دل پر نشتر لگتا ہے، یہی نشتر ان کی محبت بڑھانے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اور اگر دنیا میں بیت اللہ کا وجود نہ ہوتا اور کوئی اس کی زیارت کو نہ جاتا تو نہ حاضرین کی محبت بڑھتی نہ غائبین کی۔ اب اس کے وجود سے جانے والوں اور نہ جانے والوں سب کی محبت قوی ہو رہی ہے (بشرطیکہ دل میں کچھ ایمان کا اثر ہو)

(تحصیل المراد ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۱۴ ص ۳۱۵)

حاجیوں کی خدمت کرنے اوران کو بھیجنے آنے کی اہمیت اوراس کا ثواب

(حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ وعظ کی تمہید میں بیان فرماتے ہیں)''سامعین کومعلوم ہے کہ اس وقت ان میں سے بہت سے حضرات کا حج کا ارادہ ہے جن میں مرد بھی ہیں اور مستورات بھی ہیں اور مجھے بھی بمبئی تک انہی کے پہنچانے کے لئے آنا پڑا ہے، اگرچہ میرے مشاغل اس قدر ہیں کہ مجھ کو اس سفر کے لئے مہلت نہ مل سکتی تھی مگر محض اس خیال سے یہاں تک چلا آیا کہ مجھے اگر حج کی توفیق دوبارہ نہیں ہوئی تو کم از کم حاجیوں کی خدمت اور راحت رسانی ہی کا کچھ ثواب لے لوں۔اگرچہ میں کسی کی کچھ خدمت بھی نہیں کرسکتا، مگر غالباً میرے بمبئی تک ساتھ ہونے سے میرے رفیقوں کو بہت کچھ سہولتیں اس سفر میں ہوگئی ہوں گی، اور اگر سب کو نہیں تو خاص میرے متعلقین کو تو قوت اور انس ضرور رہا ہوگا۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ میرے یہاں تک آنے سے مشہور یہی ہوگیا کہ میں حج کو جارہا ہوں خیر یہ بھی ایک نیک فال ہے انشاءاللہ مجھے حاجیوں کی معیت میں حج ہی کا ثواب مل جائے گا۔ کیونکہ حدیث میں ہے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کہ نیک کام کا راستہ بتانے والا بھی ثواب میں کرنے والے کے برابر ہے تو جب صرف دلالت کا ثواب کرنے کے مثل ہے تو اس مشقت کا ثواب کہ میں گھر سے بمبئی تک حاجیوں کی مصلحت سے ان کے ساتھ آیا یہ بھی انشاءاللہ حج کے ثواب کے برابر ہی ہوجائیگا۔ پھر میں اس وقت حج کے کامل اور مقبول ہونے کا طریقہ بتلانا چاہتا ہوں اگر اس بیان سے کسی کو نفع ہوگیا تو دلالت علی الخیر بھی پائی گئی جس کا ذکر حدیث میں صراحۃً موجود ہے۔

(الحج المبرور ملحقہ سنت ابراھیم ص ۲۴۰)

حج میں جانے والوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے سے بھی ثواب ملتا ہے

رمضان المبارک کے بعد حاجیوں کی روانگی ہوتی ہے تو غیر حاجیوں کے دل پر نشتر سا لگتا ہے (دل پر چوٹ لگتی ہے) اور وہ بھی حسرت کے ساتھ ان جانے والوں کو دیکھتے ہیں، اور اس وقت ہر مسلمان کے دل میں ایک خاص داعیہ (اور شوق) پیدا ہوتا ہے کہ ہائے ہم بھی اِس وقت حج کو جاتے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن کی نیت ہی بڑی چیز ہے، بعض روایات میں ہے نِیَۃُ الْمُؤمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ (کہ مؤمن کی خالص نیت اس کے عمل سے بہتر ہے)

اور حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوۃ (جہاد) میں صحابہ سے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اِس وقت ظاہر میں تمہارے ساتھ نہیں مگر اللہ کے نزدیک وہ ہر منزل اور ہر مقام میں تمہارے ساتھ ہیں اور ثواب میں برابر کے شریک ہیں، اور یہ وہ معذورین ہیں جو عذر کی وجہ سے تمہارے ساتھ شریک سفر نہ ہو سکے مگر ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ وہ بھی تمہاری طرح جہاد کریں۔

اس حدیث پاک سے مشتاقان حج (یعنی جو حج کے شوق میں بے چین ہیں اور استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے نہیں جاسکتے ایسے لوگوں) کا حاجیوں کے ساتھ حج میں شریک ہونا واضح ہو گیا۔

(السوال فی الشوال ملحقہ سنت ابراہیم ص ۱۷۶)

حج کی ترغیب اور اسکا شوق دلانا ہر ایک کے سامنے جائز نہیں

محققین تو بعض اوقات ایسے تذکرہ کی بھی اجازت نہیں دیتے جو ظاہراً طاعت معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً وہاں کے (یعنی حج کے موسم اور اسکے مناظر، نیز مکہ مدینہ کے) فضائل ومحاسن بیان کرنا جس سے وہاں جانے کی رغبت اور شوق ہو۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ہر شخص کے سامنے حج کی باتیں کرنا جائز نہیں کیونکہ تین قسم کے لوگ ہیں۔

ایک وہ جن پر حج فرض ہے سو ایسے شخص کے سامنے تو ترغیبی مضامین بیان کرنا جائز بلکہ مستحب ہے کہ اس میں دلالت علی الخیر ہے۔ (یعنی نیک کام کا ذریعہ بننا ہے)

دوسرے وہ جن پر حج نہ فرض ہے اور نہ ممنوع ان کے سامنے بھی بیان کرنا جائز ہے۔

تیسرے وہ جن پر حج فرض نہیں ہے اور ان کو جانا جائز بھی نہیں ہے اس وجہ سے کہ نہ مالی استطاعت ہے اور نہ مشقّت پر صبر وتحمّل ہو سکے گا۔ ان کے سامنے ترغیب اور تشویق کے قصّے اور مضامین بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے ان کو حج کا شوق پیدا ہوگا اور سامان ہے نہیں۔ نہ ظاہری نہ باطنی تو خوامخواہ دقت اور پریشانی میں مبتلا ہوں گے، جس سے اندیشہ ہے کہ ناجائز امور کا ارتکاب کرنے لگیں، اس لئے ایسے لوگوں کے سامنے حج کی ترغیب اور شوق دلانے کے مضامین بیان کرنا جائز نہیں۔ یہ وہ مسائل (واحکام ہیں) جن کی بنا پر لوگوں نے امام غزالی کی تکفیر پر فتوے دیئے۔

ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج کی ترغیب سے لوگوں کو منع کرتے ہیں مگر حاشا وکلّا۔ ان لوگوں نے امام کے قول کا مطلب ہی نہیں سمجھا، وہ حج کی ترغیب سے منع نہیں کرتے بلکہ لوگوں کو ناجائز امور میں مبتلا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ نادار (غریب) اور غیر صابر لوگوں کو ترغیب دینے کا یہی انجام ہوگا۔ (الحج المبرور ص ۲۶۷)

باب ۹

سفر حج کے متعلق مشورہ اوراس سلسلہ کی باتیں ہر ایک سے نہ دریافت کیجئے اور نہ ہر خبر پر اعتماد کیجئے

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ سفر حج کے متعلق ہر شخص سے باتیں نہ پوچھا کرو، کیونکہ آج کل اخباروں میں واہی تباہی روایتیں، راستہ کے خطرناک ہونے یا نہ ہونے کے متعلق شائع ہوتی رہتی ہیں، ان خبروں پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ کسی ایک شخص پر اعتماد کرکے جو قابل اعتماد ہواس کے مشورہ پر عمل کرنا چاہیے۔ (التبلیغ وعظ ص ۱۸۸ الحج ص ۳۷)

سفر حج میں حج سے متعلق معتبر رسالہ ساتھ رکھنے اور علماء سے مسائل دریافت کرنے کی ضرورت

(حج کے مسائل واحکام سے) ناواقفیت کی وجہ سے بعض ایسی غلطیاں ہوجاتی ہیں کہ حج ہی فاسد ہوجاتا ہے، (لہذا ضروری ہے کہ) جب حج کو جانے لگے جو علماء حج کرآئے ہیں پہلے ان سے مشورہ کرے (خصوصاً)مطوّف کی تعین کے متعلق۔

مطوِّف ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو احکام حج سے پورا باخبر ہو اور اپنے تدیّن کی وجہ سے اپنے حجاج کے افعالِ حج کا پورا نگراں اور مطلع کردینے والا ہو۔

علماء کوضروری ھدایت

اور چونکہ علماء کو بھی ہر وقت حج کے مسائل مستحضر نہیں رہتے اس لئے ان کے لیے بھی مناسب ہے کہ مناسک کے (یعنی احکام حج کے) معتبر رسالے خواہ کسی زبان میں ہوں سفر میں ہمراہ رکھیں اور ان کا مطالعہ کرتے رہیں، اور پھر بھی جہاں اشتباہ واقع ہو وہاں کے علماء حاذقین سے پوچھ لیں کہ ان کو یہ احکام زیادہ مستحضر رہتے ہیں۔ اور پوچھنے میں عار نہ کریں اور دوسروں کو (حج کے مسائل) اس وقت بتلائیں جب پورا اطمینان ہو، ورنہ وہاں کے علماء کے حوالہ کردیں۔

اور جو ان کی زبان نہ سمجھے وہ اپنے مطوّف کے ذریعہ یا کسی اپنے ہم وطن بھائی کے ذریعہ جو ترجمہ کرسکے دریافت کرلے۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۵۸ ج ۱)

حج کے مسائل یاد نہیں رہتے سیکھنے کے بعد بھی معلّم اور تجربہ کار کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

حج کے مسائل اردو کے رسائل میں موجود ہیں (حج کے موقع پر حج کے) مسائل بیان کرنا زیادہ مفید نہیں کیونکہ حج کے مسائل یاد ہی نہیں رہتے اور اگر کسی کو یاد بھی ہوں تب بھی وہاں جاکر نئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے وہاں سب پڑھا لکھا بھول جاتا ہے معلم کے بغیر کام نہیں چلتا۔

ایک حکایت

مولانا رحمت اللہ صاحب راوی ہیں کہ بہت بڑے عالم مکّہ معظّمہ حج کے لئے آئے جب مطوف طواف کرانے کے لیے ان کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم کو معلّم کی ضرورت نہیں ہم خود واقف ہیں، معلّم الگ ہوگئے جب حرم شریف میں پہنچے تو باب السّلام سے داخل ہوتے ہیں اور باب السّلام دو ہیں ایک احاطہ میں اور ایک بالکل اندر باہر کے باب السّلام میں تو انہوں نے غلطی نہیں کی لیکن جب اندر پہنچے تو اندر کے باب السّلام سے داخل نہ ہوئے۔ایک بچہ نے اسی وقت بتلا دیا یا شَیْخ اُدْخُلْ مِنْ ھُنٰا اے شیخ ادھر سے داخل ہو یئے۔ جب آگے طواف کے لئے پہنچے تو حکم یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے کر داہنی طرف جس طرف خانہ کعبہ کا دروازہ ہے چلنا چاہیے وہ بائیں طرف کو چلے اسی وقت لڑکے نے بتلا دیا اور کہا اَخْطَأْتَ یٰا شَیْخ اِمْشِ مِنْ ھُنٰا یعنی اے شیخ آپ نے خطا کی اس طرف سے چلئے، جب بار باران سے غلطی ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میرا تکبر توڑا ہے واقعی یہاں بغیر معلّم کے کام نہیں چلتا اس وقت انہوں نے معلم کو بلایا۔ وہ عجیب دربار ہے وہاں اچھے اچھے عقلاء بھی بے عقل ہو جاتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہاں جا کر ایک حیرت اور کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جس سے عقل ایک طرف رہ جاتی ہے۔

(التہذیب ۳۲۶)(انفاق المحبوب ملحقہ خیر الاعمال ص ۲۳۷)

فصل

حج سے پہلے استخارہ

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ میاں سے صلاح لے لیوے، اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بے استخارہ کئے نہ کرے تو انشاء اللہ کبھی اپنے کئے پر پشیمانی (اور شرمندگی) نہ ہوگی۔

اگر حج کے لیے جانا ہو تو (فرض حج کے متعلق) یہ استخارہ نہ کرے کہ میں حج کو جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یہ استخارہ کرے کہ فلانے دن جاؤں کہ نہ جاؤں (یا فلاں ذریعہ اور طریقہ سے جاؤں یا کسی اور ذریعہ وطریقہ سے، البتہ نفلی حج کے متعلق بڑوں سے مشورہ اور استخارہ بھی کرے کہ میرے لئے نفلی حج وعمرہ مناسب ہے یا نہیں، یہ رقم اس میں خرچ کروں یا کسی دینی مصرف میں)(مرتب) بہشتی زیور ص۲۱۰۳)

استخارہ ان امور میں مشروع ہے جس کی دونوں جانب اباحت میں مساوی ہوں یعنی جائز ہونے میں دونوں پہلو برابر ہوں، اور جس فعل کا حُسن وقبح (اچھائی یا برائی) دلائل شرعیہ سے متعین ہو ان میں استخارہ مشروع نہیں (انفاس عیسیٰ ص ۳۱۴)

استخارہ کا محل ایسا امر ہے جس میں نفع وضرر دونوں کا احتمال ہو اور جس میں عادۃً یا شرعاً یا یقیناً نقصان ہو اس میں استخارہ نہیں جیسے کوئی نماز پڑھنے (یا حج فرض) کے لئے استخارہ کرنے لگے، یا دونوں وقت کھانا کھانے یا چوری کرنے کے لئے استخارہ کرنے لگے، یا اپاہج

عورت سے نکاح کرنے کے لئے استخارہ کرنے لگے۔(ملفوظات اشرفیہ ص ۲۱۵)

استخارہ کی نماز کا طریقہ اوراس کی دعاء

استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے اس کے بعد خوب دل لگا کر یہ دعاء پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الاَمرَ خَیْرٌ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الاَمْرَ شَرٌّلِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةُ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِی الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ .

جب ھذا الامر پر پہنچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے اس کے پڑھتے وقت اسی کام کا خیال کرلے جس کے لئے استخارہ کرنا چاہتے ہو۔

(مناجات مقبول ص ۲۴۸ بہشتی زیور ص ۱۰۲،اورادرحمانی)

استخارہ کا وقت اوراسکا طریقہ

استخارہ کے لئے رات کا وقت ہونا ضروری نہیں اور استخارہ کی نماز کے بعد نہ سونا ضروری ہے اور نہ رات کی قید ہے، کسی وقت مثلاً ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر دعاء مسنونہ پڑھے، اورتھوڑی دیر قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، ایک دن میں جتنے بار چاہے استخارہ کرلے۔ (حسن العزیز ص ۲۳۴ ج ۳)

استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ صلوٰۃ الاستخارہ یعنی دو رکعت نفل پڑھ کر سلام پھیر کر استخارہ کی دعاء پڑھے، پھر قلب کی طرف رجوع کرے، قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، سونے کی ضرورت نہیں۔ اور استخارہ کی دعاء ایک مرتبہ پڑھنا بھی کافی ہے۔ حدیث شریف میں تو ایک ہی دفعہ آیا ہے اگر کسی جانب اپنی رائے کا رجحان ہو تو اس کو فنا کر دے، جب طبیعت یکسو ہو جائے تب استخارہ کرے اور اس طرح دعاء کرے کہ "اے اللہ جو میرے لئے بہتر ہو وہ ہو جائے، اور یہ دعا مانگنا اردو میں بھی جائز ہے لیکن حضورﷺ کے الفاظ بہتر ہیں۔

(حسن العزیز ص۲۳۴۔۱۴۷ ج۳)

استخارہ کی حقیقت اور اس کا مقصد

استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعاء ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے، یعنی استخارہ کے ذریعہ بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو، اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے، پس جب استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ یہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے اور اسی پر عمل کرے۔ بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بنا پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے، اور اسی کے اندر خیر سمجھے، حاصل یہ کہ استخارہ سے مقصود طلب خیر ہے نہ کہ استخبار (یعنی خبر معلوم کرنا) (انفاس عیسی ص ۶۷۵)

استخارہ ایک دعاء ہے کہ اے اللہ اگر یہ معاملہ میرے لئے خیر ہو تو میرے قلب کو متوجہ کر دے، ورنہ میرے دل کو ہٹا دے، اور جو میرے لئے خیر ہو اس کو تجویز کر دے۔ اس کے بعد اگر اس طرف قلب متوجہ ہو تو اس کو اختیار کرنے کو ظناً خیر سمجھنا چاہیے۔

(حسن العزیز ص۲۳۴ ج۳)

اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو (کچھ فیصلہ نہ ہو سکے، اور کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکے) اور دل کا خلجان اور تردّد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے، اسی طرح سات دن تک کرے، انشاء اللہ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور ص۱۰۳ ج۲)

فصل

سفر حج سے پہلے اصلاح نفس کی اور کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ضرورت

حج تو ضرور کرنا چاہئے مگر اس کے ساتھ اس کے آداب و شرائط کا پورا لحاظ کرنا چاہیے ورنہ جو شخص حج میں احتیاط نہیں کرتا اس کی ایسی مثال ہے جیسے بیمار بد پرہیزی کرتا ہے، مگر حج میں احتیاط ہونا اسی وقت ممکن ہے جب حج سے پہلے نفس کی اصلاح کر لی جائے ورنہ بالخصوص جھگڑے اور فساد کی تو ضرور ہی نوبت آجائے گی، نیز نماز وغیرہ میں بھی ممکن ہے کہ سفر کی وجہ سے سستی ہو جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سفر کی تکالیف کی وجہ سے شوق اور محبت میں کمی ہو جائے اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ حج سے پہلے اصلاح نفس کا اہتمام کیا جائے۔

مگر یہ سمجھ لو کہ نفس کی اصلاح خود اپنے آپ نہیں ہوسکتی، اپنی عقل اور فہم اس کے لئے کافی نہیں ہوسکتی، کسی مربّی کامل (شیخ کامل) سے اس کا طریقہ پوچھو، کسی کو اپنی عقل (وعلم) پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔ طریق اصلاح میں اس کے بغیر کامیابی نہیں ہوسکتی کہ اپنے آپ کو خاصان حق (یعنی اللہ والے بزرگ شیخ کامل) کے سپرد کردو، اور ان کا اتباع کرو۔ الغرض حج سے پہلے ہی اپنے ملکات رذیلہ (یعنی باطنی امراض مثلاً بدنگاہی فضول گوئی غیبت وغیرہ امراض) کو نکالو اور نفس کی اصلاح کرو، اب یہ سوال باقی رہا کہ اب تو حج کو جارہے ہیں اب حج سے پہلے مشکل ہے تو میرا مطلب یہ نہیں کہ آپ حج سے پہلے ہی کامل بن جاؤ کیونکہ کمال ایک دن یا ایک ہفتہ میں حاصل ہونا عادۃً دشوار ہے۔ میرا مقصود یہ ہیکہ اس وقت سے اس کی فکر میں تو لگ

جا یئے۔ وہ بھی اثر میں اصلاح ہی کے مثل ہے۔اب اس اشکال کا جواب ہوگیا۔یعنی اسی وقت سے ان ملکات رذیلہ (بری عادتوں باطنی بیماریوں) کے دور کرنے کی فکر شروع کردو، بےفکری میں مت رہو۔اس وقت اگر آپ کے قبضہ میں یہ بات نہیں ہے کہ ملکات رذیلہ (یعنی باطنی امراض) کو بالکل زائل کردو،تو یہ بات تو اختیار میں ہے کہ اس کے مقتضا پر عمل نہ کرو جب بار بار نفس کے تقاضوں کے خلاف عمل کیا جائیگا تو اس کی عادت پڑ جائے گی اور ضبط کی عادت سے ملکات رذیلہ کی قوت کمزور ہو جائے گی۔

اہل کمال بھی اسی طرح کامل بنے ہیں ایک دن میں کوئی کامل نہیں ہوگیا ،انسان کا کام طلب اور فکر اور سعی ہے اگر طلب کے ساتھ ساری عمر بھی ناقص رہے تو وہ انشاء اللہ کاملین ہی کے برابر ہوگا ،اس طریق میں فکر اور دھن بڑی چیز ہے اس سے سب کام بن جاتے ہیں بس فکر اور دھن میں لگا رہنا چاہیے انشاء اللہ پھر آپ کا حج مردانہ ہو جائیگا۔

(الحج المبرور،اصلاح المسلمین ص۲۱۳ص۲۱۴)

الغرض جس پر حج فرض ہو (یا جس کا حج کا ارادہ ہو) اس کو اس کی کوشش کرنا چاہیے کہ مردانہ حج (یعنی کامل حج) نصیب ہو،جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی محقق سے (یعنی شیخ کامل بزرگ) سے تعلق پیدا کرکے حج کو جائیں انشاء اللہ اگر اعلیٰ درجہ میں کامل حج نہ ہوگا تو ایک درجہ میں کامل ضرور ہو جائیگا۔ (وعظ الحج،التبلیغ ص۸۸ص۳۸)

اکسیر بن کر یعنی اللہ والوں سے تعلق پیدا کرکے توبہ کے بعد حج کو جایئے

صاحبو! حج کو جایئے مگر اکسیر بن کر جایئے اور میں آپ کو اکسیر بننے کا طریقہ بھی بتلاتا ہوں ،اور وہ یہ ہے کہ کسی کیمیا گر (یعنی شیخ کامل مربیؒ) سے تعلق پیدا کرلو، کیمیا گر سے میری

مراد لنگوٹی باندھنے والے نہیں ہیں بلکہ باطن کے کیمیا گر مراد ہیں، جن کو اہل اللہ شیخ کامل پیر ومرشد کہتے ہیں۔

پارس ایک پتھر ہوتا ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ جہاں لوہے کو اس سے مَس کیا فوراً سونا ہو جاتا ہے اہل اللہ کی تو یہ خاصیت مشاہد ہے۔ پارس میں یہ بات ہو یا نہ ہو، اہل اللہ کی صحبت سے توبہ نصوح حاصل ہو جاتی ہے، جس سے پہلی تمام گندگیاں دھل جاتی ہیں۔

پس تم کو چاہیے کہ کسی اللہ والے سے تعلق پیدا کر کے حج کو جاؤ اس کی صحبت سے تم کو خالص توبہ (کی توفیق) عطا ہوگی، توبہ کر کے جاؤ گے تو پھر حج کا اثر یہ ہوگا کہ پہلے سے زیادہ تم کو اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ مرید ہو کر جاؤ اس کی ضرورت نہیں صرف محبت کا تعلق اور چند روزہ صحبت کی ضرورت ہے۔

(محاسن الاسلام ص۳۲۰)

اصلاح نفس کا طریقہ

جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں اس سے اصلاحی تعلق قائم کر لیجئے

صاحب کمال ہونے کی یہ علامتیں ہیں جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں وہ مقبول اور کامل ہے اس کے پاس جائیے اور اس کی صحبت سے مستفیض ہوئیے۔ (اس سے اصلاحی تعلق قائم کیجئے) وہ علامات یہ ہیں۔

(۱) بقدر ضرورت علم دین جانتا ہو۔

(۲) دوسرے شریعت پر پوری طرح کاربند (یعنی عمل کرنے والا) ہو۔ اس کا عمل، عقیدے اور عادتیں سب شریعت کے موافق ہوں۔

(۳) تیسرے اس میں یہ بات ہو کہ جس بات کو خود جانتا نہ ہو علماء سے رجوع کرتا ہو۔

(۴) چوتھے دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، اور کامل ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو، کیونکہ یہ بھی دنیا کی ایک شاخ ہے۔

(۵) کسی کامل پیر کے پاس کچھ دنوں تک رہا ہو۔

(۶) چھٹویں یہ کہ علماء سے اس کو وحشت نہ ہو۔

(۷) ساتویں یہ کہ اس میں (غلط کام کے) روک ٹوک کی عادت ہو مریدین اور متعلقین کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دیتا ہو (بلکہ) کوئی بری بات دیکھتا یا سنتا ہو تو روک ٹوک کرتا ہو، اپنے مریدوں (اور ماتحتوں) کی تعلیم و تربیت دل سے کرتا ہو۔

(۸) آٹھویں خود بھی ذکر و شغل کرتا ہو کیونکہ اس کے بغیر تعلیم میں فائدہ نہیں ہوتا۔

(۹) نویں اس کی صحبت میں یہ برکت ہو کہ اس کے پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہوتی ہو اور اللہ کی محبت زیادہ معلوم ہوتی ہو، (دین کا جذبہ و شوق اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہو)

(۱۰) دسویں اس کے جو مریدین ہیں ان میں اکثر کا یہ حال ہو کہ شریعت کے پابند ہوں اور ان میں دنیا کی طمع (لالچ) نہ ہو۔

(۱۱) گیارہویں عام لوگوں کے مقابلہ میں خاص لوگ یعنی جو دیندار اور سمجھ دار ہیں وہ اس کے زیادہ معتقد ہوں۔

(۱۲) بارہویں یہ کہ اس کی طرف صلحاء اور دین کے سمجھنے والے لوگ زیادہ متوجہ ہوں اس کے زمانہ میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اس کو اچھا سمجھتے ہوں اور یہ کمال کی بڑی علامت ہے۔

(طریق النجاۃ ملحقہ دعوات عبدیت ص ۵۹ ج ۳ قصد السبیل ص ۶)

حج نفلی سے پہلے اصلاح نفس کی فکر کیجئے کیونکہ وہ فرض ہے

مولانا رومی فرماتے ہیں حج ربّ البیت ہر شخص پر فرض ہے گو حج البیت (یعنی بیت اللہ کا حج کرنا) ابھی اس شخص پر فرض نہ ہو، کیونکہ حج ربّ البیت کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف چلنا، اس کی طلب اور دھن میں لگنا، سو اس کے لئے کعبہ اور مکّہ بھی شرط نہیں۔ جن لوگوں پر حج فرض نہیں، اور ابھی تک انہوں نے نفس کی اصلاح بھی نہیں کی، اور حج میں جانے سے ان کو بعض دینی مضرّتوں کے پہنچنے کا بھی احتمال ہے ان کو خطاب ہے کہ تم پر حج تو فرض ہے نہیں اور نفس کی اصلاح فرض ہے تم حج کرنے کو کہاں چلے، تم کو پہلے شیخ کی صحبت میں رہنا چاہیے تمہارا مطلوب یہاں ہے۔

اصلاح نفس نہ ہوسکنے اور شیخ کامل سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض میں تاخیر کی اجازت نہیں

جن لوگوں پر حج فرض ہے ان کو یہ خطاب نہیں ہوسکتا کہ تم حج کرنے مت جاؤ، شیخ کے پاس رہو، کیونکہ جس پر حج فرض ہے اس کو خدا کا حکم ہے کہ پہلے حج سے فارغ ہو، اس کے لئے بغیر حج کے مطلوب حاصل نہیں ہوسکتا، وہ ترک حج کے گناہ کی وجہ سے کمال سے رہ جائے گا، کمال یہی ہے کہ جس وقت جو حکم ہو اس کو پورا کیا جائے۔ تو جس پر حج فرض ہے اس کو حج ضرور کرنا چاہیے پھر وہاں سے آ کر کسی شیخ کی صحبت میں رہے۔ لیکن حج کے ساتھ جن احکام کا شریعت نے حکم کیا ہے ان کو بجالانا بھی ہر حاجی کے ذمہ فرض ہے۔ پس اگر وہ حج سے پہلے کامل نہیں بن سکتے تو کم از کم فکر اور کوشش تو ابھی سے شروع کردیں۔ اس طریقہ سے امید ہے کہ انشاء اللہ اجر وثواب میں کاملین کے برابر ہوجائیں گے۔ (الحج المبرور ص ۲۷۵)

فصل

حج سے پہلے سچی توبہ کی ضرورت

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ

(ترجمہ وتفسیر) اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو، امید یعنی وعدہ ہے کہ تمہارا رب اس توبہ کی بدولت تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ (بیان القرآن)

فائدۃ:- اس آیت میں خدا تعالیٰ نے توبہ کا حکم دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو خدا کی جانب خالص رجوع کرو، (یعنی) اے ایمان والو خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو توبہ کہتے ہیں کہ بندہ خدا کی طرف متوجہ ہو جائے یہی توبہ کی حقیقت ہے ترجمہ پر غور کیجئے اور خدا تعالیٰ کے احسان وعنایت کو ملاحظہ فرمایئے کہ یوں نہیں فرمایا کہ بالکل گناہی نہ کرو، بلکہ یہ فرمایا کہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرو۔

صاحبو اس میں تو کوئی دقّت نہیں ہے اس سے تو ہمّت نہ ہارنی چاہیئے، شریعت کی آسانی ملاحظہ فرمایئے اوّل تو یہ ہے کہ بد پرہیزی کر کے بیمار ہی نہ پڑو، اور اگر بیمار پڑ جاؤ تو دوا پی لو۔

(ضرورت التوبہ ص ۲۵۱ ملحقہ راہ نجات)

توبہ تو ترک معصیت کے ارادہ (یعنی تمام گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ کر لینے) کا نام ہے۔ جب آدمی چاہے تو ایک منٹ میں ہو جائے، شکایت اسی کی ہے کہ اس سے غفلت کیوں ہے جب نیک اعمال (حج وعمرہ وغیرہ) کیئے جاتے ہیں اور ان کے واسطے مشقت اٹھائی

جاتی ہے اور (اپنے دنیاوی کاموں کا) حرج کیا جاتا ہے تو ان کو اس طرح کیوں نہ کیا جائے کہ کامل کہلائیں۔ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ معاصی (یعنی تمام گناہوں) سے توبہ کر لو۔

(اوّل الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۲۸۵)

توبہ کا طریقہ

توبہ کا طریقہ حدیث پاک میں وارد ہے اور اس طریقہ (کے مطابق توبہ کرنے سے) کامل درجہ کی توبہ ہوتی ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھو، پھر حق تعالیٰ کے سامنے الحاح وزاری کرو، رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنا کر مانگو۔ اس پر حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ توبہ قبول فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ "اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔"

اور ایک آیت میں اس سے بھی زیادہ بلیغ لفظ ہے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ

کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔ (اوّل الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۲۹۸)

توبہ کے بغیر حج کامل نہیں ہوگا

توبہ سب (اعمال میں کمال اور نورانیت پیدا کرنے) کے لئے پہلی شرط اور تمام اعمال کی بنیاد ہے، اس کو صحیح طریقہ سے کرتے نہیں اسی واسطے کسی عمل میں پائیداری نہیں آتی، محققین کے نزدیک توبہ شرط کمال ہے یعنی کسی عمل میں توبہ کے بغیر نورانیت نہیں ہوگی گو عمل

مقبول ہو جائے ، یعنی نفس عمل قبول ہو جائے گا مگر اس میں نورانیت نہیں ہو سکتی، جیسے ایک باورچی ہو کہ وہ آقا کی نافرمانی کرتا ہے اور آقا اس سے ناراض بھی ہے لیکن آقا مخیّر (اور فراخ دل) ایسا ہے کہ اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھالیتا ہے یہ صفت رحم وعفو کی ہے، مگر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آقا دل کشیدہ ہے، اور خود باورچی کا دل بھی رُکا ہوا ہے، کھانا کھلاتا ہے مگر کھل کر بات بھی نہیں کرسکتا ،......سو ایسا شخص آقا کے سامنے غیر مطیع (اور نافرمان) ہونے کی حالت میں حلاوت اور فرحت اور نشاط، توبہ اور کوتاہیوں سے معافی ملے بغیر نہیں پاسکتا۔

جس غلام سے آقا کی نافرمانیاں ہوئی ہوں اور پھر وہ راضی کرنا چاہے تو پچھلی خطاؤں سے معافی مانگ کر خدمت کرے تب تو وہ خدمت کے قابل شمار ہے ورنہ اس کی خدمت کا کچھ اثر نہیں ہوسکتا اور اگر آقا اپنی متانت (اور فراخ دلی) کی وجہ سے زبان سے کچھ کہے بھی نہیں اور خدمت بھی اس سے نہ چھین لے تب بھی وہ خدمت ایسی ہوگی کہ بلّی کے گوہ کی طرح دبی دبائی رہے گی نہ غلام کا دل خوش ہوگا ، نہ آقا کا اور کانٹا سا دونوں کے دلوں میں کھٹکھتا رہے گا، حجاب دونوں کا جب ہی رفع ہوتا ہے جبکہ معاملہ صاف ہو جائے اور پچھلی کوتاہیوں کی معافی ہو جائے، اس کے بغیر طبعی بات ہے انقباض رہتا ہے آپس کے معاملات میں تو یہ ہے ہی خداوند کے معاملات میں بھی یہی ہے۔ آزمالیجئے وظیفہ پڑھیے اور توبہ نہ کیجئے، تلاوت بھی کیجئے مگر دل کو دیکھیئے کیا حالت ہے دل خود بخود اندر سے گھٹتا ہوگا اور ایک توبہ کر کے گڑگڑا کر پھر وظیفہ پڑھیے اور دل کو ٹٹو لیے میں بقسم کہتا ہوں کہ زمین وآسمان کا فرق ہوگا اس وقت فرحت سرخروئی اور حق تعالیٰ کے فضل کی قوی امید ہوگی اور اس وقت دل شرمایا شرمایا ہوگا یوں کوئی بے حیا ہی ہو جائے تو اس کا علاج ہی کیا ہے، جس میں ذرا حیا اور خجلت ہے اس کی تو آنکھ نہیں اٹھ سکتی۔

(اوّل الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۲۷۶ ص ۲۷۹)

مایوس نہ ہوئیے توبہ کیجئے اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کومعاف کردے گا

(یہ خیال نہ کیجئے کہ ہم) سیکڑوں گناہ کر چکے ہیں جو ہمارے نامہ اعمال میں لکھے گئے ہوں گے اب آئندہ کی لیپ پوت سے کیا ہوتا ہے تو سن لیجئے کہ ان کی تلافی اب بھی ہو سکتی ہے کفر کے برابر تو کوئی گناہ نہیں مگر بندہ تلافی کرنا چاہے تو اس کی بھی تلافی ہوسکتی ہے۔ اور یہ خیال کفار کو بھی ہوا تھا کہ اگر ہم اسلام لے آئیں تو آئندہ کے لیے تو گناہوں کا اِنسداد ہو جائیگا مگر جو گناہ قتل وزنا وغیرہ کفر کی حالت میں ہم کر چکے ہیں ان کی تلافی کیسے ہوگی چنانچہ جب حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو بعض کفار نے یہی عذر کیا کہ ہم جانتے ہیں اسلام حق ہے مگر ہم اسلام بھی لے آئے تو ان گناہوں کی تلافی کیوں کر ہوگی جو ہم نے اب تک کئے ہیں اسلام لانے سے ان کو کیا نفع ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ یٰا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ . اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم (ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین خدا تعالیٰ تمام گذشتہ گناہوں کو معاف فرما دے گا، واقعی بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اسکی فرمابرداری کرو، (بیان القرآن)

اس میں بتلا دیا گیا کہ اسلام لانے سے کفر بھی مٹ جائیگا، اور کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے ہیں وہ بھی سب مٹ جائیں گے، اس آیت سے مقصود توبہ کی تعلیم ہے اور توبہ سے جو امر مانع تھا اس کو رفع کرنا ہے اس میں گناہ پر دلیری کی تعلیم نہیں ہے، اس آیت سے گناہوں پر دلیر نہ ہونا چاہئے، ہاں جو شخص گناہ کر کے توبہ کرنا چاہے اور اس کو یہ خیال مانع ہو کہ میرے اتنے گناہوں کو توبہ سے کیا نفع ہوگا، اس کو اس آیت سے کام لے کر توبہ کی ہمت

کرنا چاہیے۔ ایسے شخص کو اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے کہ جب تم اپنے پہلے گناہ سے توبہ کر لو گے تو وہ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور نامہ اعمال سے بھی مٹ جائیں گے۔ وہ ایسے لکھے ہوئے نہیں ہیں جیسے چھپی ہوئی روشنائی کے حروف ہوں بلکہ ایسے لکھے ہوئے ہیں جیسے سلیٹ پر پتھر کے قلم سے حروف لکھے ہوئے ہیں کہ لب لگا کر ان کو مٹا دیتے ہیں، اسی طرح توبہ کے بعد حق تعالیٰ سب گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

توبہ کے بعد حق تعالیٰ کی عنایت

پھر یہی نہیں کہ گناہوں کو مٹا کر ان کی جگہ خالی چھوڑ دیں بلکہ حق تعالیٰ ان کی جگہ کو بھی بھر دیتے ہیں اور نامہ اعمال کو مزین کر دیتے ہیں اس طرح کہ گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیتے ہیں، اُولَئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنَاتٌ تمہارا کہا (اور کیا ہوا) تو مٹ جاتا ہے ،مگر حق تعالیٰ کا کہا ہوا نہیں مٹ سکتا، حق تعالیٰ وعدہ فرماتے ہیں کہ توبہ کے بعد ہم گناہوں کے عوض اپنے پاس سے بہت کچھ دیں گے، سبحان اللہ کس قدر عنایت ہے، اب بھی اگر کوئی توبہ نہ کرے تو اس سے زیادہ محروم کون ہوگا۔ (مطاہر الاقوال ملحقہ البلاغ ص ۹۳ ص ۹۴)

گناہوں سے توبہ نہ کرنے کی نحوست

اگر گناہ صادر ہو جائے تو اس کے تدارک (اور توبہ) میں غفلت نہ کرو، اگر غفلت کی تو حدیث میں آیا ہے کہ ایک گناہ سے دل پر سیاہ داغ پیدا ہو جاتا ہے، پھر اگر توبہ کر لی تو وہ مٹ جاتا ہے ورنہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر ایسی بے حیائی بڑھ جاتی ہے کہ توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی اس لئے اگر گناہ صادر ہو جائے تو غفلت نہ کرنا چاہیے۔ فوراً توبہ کرنا چاہیے۔ (مطاہر الاقوال ص ۱۱۵)

توبہ کرنے والے کی فضیلت

رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں کُلُّکُمْ خَطَّاؤُنَ وَ خَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ کہ گنہگار سب ہیں مگر ان میں اچھے وہ ہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں، اگر اتنی ہمت نہ ہو کہ گناہ چھوڑ دو تو توبہ کرنے سے تو ہرگز ہمت نہ ہارو بلکہ جو گناہ ہو جایا کرے اس سے فوراً توبہ کرلیا کرو، اگر پھر ہو جائے پھر توبہ کرلو، (تفصیل التوبہ ص ۱۹۶)

حدیث پاک میں توبہ کا قانون یہ ہے کہ ''اَلتَّـائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ'' یعنی جب آدمی گناہ سے توبہ کرلیتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں، تو اگر توبہ ٹوٹ بھی گئی تو پھر کرلے پھر گناہ معاف ہو گیا پھر ٹوٹ گئی پھر کرلی، پھر ٹوٹ گئی پھر کرلی، اس پر اگر یہ خیال کیا جائے کہ کہاں تک معافی ہوا کرے گی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو بھی اپنی طرح سمجھا ہے، اللہ جل جلالہ کی شان تو بڑی ہے، اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کو کوئی ہزار دفعہ ستائے پھر ان سے معافی مانگ لے تو خوش ہو جاتے ہیں، جب بندگان خدا کی یہ شان ہے تو خدا کی شان تو پھر پوچھو ہی مت، حدیث پاک میں اسکا بیان اس طرح ہے ''مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً'' یعنی وہ شخص مُصِرعلی المعصیت (یعنی گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں) ہے جو استغفار کرتا ہے اگرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ اس گناہ کو لوٹ لوٹ کر کرتا ہو۔ اور حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ابن آدم میرے پاس زمین بھر کر گناہ لے کر آئے گا بشرطیکہ شرک نہ کیا ہو تو میں اس کے جواب میں اس سے زیادہ مغفرت لے کر آؤں گا، کس قدر امید دلانے والی حدیث ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ دنیا کے لوگوں کی سی بارگاہ نہیں ہے حق تعالیٰ نہ توبہ سے ڈرتے ہیں نہ کثرت گناہ سے ڈرتے ہیں اللہ میاں تنگ نہیں ہیں اور توبہ توڑنے یا گناہ کرنے سے اللہ میاں کا بگڑا کیا؟ گناہ کی

مثال تو بد پرہیزی کی سی ہے اگر بچہ نے بد پرہیزی کی تو باپ کا کیا بگڑا ہاں باپ کو رحم آئیگا، بچہ کی بد پرہیزی سے باپ کو تو رنج بھی ہوگا اور حق تعالیٰ کی ذات پر رنج وانفعال کا ہونا محال ہے، رحم فرمانا اور بات ہے۔(اول الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۲۶۸)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندہ کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ اس کا اونٹ راستہ میں گم ہو جائے اور تمام سامان کھانے پینے کا اسی پر ہو اور وہ پریشان ہو کر اس کو ڈھونڈتا ہے اور جب نا امید ہو گیا تو ایک درخت کے نیچے تھک کر اور اپنی جان سے مایوس ہو کر (کہ اب تو مرنا ہی ہے) لیٹ رہا، اور اسی حالت میں اس کو نیند آگئی، جب آنکھ کھلی تو دیکھا اونٹ کھڑا ہے، اس وقت اس بندہ کو جس قدر خوشی ہوگی اس سے زائد خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے جب بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔

(وعظ التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ۵۴۲)

نماز پڑھ کر توبہ کرنے کا فائدہ

جب توبہ کرو تو اس قاعدہ سے کرو جو حدیث پاک میں آیا ہے کہ پہلے دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھو، اس کے بعد توبہ کرو، اس میں یہ مصلحت تو ظاہر ہی ہے کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاتِ یعنی نیکیاں گناہوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ دوسرا فائدہ ظاہر ہے کہ نماز کے بعد توبہ کرنے میں دل حاضر ہوگا اور توبہ قبول ہونے کے لیے حضور قلب نہایت ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَایَقْبَلُ الدُّعَاءَ مِنْ قَلْبٍ لَاهٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعاء قبول نہیں فرماتے، تیسرا فائدہ عقلی یہ ہے کہ اس طرح توبہ کرنے سے نفس گناہوں سے گھبرا جائیگا کیونکہ نفس کو نماز بہت دشوار ہے، روزہ اتنا دشوار نہیں، تو جب گناہ کے بعد دو رکعت پڑھنا اپنے ذمہ لازم کر لو گے تو نفس گناہوں سے گھبرا جا

ئیگا کہ یہ کہاں کی علّت سر لگی۔ بلکہ شیطان بھی گناہ کرانا چھوڑ دے گا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ معاف ہو جائیگا اور یہ بیس رکعتیں پڑھے گا، گناہ تو توبہ سے معاف ہو جائیگا اور یہ بیس رکعتیں اس کے پاس نفع میں رہیں گی، اس لئے وہ گناہ کرانا ہی چھوڑ دے گا کیونکہ وہ نقصان کے لئے گناہ کراتا ہے جب گناہ میں بھی نفع ہونے لگا تو وہ ایسا بے وقوف نہیں کہ وہ آپ کو نفع کرائے، وہ گناہوں کا خطرہ (وسوسہ) ڈالنا ہی چھوڑ دے گا تا کہ تم اتنی رکعتیں نہ پڑھ سکو، لیجئے میں نے ایسی بات بتلائی ہے جس میں نہ مجاہدہ ہے نہ کچھ مشقت ایسا نسخہ ہے جس کو سب استعمال کر سکتے ہیں۔(مطاہر الاقوال ملحقہ البلاغ ص ۱۲۲ اص ۱۱۵)

شریر نفس والوں کے لیے دو رکعت کافی نہیں زیادہ پڑھنا چاہیے

بعض لوگوں کا نفس بڑا شریر ہوتا ہے، دو رکعت سے اس کو زجر نہ ہوگا، سو اگر کسی کو دو رکعت کافی نہ ہوں تو وہ ہر گناہ کے بعد چار پڑھا کرے، چار بھی کافی نہ ہوں تو آٹھ پڑھا کرے۔

مگر میں اس وقت یہ کہتا ہوں کہ آپ دو ہی رکعت پڑھنا شروع کیجئے انشا اللہ اس سے بھی گناہ چھوٹ جائیں گے ورنہ کم تو ہو ہی جائیں گے، بتلائیے کتنا آسان نسخہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی باتیں ایسی ہیں کہ ان کو استعمال کر کے دیکھو خود ان کی قدر جان لو گے۔

(مطاہر الاقوال ص ۱۲۲)

توبہ باقی رکھنے کا طریقہ اور روزانہ کرنے کا ضروری مراقبہ

توبہ کر لینے کے بعد ضرورت ہوتی ہے توبہ باقی رکھنے کی سو اس کی تدبیر یہ ہے کہ تھوڑی دیر عذاب الٰہی کا مراقبہ کیا جائے۔ اور اس کے لیے میں وہ وقت بتاتا ہوں جو بالکل

فاضل ہے تا کہ آپ کے کسی کام میں بھی حرج نہ ہووہ سونے کا وقت ہے۔ جب آپ سونے کو لیٹتے ہیں تو فوراً نہیں سوجاتے بلکہ کچھ دیر لیٹنے پوٹنے (کروٹ بدلنے) کے بعد نیند آتی ہے، یہ بیکار وقت اس کام میں لگائیے، اس وقت عذاب الٰہی کا تصور کیجئے، اور سوچئے کہ مجھ سے ان گناہوں کی باز پرس ہوگی تو کیا جواب دوں گا، اور یہ عذاب ہوگا تو اس سے نجات کیسے ہوگی ،اس مراقبہ سے خوف پیدا ہوگا اور توبہ کی توفیق پیدا ہوگی، توبہ کر کے سوجائیے، پھر صبح کو یہ یاد رکھئے کہ رات حق تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا، اور نگرانی رکھئے کہ اس کے خلاف نہ ہونے پائے، اگلے دن رات کو پھر ایسا ہی کیجئے کہ اگر دن میں کچھ عہد شکنی ہوگئی ہے تو عذاب الٰہی کو یاد کر کے اس سے توبہ کیجئے، اور صبح کو پھر یاد رکھئے، غرض اسی طرح چند روز کیجئے دیکھیں تو کب تک توبہ ٹوٹتی ہے، اور توبہ کیسے باقی نہیں رہتی۔

(اول الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۳۰۱)

توبہ قبول ہونے کی ایک علامت

ایک مرتبہ سچی توبہ کر لینے کے بعد بار بار گناہوں کو یاد نہ کرنا چاہیے

بے ضرورت گناہوں کو یاد کرنا اپنے ہاتھوں وحشت کا سامان کرنا ہے، شیخ ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ گناہ معاف ہوجانے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ گناہ دل سے مٹ جائے اور جب تک وہ مٹے گا نہیں قلب پر وحشت سوار رہے گی، جو اس گناہ کی سزا ہے۔

اس کی شرح میں مشائخ طریق کا ارشاد ہے کہ گناہ کے بعد جی بھر کے توبہ کرلو، پھر اس گناہ کو جان جان کر یاد نہ کرے۔ اس سے بندہ اور خدا کے درمیان ایک حجاب سا معلوم ہونے لگتا ہے جو محبت اور ترقی سے مانع ہے، جیسے دو دوستوں میں کوئی رنجش ہوجائے تو پھر صفا

ئی کے بعد اس کو بار بار یاد نہ کرنا چاہیے، حق تعالیٰ شانہ تو تاثر (یعنی متاثر ہونے) سے بری ہیں مگر تم تو متاثر ہوگے، جب تم بار بار گناہ کو یاد کرنے سے دل کو افسردہ کرلو گے اور محبت میں ترقی نہ کرسکو گے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہاں سے بھی عطاء میں کمی ہوگی۔ کیوں کہ جزا اور ثمرات عمل پر مرتب ہوتے ہیں خواہ اعضاء کا عمل ہو یا قلب کا عمل۔ غرض توبہ کے لیے تو گناہ کو یاد کرے مگر توبہ کے بعد پھر اس کو یاد نہ کرے بلکہ دل سے نکال دے۔

حج کے موسم میں ایک شخص جمرہ عقبہ پر بجائے کنکریوں کے جوتے مار رہا تھا اور کہتا جارہا تھا کہ مردود شیطان تو نے مجھ سے فلاں دن یہ گناہ کرایا یہ کہتا جاتا اور جوتے مارتا جاتا تھا۔ یہ حرکت بہت بری تھی، ایک تو گناہوں کو یاد کرنا پھر ان کو ظاہر کرنا۔ بعض لوگ توبہ کرکے ڈرتے ہیں کہ توبہ ٹوٹ نہ جائے یہ فکر بھی اچھی نہیں یہ خوف بھی چھوڑ دینا چاہیے۔ صفائی کے وقت کدورتوں کو یاد نہ کرنا چاہیے۔ اس سے وحشت ہوتی ہے۔ البتہ اگر از خود یہ چیزیں (یعنی گناہ) یاد آجائیں تو پھر تجدید استغفار اور دعاء ضروری ہے۔

(اکمال العدۃ، برکات رمضان ص ۴۳۹)

ایک ضروری معمول اور بڑے کام کی بات

جہاں تک ہوسکے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچو اور اگر گناہ کرتے ہی ہو تو اس کو گناہ اور حرام ہی سمجھنا اور دوسری بات یہ ہے کہ سوتے وقت دن بھر کے گناہوں کا حساب کرلیا کرو کہ صبح سے اس وقت تک کیا کیا گناہ کیے۔ خصوصاً وہ گناہ جو معاش کے متعلق ہیں کیونکہ مال حرام سب سے بری چیز ہے یہ تخم ہے تمام گناہوں کا سو اس طرح گناہوں کو یاد کیا کرو اور تخلیہ میں زبان سے کہا کرو کہ اے اللہ میں بڑا نالائق ہوں اور اس قابل ہوں کہ غرق کردیا جاؤں۔ کوئی عذر میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے بہت ہمت کی، مگر کامیابی نہیں ہوئی آپ مدد فرمایئے اور مجھے اس خباثت سے نجات عطا فرمایئے۔

میں ایسی کام کی بات بتا تا ہوں کہ کہ اول تو اس سے وہ گناہ ہی چھوٹ جائے گا اور اگر بالفرض نہ چھوٹا اور ساری عمر اسی میں مبتلا رہے تب بھی اتنا فائدہ پہونچے گا کہ مرتے وقت صرف ایک گناہ ہی سر رہے گا کیونکہ جب روز توبہ کی جاتی ہے تو اس سے ماضی کا تو کفارہ ہو جا تا ہے تو بجائے اس کے کہ سو دن کے گناہ سر ہوتے ایک ہی دن کے رہ جائیں گے جو تدبیر میں نے بتائی ہے اس سے آپ کے ذمہ صرف ایک دفعہ رہ جاتی ہے اور بغیر اس کے بہت سی دفعات لگی ہوئی ہیں یعنی بے فکری کا گناہ غفلت کا گناہ روزانہ کی بداعمالیوں کا گناہ اگر یہ تدبیر کرو گے تو صرف ایک ہی عمل کا گناہ رہ جائیگا اور ان گناہوں کے لئے ایک اور کام کی بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ گناہ جن کو چھوڑنے میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی اور ایک وہ جن کے چھوڑنے میں کسی قدر تکلیف ہوتی ہے۔ اوّل کی مثال مردوں کے لئے ریشم پہننا، ڈاڑھی منڈوانا وغیرہ۔ ان کے چھوڑنے میں کیا تکلیف ہوتی ہے ان کو تو فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔ اس کے لئے کوئی معتد بہ دواعی بھی نہیں سوائے لاپرواہی کے۔ دوسری قسم گناہ کی یہ ہے مثلاً ناجائز ملازمت، رشوت لینا وغیرہ تو ایسے گناہوں کے متعلق کہہ دیتا ہوں کہ رفتہ رفتہ چھوڑ دو! نیت یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح تو چھوڑیں جن سے ایک دم چھوڑنے کی امید نہیں بلکہ اگر ان پر زور ڈالا جائے تو عمر بھر بھی نہ چھوڑیں اس کے لئے وہی طرز عمل رکھو جو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ رات کو وہ گناہ یاد کیا کرو اور اپنی خطا کا اعتراف کر کے زبان سے کہو کہ اے اللہ میں بڑا نالائق ہوں گندہ ہوں اپنی غلطی سے شرمندہ ہوں اسی طرح اور سخت سخت الفاظ اپنے متعلق استعمال کرو اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ میں عاجز ہوں، آپ میری مدد فرما دیں۔ میرا قلب ضعیف ہے گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے آپ ہی میری نجات کا سامان فرما دیجئے۔ یا اللہ اب تک جو میں نے گناہ کئے ہیں اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں پھر گناہ نہ کروں گا (اگر گناہ ہوگا تو پھر آپ سے معاف کرالوں گا (آپ اس طرح عمل شروع کردیں) اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ اول تو گناہ چھوٹ جائے گا اور اگر ساری عمر بھی نہ چھوٹا تو صرف ایک دفعہ کے آپ مجرم رہیں گے۔ (بصائر حکیم الامت ص ۲۰۸)

فصل

سفر حج سے پہلے حقوق العباد کی ادائیگی

حقوق العباد مثلاً قرض وغیرہ نہ شہید ہو جانے سے معاف ہوتے ہیں نہ حج و عمرہ سے

حدیث شریف میں آیا ہے اَلْحَجُّ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ

(یعنی حج گذشتہ تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، اس حدیث پاک) میں لفظ ما بظاہر عام ہے۔ مگر یہ اپنے عموم پر باقی نہیں اس سے حقوق العباد مستثنٰی ہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں سب معاف ہو جائیں گے، اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا" یا رَسُوْلَ اللهِ اِلَّا الدَّیْن "، مگر دین یعنی حق العباد (بندے کے حقوق مثلاً قرض وغیرہ) معاف نہ ہوگا حضور ﷺ نے سائل کو واپس بلایا اور فرمایا اِلَّا الدَّیْن فَاِنَّ جِبْرَئِیْلَ قَا لَهٗ لِیْ آنِفاً مگر دین (قرض) معاف نہ ہوگا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ابھی مجھ سے فرمایا ہے۔

نیز مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعاً مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یُغْفَرُ لِلشَّھِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ کہ شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جائیگا لیکن قرض معاف نہ ہوگا۔

پس جب شہادت سے بھی دین (یعنی قرض اور دیگر حقوق العباد) معاف نہیں ہوتا حالانکہ شہادت کا درجہ بہت بڑا ہے تو حج سے بھی دین معاف نہ ہوگا۔

(التبلیغ قدیم ص ۳۰ شمارہ ۱۸۸ البدائع)

حج وہجرت سے حقوق اور گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صغائر سب معاف ہوجاتے ہیں۔

حدیث پاک اَلْحَجُّ یَھْدِ مُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ سے (یعنی حج گذشتہ گناہوں کوختم کردیتا ہے اس سے) ایک تو دیون مستثنٰی ہیں اور دیون سے مراد حقوق ہیں خواہ حقوق العباد (جیسے قرض وغیرہ، یا مثلاً کسی سے سودلیا، رشوت لی، بھائی بہن کی میراث کا حصہ یہ سب حقوق العباد ہیں) ہوں خواہ حقوق اللہ مثلاً جو نمازیں روزے فوت ہوگئے، اور گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی و نحو ذلک، یہ سب حقوق اللہ ہیں۔ (تو ایک تو حج سے حقوق مستثنٰی ہیں کہ وہ معاف نہیں ہوتے) دوسرے کبائر (یعنی گناہ کبیرہ) مستثنٰی ہیں، حج سے کبائر معاف نہیں ہوتے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں کیونکہ قرآن میں ہے اِنَّ اَلْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ الْسَّیاٰتِ کہ نیک کام برے کاموں کومٹادیتے ہیں، اور قرآن ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیّات سے مراد صغائر ہیں، چنانچہ ارشاد ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْ کَبَا ئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیَّاتِکُمْ

یہاں سّیات کو کبائر کے مقابلہ میں لانا اس کی دلیل ہے کہ (سیئات سے مراد) صغائر ہیں پس معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ سے (جس میں حج اور ہجرت بھی شامل ہے) صرف صغائر ہی معاف ہوتے ہیں کبائر معاف نہیں ہوتے جب تک کوئی دلیل نہ ہو۔ اور ہجرت سے بھی صغائر ہی معاف ہوتے ہیں کبائر معاف نہیں ہوتے، البتہ اسلام سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں صغائر بھی کبائر بھی۔

(وعظ الحج، ملحقہ التبلیغ ص ۳۰ شمارہ ۸۸)

تحقیق مذکور پر حدیث کی رو سے ایک اشکال

اوراس کا جواب

اشکال کی تقریر! اب میں ایک سوال کا جواب دے کر بیان کوختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضورﷺ نے حج کے وقت عرفہ کی شام کوامّت کے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما دیجئے، پھر فرمایا کہ دعا قبول ہوگئی۔ مگر مظالم (یعنی حقوق العباد) کے بارے میں قبول نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ظالم سے مظلوم کا حق ضرورلوں گا۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار آپ مظلوم کواس کے حق کے عوض جنت کی نعمتیں دے کر بھی خوش کر سکتے ہیں اور ظالم کی مغفرت فرما سکتے ہیں، مگر یہ قبول نہ ہوا، پھر یوم مزدلفہ کی صبح کوآپ نے تبسم فرمایا، صحابہ نے تبسم (مسکرانے) کا سبب دریافت کیا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے آج مظالم کے بارہ میں بھی میری دعاء قبول فرمالی اور میری امت کوبخش دیا، تو شیطان سر پر خاک ڈالتا ہوا ہائے واویلا کرتا ہوا بھاگا، اس کی حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔

(بیہقی، حیٰوۃ الصحابہ ص۳۶۴ ج۳)

اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حج سے صغائر کبائر اور حقوق وغیرہ سب معاف ہوجاتے ہیں، اور یہ تمہاری سابق تقریر کے خلاف ہے۔

(البدائع بدیعہ ۱۹ ص ۲۶۳)

جواب کی تقریر

اس کا جواب بعض علماء نے تو یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے جس کی سند میں دوراوی ضعیف ہیں اس لیے یہ حدیث حجیت کے قابل نہیں۔

مگر الحمد اللہ "کَمْ تَرَکَ اَلا وَّل لِلْآخِرْ" مجھے ایسا جواب معلوم ہوا ہے جس کے بعد اس حدیث کے رد کرنے کی ضرورت نہیں، مجھے حیرت ہے کہ اس حدیث سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حج سے حقوق العباد وغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، اس حدیث میں تو حج کا بیان ہی نہیں، بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی امّت کے لئے دعا فرمائی تھی خواہ حاجی صاحب ہوں یا نہ ہوں۔

حدیث کا مطلب:- اب حدیث کا مطلب سنیے بات یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سب باتیں اور تمام علوم ایک دفعہ ہی معلوم نہیں ہوئے بلکہ آہستہ آہستہ معلوم ہوئے ہیں، اور جب تک آپ کو کسی امر کی پوری حقیقت معلوم نہ ہوتی آپ کو بے چینی اور حیرت رہتی اسی کے متعلق حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے **وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدَیٰ اَیْ وَجَدَکَ حَائِراً طَالِباً لِلزِّیَادَةِ فِیْ الْعِلْمِ فَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ** کہ خدا نے آپ کو طلب حقائق میں حیران و بے چین پایا تو آپ کو پوری طرح حقائق پر مطلع فرمایا۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب سمجھو کہ حضور ﷺ کو یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ کافر اسلام لے آئے تو اسلام سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اسلام کے بعد اس سے گناہ ہوں تو وہ بھی توبہ کرنے سے سب معاف ہوجائیں گے یا بغیر توبہ کے بھی معاف ہوسکتے ہیں اور اسی وقت کی یہ آیت ہے **وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّداً فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِیْهَا** (جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جھنم ہے کہ ہمیشہ ہمیش کو اس میں رہنا ہے، اس لئے بعض صحابہ اس کے قائل ہو گئے کہ قاتل عمد کے واسطے توبہ نہیں، یعنی اس جرم کی سزا ضرور بھگتنا ہوگی، اور یہ جرأت اب بھی معتزلہ وخوارج کو باقی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتا بلکہ گناہ کبیرہ سے وہ ایمان کو زائل شدہ سمجھتے ہیں۔ خواہ دخول فی الکفر ہو یا نہ ہو۔

غرض ابتدا میں حضور ﷺ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ذرہ برابر ایمان بھی سب گناہوں کی مغفرت کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔ اس لئے آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری امّت کی

مغفرت فرما دیجئے، مطلب یہ تھا کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو بغیر سزا کے ان کو بخش دیا جائے، اور توبہ نہ کریں تو گناہ کی سزا کے بعد بخش دیا جائے، یعنی کسی وقت ان کو جنت میں ضرور بھیج دیا جائے، چنانچہ عرفہ کی شام کو یہ دعاء قبول ہوئی، مگر مظالم وحقوق العباد کے متعلق قبول نہ ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ توبہ کے بعد بھی حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے، مزدلفہ کی صبح کو ان کے متعلق بھی دعا قبول ہوگئی کہ جو شخص توبہ کر کے مر جائے اور اس کو توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقع نہ ملے تو توبہ سے اسکے لئے حقوق العباد بھی معاف ہو جائیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کر کے ظالم کی مغفرت فرما دیں گے، اور جس کو توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقعہ ملے اس سے گناہ تو معاف ہو جائیں گے مگر حقوق ساقط نہیں ہوئے (وہ قیامت میں دلائے جائیں گے) اگر اس نے ادائے حقوق میں کوتاہی کی تو توبہ کے بعد دوسرا گناہ ہوا، اگر مرنے سے پہلے اس سے بھی توبہ کر لی تو یہ گناہ بھی معاف ہو جائیگا اور حق تعالیٰ مظلوم کو خوش کر دیں گے، اور اگر توبہ نہ کی تو اس گناہ کی سزا بھگت کر مغفرت ہو جائے گی۔ یہ تو توبہ کے بعد حکم ہے، اور توبہ نہ کرنے کی حالت میں یہ حکم ہے کہ حق تعالیٰ کو اختیار ہے خواہ اس کو سزا دے کر بخشیں یا بغیر سزا ہی کے بخش دیں۔ اور مظلوم کو جنت کی نعمتوں سے خوش کر دیں، بہر حال مغفرت سب کی ہو جائے گی، اور کسی وقت سب مسلمان جنت میں پہنچ جائیں گے، یہ حاصل ہے اس حدیث کا جس کو حج سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اس میں امّت محمدیہ کی مغفرت کا قاعدہ مذکور ہے۔

(البدائع بدیعہ ۱۹ص ۲۶۶) (وعظ الحج ملحقہ اصلاح ظاہر ص ۱۶۰)

حقوق وذنوب کا فرق

حقوق العباد تو اسلام لانے سے بھی معاف نہیں ہوتے

اسلام لانے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں صغائر بھی کبائر بھی، مگر حقوق معاف نہیں ہوں گے، کیونکہ ذنوب اور ہیں، حقوق اور ہیں (ذنوب جیسے بے پردگی یعنی عورتوں کو دیکھ لینا، ناچ گانا دیکھنا سننا وغیرہ یہ ذنوب یعنی گناہ ہیں، اور حقوق سے مراد حقوق العباد مثلاً کسی شخص کا حق دبالیا یا کسی پر ظلم کیا، اسکو ستایا یہ حقوق ہیں)

اسلام واعمال صالحہ سے ذنوب معاف ہو جاتے ہیں حقوق معاف نہیں ہوتے۔

آج مجھے شامی کی ایک تقریر دیکھ کر اپنی تیس سالہ تحقیق کی تائید ملی وہ یہ ہے کہ میں کہا کرتا تھا کہ اعمال صالحہ سے (مثلاً حج اور صلوٰۃ التسبیح پڑھنے سے) یا توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں حقوق معاف نہیں ہوتے، مثلاً کسی نے آج گناہوں سے توبہ کی تو اس کے گناہ تو معاف ہو گئے مگر اس نے جتنی نمازیں قضا کی ہیں، روزے فوت کیے ہیں، یا کسی کا قرض لے کر مار لیا ہے یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوئے، ان کا ادا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے۔

لہٰذا (حاجی صاحب!) بس آج سے ان کی ادا میں لگ جایئے۔ جس قدر اس سے ہو سکے (تھوڑا تھوڑا) ادا کرے اور سب کے ادا کا پختہ ارادہ رکھے اگر کچھ باقی رہ گئے اور مر گیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو بری الذمہ کر دیں گے۔ مگر توبہ کے بعد حقوق ماضیہ (یعنی گذشتہ حقوق جن میں کوتاہی کی ہے خواہ حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ ان) سے بے فکر ہونا جائز نہیں۔ تو علامہ شامی کے کلام میں اس کی تصریح مل گئی کہ ذنوب اور چیز ہیں حقوق اور ہیں۔

اورتوبہ سے ذنوب معاف ہوتے ہیں نہ کہ حقوق، اور حج سے یا ہجرت سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں نہ کہ کبائر [۱]

اور صغائر کا معاف ہو جانا کیا تھوڑی بات ہے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ صغائر کیسے ہوتے ہیں، صغائر (یعنی گناہ صغیرہ) کی مثال ایسی ہے جیسے آگ کے شرارے (چنگاریاں چھوٹے انگارے) پھیلے ہوئے ہوں، اور کبائر کی ایسی مثال ہے جیسے بڑا شعلہ ہو تو اندیشہ ناک دونوں ہیں کیونکہ بعض دفعہ ذراسی چنگاری سے شہر کا شہر جل گیا ہے کوئی شخص بھی اپنے چھپّر میں (یا کپڑوں میں) چھوٹی چنگاری لگانے پر راضی نہ ہوگا، اور یہ نہ کہے گا کہ یہ تو ذراسی چنگاری ہے ۔ اسلئے صغائر (یعنی گناہ صغیرہ) کی معافی کو تھوڑا نہ سمجھو یہ بھی بڑی دولت ہے۔

(وعظ الحج ملحقہ التبلیغ قدیم ص ۳۰ ص ۸۸)

وقت آنے سے پہلے معافی تلافی کرالیجئے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسکے ذمہ کسی بھائی کا اس کی (عزت و) آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا کچھ حق ہو وہ اس سے آج معاف کرالے ایسے وقت سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، اگر اس کے

(۱) ان الهجرة والحج لا يكفران المظالم ولا يقطع فيهما بمحو الكبائر ، وانما يكفران الصغائر ، ويجوز ان يقال والكبائر التى ليست من حقوق احد كا سلام الذمى وقال الترمذى هو مخصوص بالمعاصى المتعلقة بحقوق الله تعالى لا العباد ولا يسقط الحق نفسه بل من عليه صلاة يسقط عنه اثم تاخيرها لا نفسها فلو اخرها بعده اثم آخر.

قال فى البحر ليس معنى التكفير كما يتوهمه كثير من الناس ان الدين يسقط عنه وكذا قضاء الصلاة والصوم والزكوة اذ لم يقل احد بذٰلک ، فلا يقطع بتكفير الحج لا كبائر من حقوقه تعالىٰ فضلاً عن حقوق العباد .

(رد المختار فى كتاب الحج ص ٢٧٦ ج ٢)

پاس کچھ عمل صالح ہوگا (یعنی نیکیاں ہوں گی) تو اس کے حق کے بقدر صاحب حق کو دے دیا جائیگا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے فریق کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے،(بخاری،مشکٰوۃ باب الظلم)

فائدہ:- ساٹھ ستر برس کی عمر حدیث کی رو سے امت محمدیہ کی عمر کا اکثر کے اعتبار سے گویا اختتام (یعنی آخری وقت ہوتا) ہے۔اور ایسے وقت میں دوسرے اوقات سے بہت زیادہ آخرت کی تیاری کی ضرورت ہے،اور یہ تیاری ایمان کے بعد اعمال کی درستی ہے،اور ان اعمال میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کی (اور معاملات) کی صفائی ہے۔اور اس صفائی کی صرف دو صورتیں ہیں ایک ادائیگی اور دوسرے معافی ،(حقوق العباد کے سلسلہ) میں عموماً لوگوں کو ابتلا ہے اس لئے واجب ہے کہ اس فریضہ کو اہتمام سے ادا کیا جاے۔(اور وقت آنے سے پہلے معافی تلافی کرالی جا ئے۔(اشرف السوانح ج۳ص ۱۳۸)

صفائی معاملات اور معافی تلافی کے بغیر تمہاری نماز اور حج وعمرہ بے کار ہے

(یاد رکھئے) حق تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کر دیتے ہیں مگر بندہ کے حقوق جب تک وہ معاف نہ کرے معاف نہیں کرتے یہ بہت سخت بات ہے۔ظلم (خواہ جان پر ہو یا مال دبا کر یا کسی کو ذلیل رسوا اور بدنام کر کے) ہلکی چیز نہیں ہے ساری عبادتیں اس وقت تک نا کافی ہیں جب تک ظلم سے خلاصی نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے کہ ایک دانگ کے بدلہ میں جو درہم کا چھٹا حصہ ہے (ایک درہم تقریباً تین کرام چاندی کا ہوتا ہے اس کے بدلہ میں) سات سو مقبول نمازیں حقدار کو دلائی جا ئیں گی،کتنی سخت مصیبت ہوگی،اول تو ہماری نمازیں مقبول ہی کتنی ہیں پھر تین تین پیسہ کے بدلہ میں وہ بھی جاتی رہیں تو بتلایئے قیامت میں کیسی حسرت ہوگی،مسلم شریف کی حدیث

میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا مَنِ الْمُفْلِسُ فِیْکُمْ تم مفلس کس کو سمجھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہو حضور نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر مفلس وہ ہے جس نے نمازیں بھی بہت پڑھی تھیں، روزے بھی بہت رکھے تھے، حج بھی کیا تھا (عمرے اور رمضان کا اعتکاف بھی کیا تھا) زکوٰۃ بھی دی صدقات بھی کیے تھے، مگر اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی تھی، کسی کو مارا پیٹا تھا کسی کا مال لے لیا تھا، اب قیامت میں ایک آیا وہ اس کی نمازیں لے گیا، دوسرا آیا روزے لے گیا، تیسرا آیا وہ حج لے گیا، چوتھا آیا وہ زکوٰۃ وصدقات لے گیا، پھر بھی کچھ حقدرا بچ گئے اوران کو دینے کو نیکیاں نہ بچیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے گئے اور یہ شخص طاعات سے خالی ہو کر گناہوں سے لادکر جہنم میں داخل ہوگا، (آپ ﷺ نے فرمایا) یہ سب سے بڑا مفلس ہے۔ یہ حدیث پاک بالکل صحیح ہے کیا یہ معمولی بات ہے کہ ذرا ذرا سے حقوق العباد کے بدلہ میں ساری کی کرائی محنت دوسروں کو مل جائے۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ حقوق العباد من وجہ (یعنی بعض لحاظ سے) نماز روزے سے بھی مقدم ہیں، ان کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، مگر افسوس آج کل لوگوں کو ان کا بالکل ہی اہتمام نہیں (بس حج اور عمرہ کرنے کا اہتمام ہوتا ہے اسی کو بڑی کامیابی سمجھتے ہیں)

(خیر الارشاد لحقوق العباد، ملحقہ حقوق وفرائض ص ۳۰۶۔۳۰۷)

گناہوں کی دو قسمیں اور توبہ کے دو طریقے

ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ گناہوں میں تفصیل ہے اور ان کے اعتبار سے توبہ کے طریقہ میں بھی تفصیل ہے وہ یہ کہ گناہ دو قسم کے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ دوسری قسم (یعنی بندوں کے حقوق) صاحب حق سے معاف کرائے بغیر معاف نہیں ہوتے، توبہ کے

قبول ہونے کا وعدہ (بیشک اللہ نے کیا ہے لیکن قبول ہونے کا وعدہ) ہونے کا یہ مطلب نہ سمجھو کہ کسی کا مال مارلیا اور نماز پڑھ کر توبہ کر لی اور چھوٹ گئے۔

مالی حقوق سے توبہ کا طریقہ

مالی حقوق (مثلاً بھائی بہن کا دکان مکان جائداد میں حصہ نہیں دیا یا کسی سے قرض لے کر ادا نہیں کیا اس قسم کے حقوق) تو تب ہی معاف ہوں گے جب ان کو ادا کرو گے (محض توبہ سے معاف نہ ہوں گے) اور اگر ایسا اتفاق ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے قرض لیا تھا پھر اس کے ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہوئی تو حق تعالیٰ قلب کو دیکھتے ہیں، اگر نیت میں فتور نہیں ہے (اور واقعۃً ادا کرنے کی نیت ہے) اور اسکی علامت یہ ہے کہ جتنی گنجائش ہوتی ہے ادا کر دیتا ہے، یہ نہیں کہ حلوے اور مٹھائیاں اڑاؤ اور جب قرض مانگا جاتا ہے تو جواب دے دو کہ ہے نہیں۔نہیں بلکہ ایک روپیہ کا حلوا کھاؤ تو ایک تو قرض میں بھی دے دو، تو اگر نیت سالم ہے تو امید ہے کہ جو ادا ہونے سے رہ گیا وہ قیامت کے دن معاف کرا دیا جائیگا۔قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے ایک روایت لکھی ہے کہ مؤمنین سے حق تعالیٰ قیامت کے دن باہمی حقوق کی اس طرح معافی کرائیں گے کہ صاحب حق کو بڑے بڑے محل جنت کے دکھلائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ اگر تم اپنے بھائی کا حق معاف کر دو تو تم کو یہ محل ملیں گے۔ پھر کون ہے کہ معاف نہ کرے۔

دیکھئے حقوق العباد وہ چیز ہیں کہ جنت میں جانے سے مانع ہوں گے، جب تک کہ ان سے سبکدوشی (معاملات کی صفائی یعنی ادائیگی یا معافی) نہ ہو جائے جنتی شخص بھی جنت میں نہ جاسکے گا۔اور ان کو حق تعالیٰ براہ راست خود معاف نہ کریں گے بلکہ صاحب حق سے اس ترکیب سے معاف کروائیں گے۔یہ بھی محض حق تعالیٰ کی رحمت ہے، جب حاکم چاہے تو معافی ہو جاتی ہے۔ (اوّل الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۲۹۸،۲۹۹)

غیر مالی حقوق سے معافی اورتوبہ کا طریقہ

بعض حقوق العباد غیر مالی ہیں ان میں کوئی چیز ادا کرنے کی نہیں، ہاں اس کی ضرورت ہے کہ صاحب حق سے (یعنی جس کی غیبت چغلی کی ہے، ستایا ہے اس کی عزت پر حملہ کیا اور اس کو بدنام کیا، یا کسی طرح ہاتھ وزبان سے اسکو تکلیف پہنچائی ہے تو کسی طرح اس سے) معافی حاصل کرو، اس کی خوشامد درآمد کر کے یا اس کے ساتھ سلوک کر کے یا گڑگڑا کر یا جس طرح بھی ممکن ہو (اس کو راضی کر کے معافی تلافی کرلو) اس صورت میں اگر آپ نے اپنے امکان بھر کوشش کرلی اور (پھر بھی) وہ معاف نہیں کرتا تو اب وہ گنہگار ہے۔

بعض لوگ ایسے سنگدل اور بے رحم ہوتے ہیں کہ قصور وار کا قصور کسی طرح معاف ہی نہیں کرتے ، اور اسی کو فخر اور شان سمجھتے ہیں کہ وہ خوشامد کر رہا ہے اور ان کی ''نا'' ہاں'' نہیں ہوتی، یہ تکبر ہے سمجھ لینا چاہیے کہ تم بھی خدا تعالیٰ کے قصوروار ہو کہیں تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ نہ کیا جائے کہ تم معافی چاہو اور معافی نہ دی جائے تب کیا ہوگا ۔غرض حقوق العباد اگر حقوق مالیۃ ہیں تو ان سے توبہ یہ ہے کہ ان کو ادا کیا جائے یا معاف کرایا جائے ، اور حقوق مالیہ نہیں ہیں تو ان سے توبہ یہ ہے کہ صاحب حق سے معاف کرایا جائے۔

(اول الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۳۰۰)

حقوق اللہ کی دو قسمیں اوران سے توبہ کے دوطریقے

قسم اوّل یعنی حقوق اللہ میں تفصیل یہ ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں منہیات یعنی وہ امور جن سے منع کیا گیا ہے، اور مامورات جن کو طاعات بھی کہتے ہیں، یعنی وہ امور جن کے

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اوران کے نہ کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

ان میں سے پہلی قسم کے (حقوق) تو توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں مثلاً کوئی شراب پیتا ہے، یا زنا میں مبتلا ہے پھر توبہ کرلے تو یہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم یعنی طاعات اگر رہ گئیں تو ان کے لئے صرف توبہ کافی نہیں بلکہ ان کوادا کرنا چاہیے، اور اگر ادا کرتا رہا مگر کچھ رہ گئیں تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معاف کردیں گے ، اور بعض کا فدیہ بھی دینا چاہیے جیسے روزے کسی کے ذمہ رہ گئے یا نمازیں کچھ رہ گئیں تو وصیت کر جانا چاہیے، حج اگر رہ گیا تو ضروری ہے کہ حج بدل کے لیے وصیت کر جائے، اور اگر نہ فدیہ ہوسکا نہ وصیت کا موقع ملا مثلاً اچانک موت ہوگئی تو حق تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں مگر اپنی طرف سے فدیہ اور صیت کی فکر اور ارادہ سے غفلت نہ برتنا چاہیے۔

(اول الاعمال ملحقہ راہ نجات ص ۳۰۰)

زندگی بھر لوگوں سے حرام طریقہ سے مال جمع کیا حق دبایا اک دم سے کیسے ادائیگی ہوسکتی ہے

اب ایک سوال اور رہ گیا وہ یہ کہ کسی نے مثلاً دس ہزار روپئے سود یا رشوت میں لیے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ کس کس سے لیے ہیں، اب وہ چاہتا ہے کہ اس کا حق ادا کرے تو کیسے ادا کرے، اس لیے کہ اس وقت اس کے پاس دس ہزار روپئے نہیں ہیں، ساری عمر میں جو حرام مال کمایا تھا آج ایک دن میں (یا چند دن میں حج میں جانے سے پہلے) سب کیسے ادا کردے (یا بھائی بہن کی حق تلفی کر کے ان پر ظلم کیا ہے تو اک دم سے کیسے ادا کردے؟)

اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کام کا شروع کر دینا اور ادائیگی کا پختہ ارادہ

کرلینا بھی مقبول ہے۔تم پہلے صاحب حق سے معافی کی درخواست کرو،اگر وہ خوشی سے معاف کردے تب تو جلدی ہلکے ہوگئے ،اوراگر معاف نہ کرے تو اب تھوڑا تھوڑا جتنا ہو سکے اس کا حق ادا کرتے رہو،مگر یہ ضروری ہے کہ اپنے فضول اخراجات کوموقوف کردو،بس ضروری ضروری خرچوں میں اپنی آمدنی خرچ کرو،اوراس سے جتنا بھی بچے وہ حق داروں کوادا کرو،اوراگر وہ مر گئے ہوں تو ان کے ورثاء کودو،اگر ورثاء بھی نہ معلوم ہوں تو ان کی نیت سے خیرات کرتے رہو، انشاءاللہ اول تو امید ہے کہ دنیا ہی میں سارا حق ادا ہوجائیگا اوراگر کچھ ادا ہوااور کچھ رہ گیا تو اسکو حق تعالیٰ ادا کردیں گے،حق تعالیٰ کے یہاں نیت کوزیادہ دیکھا جاتا ہے جس کی نیت پختہ ہوکہ میں حق ادا کروں گا پر اس پر عمل بھی شروع کردے(اپنے بس میں جتنا ہو اس میں کوتاہی اور لاپرواہی نہ کرے)حق تعالیٰ اس کو بالکل بری کردیتے ہیں۔

(خیرالارشادلحقوق العبادص ۳۰۸،۳۰۹)

جولوگ مرچکے ہیں یالاپتہ ہیں ان سے صفائی معاملات اورمعافی تلافی کاطریقہ

اب یہاں ایک سوال ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی پرظلم کیا ہو،اورکسی سے رشوت لی ہو،کسی کی غیبت کی ہواوراب وہ مرچکے ہیں یالاپتہ ہیں تو ان کے حقوق کیسے ادا ہو سکتے ہیں؟اس کا جواب یہ ہے کہ کہ شریعت میں کوئی صورت لاعلاج نہیں ہے،کرنے والا ہونا چاہئے اس کی تدبیر یہ ہے کہ اوّل تو ان لوگوں کے پتہ لگانے میں پوری کوشش کرے،اگران کا پتہ لگ جائے تب تو ان کوحق پہنچائے۔

اگرمعلوم ہوا کہ وہ مرگئے تو مالی حقوق ان کے ورثاء کوپہنچائے ،اگر ورثاء کا بھی پتہ

نہ لگے تو جتنی رقم تم نے ظلم و رشوت سے لی ہے اتنی رقم خیرات کردو، اور نیت کرلو کہ یہ ہم ان کی طرف سے دے رہے ہیں، یہ تو حقوق مالیہ کا حکم ہے۔

غیبت شکایت اور جانی ظلم کی تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مظلوم مر گیا ہو یا لا پتہ ہو گیا ہو تو اس کے حق میں دعا کرو، نماز اور قرآن پڑھ کر اس کو ثواب بخشو، اور عمر بھر اس کے لئے دعاء کرتے رہو، انشاء اللہ حق تعالیٰ ان کو تم سے راضی کردیں گے۔

جس کی صورت قاضی ثناء اللہ صاحب نے یہ لکھی ہے کہ قیامت میں مسلمانوں کو بڑے بڑے خوبصورت عالی شان محل دکھلائے جائیں گے، اور حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان محلّات کا کوئی خریدار ہے؟ اور ارشاد ہوگا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ جس کا جو حق کسی کے ذمہ ہو اسے معاف کر دے، اس وقت کثرت سے اہل حقوق اپنے حق معاف کردیں گے، پھر سرکار کی طرف سے مسل دفتر میں داخل ہو جائے گی، قاضی صاحبؒ اپنے زمانہ کے محدث اور محقق تھے، انہوں نے تحقیق کر کے یہ روایت کہیں سے لکھی ہوگی، ہم کو ان پر اعتماد ہے۔

(خیر الارشاد لحقوق العباد ص ۳۰۸)

الغرض غیبت کا کفارہ استغفار بھی ہے (یعنی یہ کہ جس کی غیبت کی ہے اسکے لئے دعاء مغفرت کی جائے) مگر یہ جب ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے وہ مل نہ سکے ورنہ اس سے معاف کراؤ۔ (اوّل الاعمال۔ راہ نجات ص ۳۰۰)

جسکی غیبت چغلی کی ہے یا رسوا اور بدنام کیا ہے اس سے صرف معافی کافی نہیں بلکہ جن کو بدگمان کیا ہے ان کا ذہن بھی صاف کرو

یاد رکھئے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنے کا طریقہ الگ ہے اگر جھوٹ بولا ہے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے استغفار کرلو، اور اگر غیبت کی ہو تو اس کے لیے صرف استغفار کافی

نہیں جس کی غیبت کی ہے اس سے بھی معافی چاہو، مگر معافی چاہنے میں اس کی ضرورت نہیں کہ اس سے یوں کہو کہ میں نے تیری فلاں فلاں غیبت کی ہے اور تجھے یوں برا بھلا کہا ہے کیونکہ اس تفصیل سے خوامخواہ اس کو تکلیف پہنچانا ہے، ممکن ہے کہ اب تک اس کو اس غیبت کی اطلاع بھی نہ ہوئی ہو تو تم خود کہہ کر اس کا دل کیوں دکھاتے ہو بلکہ اجمالاً معافی چاہ لو کہ میرا کہا سنا معاف کر دو، اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے تم نے غیبت کی تھی (لوگوں کا ذہن گندہ کیا تھا) ان کے سامنے اس کی مدح وثنا (یعنی تعریف بھی) کر لو اور پہلی بات کا غلط ہونا ظاہر کر دو، اور اگر وہ بات غلط نہ ہو سچی ہو تو یوں کہہ دو کہ بھائی میری اس بات پر اعتماد کر کے تم فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا، کیونکہ مجھے خود اس بات پر اعتماد نہیں رہا (یہ تو ریہ ہوگا کیونکہ سچی بات پر بھی قطعی اعتماد اور یقین وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا بلکہ سچی بات بھی ظنی ہوگی) اور اگر وہ شخص مر گیا ہو جس کی غیبت کی تھی تو اب غیبت کے معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے دعا و استغفار کرتے رہو یہاں تک کہ دل گواہی دے دے کہ اب وہ تم سے راضی ہو گیا ہوگا۔ (مظاہر الاقوال ص۹۴-۹۵)

عزت وآبرو کا حق

حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے ادب کی وجہ سے عرض کیا کہ "**اللّٰہ و رسولہ اعلم**" یعنی اللہ ورسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا **اَلَیْسَ یَوْمُ عَرَفَةَ** کیا یہ عرفہ کا دن نہیں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا **بلیٰ** بیشک یہ عرفہ کا دن ہے۔ پھر پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ نے ادب سے وہی جواب دیا **اللّٰہ و رسولہ اعلم**۔ آپ نے فرمایا **اَلَیْسَ ذِیُ الْحِجَّةَ** کیا یہ حج کا مہینہ نہیں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا بیشک یہ حج کا مہینہ ہے۔ پھر دریافت فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ اس پر بھی صحابہ نے ادب

سے اللہ ورسولہ اعلم ہی کہا۔ آپ نے فرمایا اَلَیْسَ بِالْبَلَدِ الْحَرَامِ کیا یہ بلد حرام نہیں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا بیشک یہ بلد حرام ہے۔ اس تمہید کے بعد آپ نے فرمایا:

"اَلاَاِنَّ اَمْوَا لَکُمْ وَدِماَ ئکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هَـذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هَذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هَذَا مِنْ یَوْمِکُمْ اِلیٰ یَوْمِ اَلْقِیَامَةُ او کماقال علیه السلام (مشکوٰۃ شریف)

(ترجمہ) سن لو! تمہارے اموال اور جانیں اور آبروئیں آج سے قیامت تک ویسی ہی حرام ہیں جیسے اس یوم معظم، شہر معظم اور بلد معظم میں حرام ہیں ہمیشہ کے لئے ان کی حرمت ویسی ہی ہے جیسی آج ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد کی تین قسمیں ہیں ایک حقوق نفسی، دوسرے حقوق مال، تیسرے حقوق عرض، جب شریعت سے تین حقوق معلوم ہوتے ہیں تو آپ کو صرف مال میں حق العبد کو منحصر کرنے کا کیا حق ہے۔ صاحبو! جان کا بھی حق ہے۔ اور عزت وآبرو کا بھی حق ہے مال کا بھی حق ہے۔ حق العبد میں ایک بڑا حق آبرو کا ہے جس کے ضائع کرنے میں ہم لوگ بہت مبتلا ہیں، خصوصاً علماء ومشائخ (اور اہل مدارس) کیونکہ عوام تو عوام ہی کی آبرو ریزی اور غیبت کرتے ہیں، اور یہ لوگ اولیا اللہ علماء ومشائخ کی غیبت اور آبرو ریزی کرتے ہیں تاکہ لوگ ادھر سے ہٹ کر ان کی طرف آجائیں یاد رکھو یہ خلوص کے بالکل خلاف ہے۔

خلوص کی پہچان تو یہ ہے جو شیخ علی خواص نے بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بستی میں دین کا ایک کام کر رہا ہو پھر اس سے اچھا کام کرنے والا آجائے تو اس کام کو چھوڑ کر اس دوسرے ہی شخص کے سپرد کریں اور اپنے متعلقین کو خود اس کے یہاں بھیج دیں۔ اور آپ کسی دوسرے کام میں لگ جائیں۔ اور اس سے خوش ہوں کہ الحمدللہ دین کا کام کرنے والا اس بستی میں دوسرا آگیا جس سے میرا بوجھ ہلکا ہوگیا۔ اب مجھے خلوت اور ذکر کا خوب موقع ملے گا۔

عارفین اہل اللہ تو ہر وقت اس کو ترستے ہیں کہ کوئی وقت فراغت اور خلوت کا ملے جس میں یہ محبوب حقیقی کے ساتھ مشغول ہوں۔ (خیر الارشاد۔ التبلیغ ص ۱۱۷)

حقوق العباد کی چار قسمیں اور ان کے درجات

حقوق العباد چار ہیں۔

(۱) کسی کے دین کو نقصان پہنچانا (۲) عزت آبرو کو نقصان پہنچانا (۳) جان کو نقصان پہنچانا (۴) مال کو نقصان پہنچانا ان سب سے بچنا واجب ہے اور سب میں زیادہ سخت دین کو نقصان پہنچانا ہے اس کی یہ صورت ہے کہ کسی مسلمان کو مسئلہ غلط بتلا دیا یا بدعت میں مبتلا کر دیا مگر اس کو حق العباد میں کوئی شمار نہیں کرتا بلکہ محض حق تعالیٰ کا حق سمجھتے ہیں مگر نصوص میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ حق العبد بھی ہے۔ایک حدیث میں غلط مشورہ دینے کو خیانت فرمایا گیا ہے۔اور مشورہ میں دنیا کی تخصیص نہیں اور خیانت کا حق العبد ہونا ظاہر ہے۔ نیز جب اس پر حق العبد کی تعریف صادق آتی ہے یعنی جس میں عبد (بندہ) کا ضرر ہو پھر حق العبد ہونے میں کیا شبہ ہے اور دین کا ضرر سب ضرروں سے اشد ہے۔حدیث میں ہے اِنَّـمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَعْرَاضُکُمْ وَدِ مَاءُ کُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا الحدیث. اس مجموعہ میں ترتیب یہ ہے کہ سب سے کمتر مال ہے پھر جان کا درجہ ہے پھر آبرو کا، آبرو جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہے۔دیکھو تم جان بچانے کو اپنا مال ڈاکو کے حوالہ کر دو گے ،اور آبرو بچانے کے لئے جان بھی دے دو گے مثلاً کوئی شخص تمہاری بیوی چھیننا چاہے تو اس وقت جان کی پرواہ نہ کرو گے اور آبرو سے بڑھ کر دین ہے یہ سب سے زیادہ عزیز ہے اس کے سامنے آبرو کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔الغرض دین کا ضرر سب ضرروں سے اشد ہے پھر دین کے بعد آبرو کا درجہ ہے، آبرو کی تنقیص جان و مال کی تنقیص سے بھی اشد ہے۔(یعنی عزت آبرو پر حملہ کرنا جان

ومال کونقصان پہنچانے سے زیادہ سنگین جرم ہے) مگرآج کل اس کی ذرا پرواہ نہیں کی جاتی چنانچہ اس میں رات دن مبتلا ہیں حتیٰ کہ وہ اتقیاء (بزرگ) جوکسی کا ایک پیسہ مارنا بھی جرم سمجھتے ہیں غیبت سے احتراز نہیں کرتے۔

(الارتیاب والاغتیاب ملحقہ اصلاح اعمال ۵۴۱)

تین دن سے زائد ترک سلام وکلام کی اجازت نہیں

ایک حدیث شریف میں ہے لاَ یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلاَ ثَۃَ اَیَّامٍ

او کما قال علیہ السلام

یعنی کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین سے دن سے زیادہ بول چال وغیرہ موقوف رکھے'' دیکھئے! یہ حکم نہیں دیا گیا کہ چاہے آپس میں کیسا ہی رنج وتکرار ہو بولنا مت چھوڑو، حالانکہ شریعت کو یہ بھی اختیار تھا کہ ایسا حکم دیتی۔ چنانچہ بعض مشائخ نے طالبین کی اصلاح کے لئے کبھی ایسا حکم دیا ہے، مگر ایسی ہمت سالکین کو ہوسکتی ہے ہر شخص کو نہیں ہو سکتی رنج وتکرار کا طبعی تقاضا ہے کہ جس سے تکرار ہو اس سے کلام نہ کیا جائے چونکہ احکام شرعیہ عام ہیں اس لئے اس جذبہ کی رعایت کرکے حکم دیا گیا کہ غصّہ اور رنج میں بول چال چھوڑ دینا جائز ہے مگر اس کے حدود مقرر ہیں کہ تین دن سے زیادہ نہ ہونا چاہیے اس میں نکتہ یہ ہے کہ رنج وتکرار کے بعد فوراً سلام وکلام کرنے میں غصّہ کو گھونٹنا پڑے گا اور غصّہ کے گھونٹنے سے کینہ اور حسد پیدا ہو جاتا ہے اس لئے غصہ نکالنے کی اجازت دی گئی کہ بول چال ترک کر سکتے ہو، مشائخ کو بھی ایسے موقع پر غصہ گھونٹنے کا حکم نہ دینا چاہیے بلکہ موقع اور حالت کو دیکھ کر حکم دینا چاہیے۔

غرض عام حکم یہ ہے کہ تین دن تک نہ بولنا جائز ہے اور تین دن سے زیادہ ترک

کلام جائز نہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر گذر جانے سے غصّہ کم ہو جاتا ہے پھر رات گذر جانے سے اگلے دن طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے، بوجھ نہیں رہتا۔ پھر تیسرے دن غصّہ بالکل جاتا رہتا ہے اب شریعت ایسے وقت میں دونوں کو ملانا چاہتی ہے۔ کیونکہ ان کے دلوں پر غصّہ کا بوجھ نہیں رہا۔ تجربہ ہے کہ تین دن کے بعد غصہ اور رنج کا طبعی اثر باقی نہیں رہتا ہاں اگر کوئی سوچ سوچ کر خود ہی رنج وغصّہ کو تازہ کرنا چاہے تو اور بات ہے مگر یہ رنج وغصہ کسبی ہوگا، طبعی اثر نہ ہوگا، شریعت نے طبعی تقاضہ کی رعایت کی ہے کیونکہ وہ اختیار سے باہر ہے مگر یہ حدود اس رنج وغصہ میں ہیں جو دنیوی سبب سے ہو۔ (حرمات الحدود)

دینی مصلحت سے تین دن سے زائد بھی ترک سلام کلام جائز ہے

اور اگر دینی سبب سے ہو تو تین دن سے زیادہ بھی ترک سلام وکلام جائز ہے جب تک کہ وہ سبب باقی رہے۔ مثلاً نعوذ باللہ کوئی مرتد ہوگیا یا کوئی شخص فاسق وفاجر وزنا کار ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ قطع تعلق کا منشاء محض وہ معصیت ہی ہو۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ قطع تعلق تو کرتے ہیں کسی دنیوی سبب سے مثلاً ان کو کسی سے زک پہنچی ہے اس لئے بول چال قطع کرتے ہیں مگر ان کا نفس مولوی ہے وہ اس کے لیے دینی سبب نکال لیتا ہے کہ میں نے تو اس شخص سے قطع تعلق اس لئے کیا ہے کہ یہ فاسق ہے بدعتی ہے اس مرض میں آج کل مولوی زیادہ مبتلا ہیں کہ وہ دنیا کو دین بنا لیتے ہیں مگر ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ان تاویلوں سے مخلوق کو دھوکے دے سکتے ہیں مگر خدا کے یہاں یہ ترکیبیں اور حیلے نہیں چل سکتے۔

(حرمات الحدود ملحقہ حدود وقیود ص۱۲۲)

تین دن سے زائد بول چال بند رکھنا کسی مؤمن کے لئے جائز نہیں

معافی کے بعد خصوصی تعلق اور دوستی و بے تکلفی ضروری نہیں

حضرابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ قطع تعلق کر دے اس طرح سے کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے اور یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے منہ پھیر لے (یعنی سلام کلام بند کر دے) اور ان دونوں میں وہ اچھا ہے جو پہلے سلام کرے۔

(روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے مشکوٰۃ)

اس حدیث کی بنا پر میں اپنے لئے بھی اور اپنے ظالموں کے لئے بھی اور اپنے مظلوموں کے لئے بھی مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں کہ کسی کی خطاء معاف کر دینے اور عذر قبول کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے دوستی اور خصوصیت بھی رکھے، بعض اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی، اور بعض اوقات تجربہ کی وجہ سے مصلحت کے خلاف ہوتا ہے۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر اتفاق سے ملاقات ہو جائے تو باہم سلام کر لے، اور اگر ایک طرف سے کوئی ضروری بات چیت ہو تو دوسرا اسکا مناسب جواب دے دے، گو مختصر ہی ہو، اگر ضرورت سے زیادہ بات چیت کا سلسلہ ہونے لگے جس سے بے تکلفی پیدا کرنے کا احتمال ہو تو نرمی سے عذر کر دے۔ اس حدیث کے حاشیہ پر لمعات میں علامہ سیوطیؒ کے حاشیہ علی المؤطا سے ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے۔ اور جس سے دین کے سبب (یعنی دینی مصلحت) سے قطع تعلق کیا ہو وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ حاشیہ مذکورہ میں اسکی تصریح ہے۔

(اشرف السوانح ص ۱۴۱)

جسکی غیبت کی ہے اس کے لئے استغفار کرنا غیبت کا کفارہ ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منجملہ کفارہ غیبت کے یہ بھی ہے (یعنی غیبت کا کفارہ اوراسکی تلافی کی شکل یہ بھی ہے) کہ تم نے جس کی غیبت کی ہےاس کے لئے استغفار کیا کرو، (اورطریقہ اس کا یہ ہے کہ) اس طرح کہے کہ اے اللہ ہماری اوراس شخص کی مغفرت فرما۔

(روایت کیا اس کوبیہقی نے ،مشکٰوۃ)

اس حدیث کی بناپراس احتمال سے کہ شاید بعض حضرات نے اپنے حقوق مجھ کو معاف نہ کیے ہوں، اگر چہ وہ اس فعل سے گذشتہ حدیث سوم کی بنا پر مستحق وعید ہو گئے ہوں۔مگر میں ان کے لیےاپنے ساتھ استغفار ہی کرتا رہوں گا۔کیونکہ اس کے سوااورکوئی چارہ ہی نہیں۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔اور اس عمل کومیرے لئے کفارہ اوراہل حقوق کے لئے اس استغفارکوقبول فرمائے آمین۔ (اشرف السوانح ص۱۳۹اص۱۴۰اج۲)

خلاصہ درخواست

خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے واسطےاہل حقوق میری حیات تک تو خواہ اپنے گذشتہ اورآئندہ حقوق معاف فرمادیں، خواہ شرعی طریق اورشرائط پراس کا عوض بالمثل لے لیں، اور حیات کے بعد معاف ہی فرمادیں۔اسی مضمون کومختصرایک رسالہ سے نظم میں عرض کرتا ہوں ؎

کسی کو اگرمیں نے مارابھی ہو　　بری بات کہہ کر پکارا بھی ہو

وہ آج آکر مجھ سے لے انتقام　　نہ رکھے قیامت کے دن پر یہ کام

کہ خجلت بروز قیامت نہ ہو　　خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

کنزالعمال کتاب القصاص، ص۲۸۴ ج ۷ میں یہ مضمون حضور ﷺ سے بھی

منقول ہے۔ اب آخر میں ناظرین سے اس دعاء کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے سفر سے پہلے تمام حقوق ومظالم سے سبکدوش فرمادے، اور آخرت میں ہر قسم سے مواخذہ سے محفوظ فرمادے۔ ویرحم الله عبداً قال آمینا .

(اشرف السوانح ص۱۴۲ ج ۳)

معذرت قبول نہ کرنے اور معاف نہ کرنے والے کے لئے سخت وعید

حضرت جودان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے اس پر ایسا گناہ ہوگا جیسا ظلم سے محصول (ٹیکس) لینے والے پر ہوتا ہے۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد نے، اور ابن ماجہ نے) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آنے پائے گا۔

(ترغیب وترہیب)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی گذارش

(اس حدیث کی بنا پر عرض کرتا ہوں کہ) جو حضرات میری لجاجت وسماجت کے باوجود میرا عذر قبول نہ فرماویں ان سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ معذرت کرنے پر معاف نہ کرنے کی وعید کو اپنے اوپر لینا بڑی خطرناک بات ہے، چنانچہ ظلم سے محصول (ٹیکس) لینے والے کا سا گناہ ہونا، اور حوض کوثر سے محرومی کوئی معمولی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس وعید کا مستحق بننے سے محفوظ رکھے۔

علاوہ اس کے آپ پر بھی تو بہت سے حقوق ہیں خالق کے بھی مخلوق کے بھی اور

اگروہ معاف نہ کیئے جائیں تو کیا حشر ہوگا، اورخود اپنا حق معاف کردینے سے آپ کے لئے بھی معافی کی امید ہے جیسا کہ حدیث دوم میں گذرا۔ (اشرف السوانح ص ۱۴۰)

حکایت

سلطان محمود غزنویؒ بڑے عادل اور غازی بادشاہ تھے ایک دفعہ انہوں نے خواب میں ایک بڑا عالیشان خوبصورت جنت کا محل دیکھا، فرشتوں سے پوچھا کہ یہ محل کس کے واسطے ہے، فرشتوں نے کہا محمود غزنویؒ کے لئے ہے انہوں نے کہا پھر مجھے اندر جانے دو، میں اپنے محل کو دیکھوں، فرشتوں نے کہا ابھی آپ کو اندر جانے کی اجازت نہیں، آپ کے ذمہ ایک مقدمہ ہے، اس کا فیصلہ ہو جائے تو پھر اجازت ہوگی۔ پوچھا کیا مواخذہ ہے؟ تو انہوں نے ایک چابک (کوڑا) دیوار میں لٹکا ہوا تھا کہا کہ تم نے اس کوڑے سے ناحق ایک ملازم کو مارا ہے۔ جب تک اس کا حق ادا نہ ہو جائے آپ جنت میں نہیں جا سکتے۔

بس یہ سن کر محمود غزنویؒ کانپ ہی تو گئے اور گھبراہٹ سے آنکھ کھل گئی، صبح تک بے تابی کے ساتھ کروٹیں بدلتے رہے، جب صبح ہوئی تو اس ملازم کو بلایا اور چابک (کوڑا) اس کے سامنے ڈال دیا کہ تیرا جتنا جی چاہے مجھے اس سے مار لے، اور ہاتھ جوڑے کہ للہ تو اپنا بدلہ لے ورنہ میں جنت سے محروم ہو جاؤں گا، اس نے کہا کہ حضور مجھ پر ایک تو وہ ظلم ہوا تھا اس سے بڑھ کر آپ دوسرا ظلم یہ کرتے ہیں کہ مجھ سے بدلہ لینے کو فرماتے ہیں وہ قدموں میں گر پڑا اور کہا کہ میں نے جہاں پناہ کو معاف کیا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں، مگر محمود غزنویؒ کی اس سے تسلّی نہیں ہوئی، اس کو بہت سا انعام واکرام دیا جس سے وہ خوش ہوا۔ تب چین پڑا۔

(خیر الارشاد لحقوق العباد ص ۳۰۵)

فصل

حج سے پہلے وصیت نامہ مرتب کرنے کی ضرورت واہمیت [۱]

حدیث مرفوع ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ما حق امری مسلم له شئیٌ یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده رواه الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ عنه.

دین کے ضروری شعبوں میں سے ایک امر وصیت بھی ہے جس کے بارہ میں حضور سرور عالم ہادی اعظم رسول اکرم ﷺ نے یہاں تک تاکید فرمائی ہے (جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں مروی ہے، کہ آپ نے فرمایا) کہ جس مسلمان کو اپنی کسی چیز کے متعلق وصیت کرنا ہو تو دو رات بھی اس حالت میں نہ گذارے کہ وہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی رکھی نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

فائدة:— اس حدیث پاک سے حقوق واجبہ کی وصیت کا واجب ہونا اور حقوق غیر واجبہ کی وصیت کا مستحب ہونا بطور عموم مجاز کے مستفاد ہوتا ہے۔ حدیث بالا کے پیش نظر بعض امور کے اعتبار سے واجب اور بعض امور کے اعتبار سے مناسب سمجھا کہ مختصر وصایا موجودہ حالت کے مطابق لکھ کر ان کی عام اطلاع کردوں، اس میں میرے نفع کے ساتھ دوسروں کا بھی نفع ہے علماً بھی اور عبرةً بھی، نیز ممکن ہے کہ دوسرے بھی اس کی تقلید کریں تو طاعت کا سبب (اور ذریعہ بننا) بھی طاعت ہے (اسکا بھی ثواب حاصل ہوجائے گا)

---

(۱) وصیت کا حج سے کوئی تعلق نہیں لیکن چونکہ عموماً وصیت کی طرف سے لوگ غافل ہیں اور گذشتہ زمانہ میں سفر حج سے پہلے حاجیوں کے وصیت کرنے کا معمول رہا ہے، فقہاء نے بھی اس موقع پر صراحت کی ہے، اسی مناسبت سے یہاں بھی وصیت سے متعلق ضروری احکام کردیے گئے ہیں۔ تاکہ اسی بہانہ ان احکام کا علم اور عمل کی توفیق ہوجائے۔ ویرد العواری والودایع ویکتب وصیة فیما له علی الناس وعند الناس وما علیه من الدیون وغیر ذلک ویجعل لذلک وصیا امینا عدلا لیقوم به بعد موته ویشاور ذا رأی ویستخیر الله تعالی ،إلخ.

(غنیة الناسک، ص:۱۶)

ایک جزئی وصیت نامہ نمونۂ دکھلانے کے لئے شائع کیا جاتا ہے تا کہ حدیث میں جو وصیت لکھ کر پاس رکھنے کا حکم آیا ہے اس حدیث پر عمل کرنے والے کے لئے لکھ کر رکھنے کی صورت معلوم ہو جائے۔ (تنبیہات وصیت، اشرف السوانح ص ۱۱۰ ص ۱۰۸ ص ۱۲۱)

مختصر وصیت نامہ کا نمونہ از حکیم الامت تھانویؒ

(۱) میں اپنے سب دوستوں سے استدعاء (درخواست) کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ وکبیرہ، عمد وخطا کے لئے (یعنی چھوٹے بڑے گناہ جو قصداً یا خطاً کیے ہیں سب کے لئے) استغفار فرمائیں، اور جو میرے اندر عادات واخلاق ذمیمہ (یعنی بری عادتیں اور برے اخلاق) ہیں ان کے ازالہ کی دعاء کریں۔

(۲) میرے بعض اخلاق سیئہ کے سبب بعض خدا کے بندوں کو میری زبان و ہاتھ سے کچھ تکلیفیں پہنچی ہوں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہوں نہایت عاجزی سے سب چھوٹوں بڑوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ واسطے دل سے ان کو معاف فرما دیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں گے۔

میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین (یعنی دنیا وآخرت) میں عفو و عافیت عطا فرمائیں، معذرت کرنے والے کی تقصیر (یعنی کوتاہی اور غلطی) سے درگذر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

اور اگر معاف کرنے کی ہمّت نہ ہو تو شرعی فتویٰ کے مطابق مجھ سے عوض لے لیں، خدا کے لئے قیامت پر مواخذہ نہ رکھیں کہ اس کا کسی طرح تحمل نہیں۔

(۳) اسی قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں میں بطیب خاطر (پوری خوش دلی سے) گذشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔ (وصایا منتخبہ از رسالہ تنبیہات وصیت)

وصیت سے متعلق چند ضروری مسائل

(۱) اگر کسی کا کچھ قرض ہو یا کوئی امانت اس کے پاس رکھی ہو، (اسکو فوراً ادا کردینا چاہیے، نہیں کرسکا اور آخری وقت آ گیا تو اب) اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔
(۲) اگر کسی کے ذمہ نمازیں یا روزے یا زکوٰۃ یا روزہ اور قسم وغیرہ کا کفارہ باقی رہ گیا ہو (تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے نہیں کرسکا اور آخری وقت آ گیا تو اب) مرتے وقت اس کے لئے وصیت کرنا ضروری اور واجب ہے۔
(۳) وصیت کا اختیار صرف تہائی مال سے ہوتا ہے یعنی جتنا مال چھوڑا ہے اس کی تہائی میں سے اگر وصیت پوری ہو جائے، تو وصیت کو پورا کریں گے، اور تہائی مال سے زیادہ لگانا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں۔ تہائی میں سے جتنی وصیتیں پوری ہو جائیں اس کو پورا کریں، باقی چھوڑ دیں۔
(۴) جس شخص کو میراث میں مال ملنے والا ہو جیسے ماں، باپ، شوہر، بیٹا، وغیرہ اس کے لئے وصیت کرنا صحیح نہیں (بلکہ اسکو میراث کا حصہ ملے گا) اور جس رشتہ دار کا اس مال میں کچھ حصہ نہ ہو، یا رشتہ دار ہی نہ ہو کوئی غیر ہو اس کے لئے وصیت کرنا درست ہے۔
(بہشتی زیور ص ۵۸ ج ۵)

اپنے متعلقین کو چند اہم نصیحتیں اور وصیتیں

(۱) میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے۔ اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ فتنوں سے حفاظت ہو سکے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

(۲) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظر عنایت پر، اسکا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

(۳) حتی الامکان دنیا ومافیھا سے جی نہ لگاویں، اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں، بیشتر ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل (یعنی موت کا فرشتہ) آجائے تو کوئی فکر نہ ہو۔

(۴) دن کے گناہوں سے رات کے قبل اور رات کے گناہوں سے دن کے قبل استغفار کرتے رہیں۔ اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

(۵) معاملات کی صفائی کو دیانات (وعبادات) سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔

(٦) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت و لا یعنی (فضول بکواس) سے احتیاط رکھیں۔ غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔

(۷) سخت مزاجی وتندخوئی کی عادت نہ کریں رِفق (نرمی) اور ضبط وتحمل کو اپنا شعار بنائیں۔

(۸) سخت ضرورت کے بغیر قرض نہ لیں، فضول خرچی کے پاس نہ جائیں، غیر ضروری سامان نہ جمع کریں۔

(۹) تعلقات نہ بڑھائیں، کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

(۱۰) بغیر مشورہ کوئی کام نہ کریں، جلد بازی نہایت بری چیز ہے۔

(اشرف السوانح ص ۱۱۴ ص ۱۱۵)

وصیت سے متعلق چند قابل ذکر امور

(۱) خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت میرے ذمہ بالکل کسی کا قرض نہیں، اور حق تعالیٰ کا جو معاملہ فضل اس ناکارہ کے ساتھ ہے اس سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس سے

محفوظ رہے گا۔

اوراگر ایسا اتفاق ہوا، یا کسی کی امانت میرے پاس ہوئی تو اس کی یادداشت زبانی یا تحریری ظاہر کردی جائے گی۔

اس کے ضمن میں یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ اہلیہ کا مہر بھی ادا کر چکا ہوں، مکان خالص ان کی ملک ہے، اور گھر کا سامان اکثر ان کی ملک ہے، اور بعض جو مشترک یا خالص میری ملک ہے وہ ہم دونوں کو یاد ہے۔ ہر ایک کا قول اس میں انشاءاللہ قابل تصدیق ہے۔

(اشرف السوانح ص۱۱۳اص۱۱۴)

(۲) میرے ذمہ جو کسی کا قرض ہے یا اوروں کے ذمہ میرا قرض ہے اس کی تفصیل میرے ڈیکس کے ایک دراز میں ایک بٹوہ میں ہے۔

(۳) میری نشست کی سہ دری واقع خانقاہ میں جتنی چیزیں موجود ہیں مثلاً کتب، بکس، کاغذات، ادویہ، پردے وغیرہ سب میری ملک ہیں، سوائے ان اشیاء کے جن کی تفصیل ایک دفتی پر لکھ کر حجرہ نمبر ا کی الماری کے ایک تختہ پر رکھ دی ہے۔ (اشرف السوانح ص۱۲۲اج ۳)

(۴) نشست کی سہ دری میں جو مقفل کھڑکی ہے اس کے ایک گوشہ میں ٹین کے نلکہ کے اندر ضروری کاغذات وقف وغیرہ کے متعلق رکھے ہیں وہ متولی وقف کو دے دیئے جائیں جس کا نام اسی وقف نامہ سے معلوم ہوگا۔ (اشرف السوانح ص۱۲۶)

حقوق کی ادائیگی اور معاملات کی صفائی کے لیے وصیت نامہ کا نمونہ جسکی فکر ہر حاجی بلکہ ہر شخص کو کرنی چاہیے

حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں ”یادداشت ہائے ضروری متعلقہ امانت“، یعنی امانت سے متعلق ضروری یادداشت۔

(۱) حجرہ ۱ تمام نسخ رافع الضنک (ایک کتاب کا نام ہے) تقسیم کے لئے ہیں اور فلاں صاحب کی مملوک ہیں، اور ہدیہ سنیہ غیر مجلد (ایک کتاب کا نام ہے) تقسیم کے لئے ہیں اور حاجی فلاں کی مملوک ہیں، ان سب کے ساتھ دیگر امانات کی طرح معاملہ کیا جائے۔

(۲) اور اگر انہیں کتابوں کے نسخہ حجرہ ۲ میں پائے جائیں وہ میری ملک ہیں، اسی طرح اسی حجرہ کی رسّی پر جو کپڑے رکھے ہیں وہ مساکین کے لئے ہیں میں ان کی تقسیم میں وصی ہوں یہ تقسیم کردیئے جائیں۔

(۳) لا نبی قبائی مولوی فلاں کی ہے وہ ان کو دے دی جائے۔

(۴) سہ دری میں جو گھڑی گھنٹہ دار رکھی ہے یہ مدرسہ کی ہے۔

(۵) ۲ یہ رقم فلاں خاں صاحب کی مدرسہ کے صحن کی روشنی و غسل خانہ وغیرہ کے لئے ہے۔ ان سے یا ان کے ورثہ سے اطلاع کر کے حسب اجازت عمل کیا جائے۔

۳؎ یہ رقم مسجد فلاں کی ہے جو مجھ کو فلاں صاحب نے سپرد کی ہے ان کو واپس کردی جائے۔

(اشرف السوانح ص ۱۲۷ ج ۳)

باب نمبر ۱۰

اخلاص کا بیان

حج وعمرہ کے ادائیگی میں خاص طور پر اخلاص کی ضرورت

وَاَتِمُّوْ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہ (پ ۲ بقرہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو، کہ (حج وعمرہ کے تمام) افعال وشرائط بھی سب بجالاؤ اور نیت بھی ثواب کی ہو۔ (حیوٰۃ المسلمین ص۱۲۲)

اخلاص کے بغیر کوئی عبادت مقبول نہیں

اخلاص کا لفظ سب نے سنا ہو گا مگر اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کسی کو فکر نہیں ہم لوگ بھی اپنی حالت میں غور کر کے نہیں دیکھتے کہ ہم میں کیا کمی ہے۔

اخلاص اتنی ضروری شئی ہے کہ عبادت تک اس کے بغیر معتبر نہیں جب عبادت کے ساتھ اخلاص کا ہونا ضروری ہے تو اس سے اخلاص کی عظمتِ شان اور زیادہ ہوگئی کہ عبادت جیسی چیز بھی اس کے بغیر ہیچ ہے۔

(الدین الخالص ملحقہ دعوات عبدیت ص ۵۷ ج ۲)

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کہ دن حق تعالیٰ ایک شہید کو بلائیں گے اس سے

پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے لئے کیا کام کیا وہ کہے گا اے میرے رب میں نے آپ کے راستہ میں جہاد کیا تھا یہاں تک کہ شہید ہو گیا، ارشاد ہوگا۔

لابَلْ اِنَّمَا قَا تَلْتَ لِيُقَالَ اِنَّکَ لَجَرِئٌ فَقَدُ قِيْلَ فَيُومَرُ بِهِ فَيُلْقَىٰ فِیُ النَّارِ

نہیں تم نے جہاد اس لئے نہیں کیا تھا بلکہ اس لئے کیا تا کہ لوگ یوں کہیں کہ بھائی بڑا بہادر ہے۔ تو یہ کہا جا چکا، یعنی جس مقصد کے لئے تم نے جہاد کیا وہ تم کو حاصل ہو چکا، پس اس کا فیصلہ کر دیا جائیگا اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔

اسی طرح ایک سخی کو بلائیں گے اور اس کا بھی یہی حشر ہوگا کہ ہمارے لئے تم نے سخاوت نہیں کی بلکہ اس لئے تم نے سخاوت کی **لِيُقَالَ إِنَّکَ جَوَادٌ فَقَدُ قِيْلَ** تا کہ لوگ یہ کہیں کہ بڑا سخی ہے تو بہت تعریف ہو چکی۔

اسی طرح ایک عالم کو بلائیں گے اور سوال ہوگا کہ تم نے کیا کیا؟ عرض کرے گا کہ میں نے آپ کی رضا کے لئے وعظ کہا اور یہ کیا وہ کیا، ارشاد ہوگا نہیں اس لئے یہ کام نہیں کیا بلکہ اس لئے **لِيُقَالُ اِنَّکَ عَالِمٌ** کہ یہ کہا جائے کہ یہ بڑے عالم ہیں تو آپ کی بھی بہت تعریف ہو چکی اب یہاں کیا رکھا ہے۔

تو دیکھئے شہادت، سخاوت، علم دین کی خدمت (جس میں اخلاص نہ ہو) وہ بھی دنیا ہی ہے، اگر چہ صورت اس کی دین کی ہے۔ اسی طری ہر عمل کی یہی کیفیت ہے کہ محض دین کی صورت ہونے سے وہ دین نہیں بن سکتا، بس اس کی بڑی ضرورت ہے کہ غور کر کے دیکھا جا ئے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں آیا وہ دین کے لئے خلوص اور نیک نیتی سے کر رہے ہیں یا ایسا نہیں۔ اگر خلوص سے کر رہے ہیں تو وہ مقبول ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

(ضرورت تبلیغ ص ۲۹۶)

ہم لوگوں میں بڑی کوتاہی یہ ہے کہ ہمارے اندر خلوص نہیں ہے، ہم کو نام نمود نے

خراب کر رکھا ہے ہمارے ہر کام میں اغراض فاسدہ بھری ہوئی ہیں، ہمارے بزرگ تو دنیا کے کام بھی دین کی وجہ سے کرتے تھے اور اب دین کا کام بھی دنیا سے خالی نہیں ہر کام میں شہرت دکھلاوا اور عزت کا خیال۔ (الاتمام لنعمۃ الاسلام ص ۱۲۲ ص ۱۱۶ ص ۱۲۰)

حج میں اخلاص کا اہتمام زیادہ ضروری کیوں ہے

حج میں اخلاص کی زیادہ ضرورت ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حج کی ایک خاص شان ہے، جس کی وجہ سے وہ اکثر اخلاص سے خالی ہو جاتا ہے۔ حج کی ایک شان یہ ہے کہ وہ ساری عمر میں ایک بار فرض ہوتا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جو کام بار بار ہوتا ہے اس میں اگر پہلی بار اخلاص نہ ہو تو آہستہ آہستہ پیدا ہو جاتا ہے، نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اگر کسی کو اول روز اخلاص نصیب نہ بھی ہو تو وہ کوشش کر کے دو چار روز میں یا دو چار ہفتوں میں اخلاص حاصل کر سکتا ہے، روزہ میں اتنا تکرار نہیں مگر ہر سال رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ ہے، اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ دوسرے اعمال میں اخلاص کا پیدا ہونا آہستہ آہستہ ممکن ہے اگر پہلی بار میں نہ ہو دوسری تیسری بار میں ہو جائے گا۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہا کرتی کیونکہ ریا کرتے کرتے پھر اس کام کی عادت پڑ جاتی ہے اور جس کی عادت ہو جاتی ہے اس میں پھر کوئی خیال نہیں آیا کرتا پھر وہ اخلاص سے قریب ہو جاتا ہے۔

اب حج کو دیکھئے اس میں تکرار بالکل نہیں یعنی فرض کے اعتبار سے کیونکہ ساری عمر میں صرف ایک ہی بار حج فرض ہے تو اس میں جب تک (پورے اہتمام سے) صحیح مقصد کا تصور اور قصد نہ کیا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہ کیا جائے تو) اس میں اخلاص نہیں پیدا ہوگا کیونکہ اس میں تکرار نہیں اور تکرار کی وجہ سے عادت بھی نہیں۔ الغرض حج میں اخلاص کے اہتمام کی دوسری عبادتوں سے زیادہ ضرورت ہے۔ (الحج المبرور ص ۲۴۳)

اخلاص کی حقیقت

اخلاص کے معنی لغت میں خالص کرنے کے ہیں اور شریعت میں بھی اس کے وہی معنی ہیں جو ورودِ شرع سے پہلے تھے، خالص گھی وہ ہے جس میں کوئی دوسری چیز ملی ہوئی نہ ہو، عبادت میں اخلاص کے معنیٰ بھی یہ ہوئے کہ عبادت کو غیر عبادت سے خالی کیا جائے یعنی کوئی ایسی غرض اس میں ملی ہوئی نہ ہو جس کا حاصل کرنا شرعاً مطلوب نہیں مثلاً نماز سے بزرگ مشہور ہونا، زکوٰۃ دینے سے نام آوری اور حج سے حاجی کہلانا مقصود نہ ہو۔

جب آپ کو اخلاص کی ضرورت اور اس کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اب یہ معلوم کیجئے کہ حج کا کن چیزوں سے خالص کرنا ضروری ہے؟ سوسن لیجئے کہ وہ دنیوی اغراض (ومقاصد) ہیں جن سے حج کا خالص کرنا ضروری ہے۔ دینی کام کے ساتھ دنیوی غرض کا ملنا ایسا ہے جیسا کہ دودھ میں پانی ملا دیا جائے، اور کون نہیں جانتا کہ دودھ خالص وہی ہے جس میں پانی نہ ہو، اسی طرح خالص عبادت وہی ہے جس میں کوئی دنیوی غرض نہ ملی ہو۔

(الحج المبرور ص ۲۴۹ ص ۲۵۳)

اخلاص کے تین درجے

اخلاص کے تین درجے ہیں اس کو مثال سے سمجھئے مثلاً ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں اور ارادہ یہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں اس کے سوا اور کچھ نیت نہ ہو تو یہ اخلاص کا درجہ کمال ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو دکھانے کا خیال ہو کہ فلاں شخص ہمارے خشوع خضوع کو دیکھ کر ہمارا معتقد ہو جائے گا یہ بالکل

اخلاص کے خلاف ہے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ ہم معمول (اور عادت) کے موافق نماز پڑھ لیں نہ وہ خیال دل میں ہو نہ یہ خیال، یہ مرتبہ بین بین (یعنی بیچ کا درجہ) ہے یہ اگر اخلاص کا درجہ کمال نہیں تو اخلاص کے زیادہ منافی بھی نہیں، اسکو اخلاص سے قُرب ضرور ہے۔(اسی طرح حج کو بھی سمجھ لیجئے حج میں اخلاص یہ ہے کہ کچھ اور مقصود نہ ہو) (الحج المبرور ص۲۴۲)

حج میں اخلاص کی ضرورت

یوں تو ہر عبادت کے لئے اخلاص کی ضرورت ہے مگر حج کے لئے خاص طور پر اخلاص کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ ساری عمر میں ایک بار اس کے ادا کرنے کا موقعہ ملتا ہے، پھر نہ معلوم کسی کی قسمت میں دوبارہ ہے بھی یا نہیں تو ایسی عبادت میں بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے، اگر خدانخواستہ اس میں کوتاہی رہ گئی تو بڑی ناکامی ہوگی، اول تو حج کرنا دوسری عبادت کی طرح آسان نہیں، جانی اور مالی دونوں قسم کی مشقتیں اس میں برداشت کرنی پڑتی ہیں، دوسرے بار بار اس کی توفیق اور ہمت ہونا بھی محتمل ہے (پتہ نہیں آئندہ توفیق ہو یا نہ ہو) اگر ایسی حالت میں یہ ساری محنت اخلاص سے خالی ہوئی تو نیکی برباد اور گناہ لازم ہوا پھر روپیہ الگ ضائع ہوا، اس سے زیادہ ناکامی اور کیا ہوگی۔

(الحج المبرور سنت ابراہیم ص۲۴۴)

حج کے ناقص اور خراب و نکمّا ہونے کی مختلف صورتیں جن سے بچنا ضروری ہے

سن لیجئے دنیوی اغراض سے حج کا خالص کرنا ضروری ہے، دینی کام کے ساتھ دنیوی غرض کا ملنا

ایسا ہے جیسا کہ دودھ میں پانی ملا دیا جائے اور کون نہیں جانتا کہ دودھ خالص وہی ہے کہ جس میں پانی نہ ہو اسی طرح عبادت خالص وہی ہے جس میں دنیوی غرض کوئی نہ ملی ہوئی ہو۔
اور دودھ میں پانی ملانے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ دودھ میں پانی ملا دیا جائے، دوسرے یہ کہ پانی میں دودھ ملا دیا جائے، تیسرے یہ کہ دونوں کو ایک ساتھ کسی دوسرے برتن میں ڈال دیا جا ئے۔ حج میں آمیزش کی بھی یہی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ حج سے پہلے ہی کوئی خرابی اس میں ڈال دی جائے، دوسرے یہ کہ حج کرکے اس کو خراب کر دیا جائے، تیسرے یہ کہ حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں بھی ہوتی رہیں۔

پہلی صورت

حج سے پہلے خرابی ڈالنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی دنیوی غرض اسکے ساتھ ملا لی جائے مثلاً حاجی کہلانے کی نیت ہو، یا مال حرام سے سفر کیا جائے، (دوسروں کا حق مار کر) وغیر ذلک۔ (الحج المبرور ملحقہ سنت ابراہیم ص۲۵۲)

دوسری صورت سفر حج میں نماز میں کوتاہی

حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں ہونے کی صورت یہ ہے کہ سفر حج میں معصیت کرتے رہیں اور گناہوں سے توبہ نہ کی ہو۔ مثلاً بعض لوگ سفر حج میں نماز چھوڑ دیتے ہیں (ٹرین اور پلیٹ فارم میں تو اکثر چھوڑ ہی دیتے ہیں) اور جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ بھائی یہ کیسا حج ہے کہ نماز ہی موقوف کر دی تو کہتے ہیں کہ صاحب ایسی گندی حالت میں نماز کیسے پڑھیں جہاز (یا ٹرین کے) پائخانہ غلیظ ہوتے ہیں، چھینٹیں اڑ کر کپڑوں پر آتی ہیں کپڑوں کا کیا اعتبار، جو توں کا کیا اعتبار۔

خدا فقہاء کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے وسوسہ کو اس قدر قطع کیا ہے کہ کوئی کیا قطع کرے گا، فقہاء فرماتے ہیں کہ جب تک قسم کھا کر نہ کہہ سکے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا اس وقت تک وہ باوضو ہے، اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے جب تک یقین نہ ہو جائے کہ ان میں ناپاکی لگ گئی ہے اس وقت تک کپڑوں کو پاک سمجھنا چاہیے خواہ کیسے ہی پاخانے غلیظ ہوں، احتیاط کر کے بیٹھو اور احتیاط سے اٹھو جب تم کو ناپاکی کپڑوں پر نظر نہیں آتی ان کو پاک ہی سمجھو لیجئے شریعت میں کس قدر آسانی ہے اب بھی اگر کوئی نمازیں برباد کرے وہ خود بھگتے۔ ہم نے ایک عابد زاہد کو سفر حج میں دیکھا کہ نماز بالکل چھوڑ بیٹھے تھے۔ شیطان نے ان کو اسی قسم کے پاکی اور ناپاکی کے توہمات میں مبتلا کر دیا تھا۔ تو حج میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ نماز ہی کو بہت سے لوگ حذف کر دیتے ہیں۔ (الحج المبرور۔ سنت ابراہیم ص ۲۵۴)

ایسے شخص کو حج کرنا جائز نہیں

بعض لوگ حج کو جاتے ہیں اور ریل میں یا جہاز میں (یا پلیٹ فارم میں) فرض نمازیں برباد کرتے ہیں سو انہوں نے ایک فرض تو ادا کیا اور اتنے کثیر فرض فوت کیے، اور اگر حج فرض نہیں تھا تو اور بھی غضب ہوا کہ ایک نفل کے لیے اتنے فرض گئے گذرے۔ سو ایسے شخص کو حج کرنا جائز بھی نہیں۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۶۲)

لوگوں کی غلط فہمی

لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اس طرح نماز ناقص ہو گی حالانکہ حق تعالیٰ کے حقوق اس قدر ہیں کہ ان کے سامنے نماز کبھی کامل ہو ہی نہیں سکتی۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر کپڑے پاک و

صاف ہوں۔ وضووغیرہ سب با قاعدہ ہو،خشوع خضوع ہوتو نماز بڑی کامل ہوگی۔میں کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی عظمت کے اعتبار سے وہ بھی ناقص ہی ہوگی پھر جب ہر حال میں ناقص ہی ہوئی تو (بحالت مجبوری) اس طرح پڑھنے سے کیوں جی بھلانہیں ہوتا۔

نماز کی بڑی سخت تاکید آئی ہے کسی حال میں معاف نہیں یہاں تک کہ اگر سمندر میں ڈوب رہا ہو اور نماز کا وقت ہوگیا تو نیت باندھ کر ڈوب جائے لیکن جہاں اس قدر تاکید ہے وہاں سہولت بھی بے انتہا رکھی گئی ہے کہ عذر کی حالت میں جس طرح بن پڑے اور جس طرح سہولت ہو اسی طرح پڑھ لو۔ (حسن العزیز ص۱۸۵ج۱)

فصل

حج سے متعلق چند ضروری اہم ہدایات

(۱) جس کو حج کرنا ہو جلدی چل دینا چاہیے خدا جانے کیا موانع پیش آجائیں۔

(۲) کافی خرچ لے کر حج کو جانا چاہیے۔

(۳) حج کر کے اگر استطاعت ہو مدینہ طیبہ جا کر روضہ منوّرہ کی زیارت سے بھی مشرّف ہو۔

(۴) اگر اس قدر روپیہ پاس ہے کہ حج کر سکتے ہو مگر مدینہ منورہ نہیں جاسکتے تو حج تو فرض ادا کرنا پڑے گا، پھر جب وسعت ہو مدینہ چلے جاؤ یہ نہیں کہ حج بھی نہ کرو۔

(۵) حاجی جب تک اپنے گھر نہ آئے اس کی دعاء قبول ہوتی ہے اگر اس سے ملاقات ہو اس کو سلام کرو، اس سے مصافحہ کرو، اپنے لئے دعاء واستغفار کراؤ۔ (تعلیم الدّین ص۵۳)

حاجیوں کو چند اہم نصیحتیں

حاجیوں کو چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) سفر میں خصوصاً جہاز میں (یا ٹرین و اسٹیشن میں) نماز قضا نہ کرے۔ بڑی بری بات ہے کہ ایک فرض کے لئے اتنے فرض اڑا دیئے جائیں۔

(۲) سفر میں نہ کسی سے تکرار (جھگڑا) کریں نہ کسی پر اعتماد۔

(۳) مطوِف (و معلّم اگر اپنے اختیار میں ہو تو) ایسے شخص کو مقرر کریں جو مسائل حج بخوبی جانتا ہو اور خیر خواہ ہو۔

(۴) خرچ کافی لے جائیں اور خرچ کرنے میں بخل نہ کریں کہ طرح طرح کی مصیبت جھیلنی پڑے، نہ اسراف کریں کہ محتاج ہو کر پریشان ہوں۔

(۵) قافلہ سے باہر ہرگز کسی وقت نہ جائیں۔

(۶) بدووں کو کہ وہ قلیل (تھوڑے پر خوش اور) قانع ہو جاتے ہیں خوش رکھیں۔

(۷) اس سفر کو سفر عشق سمجھیں۔ (فروع الایمان ملحقہ اصلاحی نصاب ص ۴۰۱)

حج کے سات آداب

اور حج میں جانے والے حاجی کو چند ضروری ہدایات

حضرت امام غزالیؒ تبلیغ دین میں تحریر فرماتے ہیں جسکے مطابق عمل کرنے کی ترغیب حضرت اقدس تھانویؒ نے فرمائی ہے فرماتے ہیں۔

’’جاننا چاہیے کہ آداب حج سات ہیں‘‘

(۱) اول یہ ہے کہ سفر سے پہلے حلال زادراہ اور کوئی نیک بخت ساتھی تلاش کرلو، کیونکہ حلال

توشہ سے قلب میں نور پیدا ہوگا، اور رفیق صالح تم کو گناہوں سے روکتا (رہے گا) اور نیک کام یاد دلاتا رہے گا۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس سفر میں تجارت کا خیال بالکل نہ رکھو، کیونکہ طبیعت کے تجارت کی طرف متوجہ ہو جانے سے حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ خالص اور بے لوث نہ رہے گا۔

(۳) تیسرے راستہ میں کھانے کے اندر وسعت کرو، اور رفقاء سفر اور نوکروں چاکروں اور کرایہ داروں کو خوش رکھو، اور کسی کے ساتھ سختی سے بات نہ کرو، بلکہ نہایت خلق ومحبت سے اور نرم گفتاری سے سفر ختم کرو۔

(۴) چوتھے، فحش گوئی اور جھگڑے اور فضول بکواس، اور دنیا کے معاملات کی بات چیت کو بالکل چھوڑ دو، اور ضروری حاجتوں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی زبان کو تلاوت کلام اللہ اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔

(۵) حق تعالیٰ کے دربار میں پراگندہ حال، مسکینوں اور محتاجوں کی سی ذلیل خستہ حالت سے حاضر ہو، اس سفر میں بناؤ سنگار اور زیادہ آرام طلبی کا خیال بھی نہ لاؤ۔

(۶) کبھی کبھی پیدل بھی چلا کرو، اس سے تمہارے ہاتھ پاؤں بھی حرکت کرنے سے چست رہیں گے۔

(۷) اس سفر میں جس قسم کا بھی مالی نقصان یا تکلیف یا مصیبت اٹھانی پڑے تو اس پر پروردگار سے ثواب کی امید رکھو۔ (تبلیغ دین مختصراً ص ۳۰)

سفر حج میں آخرت کا تصور اور مراقبہ اس طرح کرو

سفر حج کی وضع بالکل سفر آخرت کی سی ہے، اور مقصود یہ ہے کہ حاجیوں کو اعمال حج ادا کرنے سے مرنے کا وقت اور مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات یاد آجائیں۔

(۱) مثلاً شروع سفر میں بال بچوں سے رخصت ہوتے وقت سکرات موت (جانکنی) کے وقت اہل وعیال سے رخصت ہونے کو یاد کرو۔

(۲) اور وطن سے باہر نکلتے وقت دنیا سے جدا ہونے کو، اور سواری پر سوار ہوتے وقت جنازہ کی چار پائی پر سوار ہونے کو یاد کرو۔

(۳) احرام کا سفید کپڑا پہننے کے وقت کفن میں لپٹنے کو یاد کرو۔

(۴) اور پھر میقات حج تک پہنچنے میں جنگل و بیابان (ویران سنسان مقامات) قطع کرتے وقت اُس دشوار گذار گھاٹی کے قطع کرنے کو یاد کرو جو دنیا سے باہر نکل کر میقات قیامت تک عالم برزخ یعنی قبر میں تم کو کاٹنی ہے۔

(۵) راستہ میں راہزنوں (چور، لٹیروں بدمعاشوں) کے خوف و ہراس کے وقت منکر نکیر کے سوالات اور اس وقت کے خوف و ہراس کا خیال کرو۔

(۶) جنگلی درندوں سے قبر کے سانپ بچھو، کیڑوں مکوڑوں کو یاد کرو،

(۷) اور میدان عرفات میں رشتہ داروں اور عزیزوں و اقارب سے علحدہ تنہا رہ جانے کے وقت قبر کی تنہائی اور وحشت کو یاد کرو۔

(۸) اور جس وقت چیخ چیخ کر **لبیک اللھم لبیک** پڑھو تو زندہ ہونے اور قبروں سے اٹھنے کے وقت کے اس جواب کو یاد کرو جو حق تعالیٰ کی ندا کے وقت میدان حشر میں حاضری کے لئے تم عرض کرو گے۔

غرض اسی طرح ہر عمل میں ایک عبرت اور آخرت کے معاملہ کی یاد دہانی ہے جس سے ہر شخص جس قدر بھی اسکے قلب میں صفائی ہے (عبرت و) آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔

(تبلیغ دین ص ۳۲)

فصل

سفر سے متعلق چند ضروری آداب اور اہم ہدایات

(۱) جہاں تک ممکن ہو سفر تنہا مت کرو۔

(۲) سفر میں مصلحت یہ ہے کہ رفیقوں میں سے ایک کو اپنا سردار (یعنی امیر) بنالیں شاید باہم کچھ تکرار واختلاف ہو جائے تو فیصلہ آسان ہو۔

(۳) سالار قافلہ (یعنی امیر) کو چاہیے کہ تمام مجمع کا خیال رکھے، کوئی چھوٹ تو نہیں گیا، کسی کو سواری وغیرہ کی تکلیف تو نہیں ہے۔، (کوئی بیمار تو نہیں ہے)

(۴) قافلہ جب منزل پر اترے تو متفرق نہ اترے سب قریب قریب مل کر ٹھہریں، اگر کسی پر آفت آئے تو دوسرے مدد تو کرسکیں۔

(۵) جہاں ٹھہرنا ہو سڑک (راستہ) چھوڑ کر ٹھہرو۔

(۶) اگر اللہ تعالیٰ فراغت کی سواری دے (یعنی گنجائش ہو) تو پیدل چلنے والوں کو اس پر سوار کر دو یہ نہیں کہ ان کے پاؤں میں تو چھالے پڑ جائیں اور تم (تنہا سواری میں بیٹھے مزے کرو)

(۷) اگر ساتھیوں میں (کام کرنے کی) باری مقرر ہو تو سب ہی کو انصاف کی رعایت ضروری ہے۔ اپنے کو ترجیح نہ دے، قاعدہ مقررہ کے موافق سب کو کام کرنا ضروری ہے گو سردار ہی کیوں نہ ہو۔

(۸) عورت اگر بضرورت باہر نکلے تو سڑک کے کنارہ کنارہ چلے بیچ میں نہ چلے۔

(۹) اگر سفر سے گھر آنا ہو تو فوراً گھر میں مت چلے آؤ، اس قدر توقّف کرو کہ بی بی کنگھی چوٹی سے اپنے کو سنوار لے کیونکہ شوہر کی غیر موجودگی میں اکثر میلی کچیلی رہتی ہے، کبھی اس حالت میں دیکھ کر اس سے نفرت نہ ہو جائے۔ (تعلیم الدّین ص ۳۵۔۴۲)

سفر سے متعلق چند اہم مسنون دعائیں

جب کسی سفر کا ارادہ کرے

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَسِيْرُ.

اے اللہ آپ ہی کی مدد سے حملہ کرتا ہوں میں اور آپ ہی کی مدد سے پھرتا ہوں میں اور آپ ہی کی مدد سے چلتا ہوں میں۔

کسی کو رخصت کرنے کی دعا

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ.

اللہ کے سپرد کرتا ہوں میں تیرے دین کو اور تیری قابل حفاظت چیزوں کو اور تیرے اعمال کے انجاموں کو۔

جب سواری میں سوار ہونے لگیں

بِسْمِ اللّٰهِ

بسم اللہ کہے۔

سوار ہو جانے کے بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. (حصن حصین)

شکر ہے اللہ کا، پاکی ہے اس کی جس نے ہمارے قبضہ میں کر دیا اس کو اور نہ تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں۔

جب سواری چلنے لگے

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ.

اے اللہ آسان کر دیجئے ہم پر اس سفر کو اور طے کر دیجئے ہم پر درازی اس کی ، اے اللہ آپ ہی رفیق ہیں سفر میں اور خبر گیراں ہیں گھر بار میں ، یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی سفر کی مشقت سے اور گری حالت دیکھنے سے اور واپس آ کر بری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں اور بچوں میں ۔

جب کشتی میں سوار ہو

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيْهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ، وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ .

خدائے تعالی کے نام سے ہے چلنا اس کا اور ٹھہرنا اس کا بے شک رب میرا غفور رحیم ہے ، اور نہیں سمجھے لوگ اللہ کو حق سمجھنے کا اور زمین ساری ایک مٹھی اس کی ہے قیامت کے دن اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس کے ہاتھ میں پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے کہ شریک پکڑتے ہیں ۔

سفر میں اخیر رات میں یہ پڑھے

سفر میں آخری شب کے وقت یہ پڑھے ۔

سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَنِعَمِهٖ وَحُسْنِ بَلَائِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذاً بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ . (مسلم اور ابوداؤد اور نسائی)

جب کسی منزل یا اسٹیشن میں اترے

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ.

پناہ میں آتا ہوں میں خدائے تعالیٰ کی کامل باتوں کی تمام مخلوق کی برائی سے۔

جب کسی بستی یا شہر میں داخل ہونے لگے

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰٓی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْھَا اِلَیْنَا. حصن حصین

یا اللہ برکت دیجئے ہمیں اس شہر میں، یا اللہ برکت دیجئے ہمیں اس شہر میں، یا اللہ برکت دیجئے ہمیں اس شہر میں، یا اللہ نصیب کیجئے ہمیں ثمرات اس کے اور عزیز کر دیجئے ہمیں اہل شہر کے نزدیک اور محبت دیجئے ہمیں اہل شہر کے نیک لوگوں کی۔

جب اونچی جگہ پر چڑھے یا نیچی جگہ اترے

جب اونچی جگہ چڑھنے لگے تو کہے۔ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ''، اور جب نشیب میں اترنے لگے تو کہے۔ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ''. (بخاری و ابوداؤد)

جب خانہ کعبہ میں داخل ہو

جب خانہ کعبہ میں داخل ہو اس کے سب گوشوں میں کھڑا ہو کر کہے۔ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ.

(بخاری، ابو داؤد) (ماخوذ از مناجات مقبول و اورادرحمانی)

فصل

سفرِ حج میں بدنگاہی سے خاص طور پر حفاظت

بدنگاہی کوتو لوگ گناہ سمجھتے ہی نہیں۔بعض لوگ غیرمحرم عورتوں کی طرف بے باکانہ دیکھتے ہیں یہ مرض ایسا ہے کہ اس سے بہت کم لوگ پاک ہیں۔

ہم کو اپنی حالت دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر اس معصیت سے بچنے کا کتنا اہتمام ہے،شاید ہزار میں ایک اس سے بچا ہوا ہو ورنہ ابتلائے عام ہے اور اس کو نہایت درجہ خفیف (اور معمولی) سمجھتے ہیں جو جوان ہیں ان کو تو اس کا احساس ہوتا ہے اور جن کی شہوت ضعیف ہوگئی ہے (مثلاً بوڑھے لوگ) ان کو احساس بھی نہیں ہوتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو تو شہوت ہی نہیں اس لئے کچھ حرج نہیں ہے،سوان کو مرض کا پتہ بھی نہیں لگتا۔یہ مرض تاک جھاک کا اکثر پرہیز گاروں میں بھی ہے۔

افسوس کہ لوگ اس گناہ کو ایسا معمولی سمجھتے ہیں کہ گویا حلال ہی ہے،حالانکہ معصیت کا حلال سمجھنا کفر کے قریب ہے۔کسی عورت کو دیکھ لیا کسی لڑکے کو گھور لیا اسکو ایسا سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان کو دیکھ لیا،یا کسی پھول کو دیکھ لیا،حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ اور آنکھوں کا زنا ہے۔

(دعوات عبدیت ص ۷۷ ج ۵)

خطرناک حالت

اہل کشف نے لکھا ہے کہ بدنگاہی سے آنکھوں میں ایسی ظلمت ہو جاتی ہے کہ جس کو تھوڑی سی بصیرت ہو وہ پہچان لے گا کہ اس شخص کی نگاہ پاک نہیں ہے۔

(دعوات عبدیت ص ۷۸ ج ۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا وہ کسی کو بری نگاہ سے دیکھ کر آیا تھا حضرت عثمانؓ نے خطاب خاص سے تو اس سے کچھ نہ فرمایا لیکن یہ فرمایا مَا بَالُ قَوْمٍ یَتَرَشَّحُ الزِنَّا مِنْ اَعْیُنِہِمْ یعنی لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے، یہ عنوان ایسا ہے کہ اس میں رسوائی کچھ نہیں لیکن جو کرنے والا ہے وہ سمجھ جائے گا۔

(دعوات عبدیت ص ۱۵۱ ج ۵)

میں نے خواب میں ایک مرتبہ دجّال کو دیکھا کہ اس کے ساتھ عورتیں اور باجے بہت کثرت سے ہیں اسی واسطے میں بہت خوف کرتا ہوں، جو لوگ حسن پرست ہیں اور ان میں بدنظری کا مادّہ ہے وہ دجّال کے ساتھ ہوں گے۔ (مزید المجید ص ۶۸)

ایک بزرگ طواف کر رہے تھے اور ایک چشم (یعنی کانے) تھے اور کہتے جاتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ، اے اللہ میں تجھ سے تیرے غضب کی پناہ چاہتا ہوں، کسی نے پوچھا اس قدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے؟ کہا میں نے (بدنظری کی تھی) ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا غیب سے چپت لگا اور آنکھ پھوٹ گئی اس لئے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے، (یعنی پھر ایسا قصہ نہ ہو جائے) (دعوات عبدیت ص ۱۹۱ ج ۵)

حضرت جنید بغدادیؒ چلے جا رہے تھے ایک حسین لڑکا نصرانی کا سامنے سے آ رہا تھا ایک مرید نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسی حسین صورت کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے حضرت جنید نے فرمایا کہ تو نے اس کو نظر استحسان سے دیکھا ہے عنقریب اس کا مزہ تم کو معلوم ہوگا، چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص قرآن بھول گیا۔ (دعوات عبدیت ص ۷۷ ج ۵)

آنکھوں کا زنا

یہ گناہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے چنانچہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "انا غَیُّوْرٌ وَاللّٰہ اَغْیَرُ مِنِّی وَمِنْ غَیْرتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنْ"

(ترجمہ) میں بہت غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ غیرت مند ہے اور اسی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے شرمی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے چاہے اس کی برائی کھلی ہو یا اندرونی ہو۔

اور یہ سب فواحش ہیں آنکھ سے دیکھنا، ہاتھ سے پکڑنا پاؤں سے چلنا، کیونکہ ان سب کو شارع نے زنا ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد ہے ''اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ'' آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا دیکھنا ہے، کان زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا سننا ہے۔ اور زبان بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بولنا ہے۔ اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے۔

(دعوات عبدیت ص۸۵ ج۵)

حضرت ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں **النظرۃ سھمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْس**، یعنی نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، نظر کرنے سے دل میں ایک آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

(مفاسد گنا ص۱۷۲)

کانپور میں ایک بزرگ تھے وہ بیان کرتے تھے کہ جوانی میں لکھنؤ میں ایک مرتبہ ناچ میں چلا گیا، وہاں ایک بازاری عورت پر جو نظر پڑی بس دل ہاتھ سے نکل گیا، اور اس قدر فریفتگی کا غلبہ ہوا کہ بیوی بچوں کو چھوڑا اس کے پیچھے ہو لئے۔

(التہذیب ملحقہ برکات رمضان ص۳۲)

بدنگاہی اور تکبر نے مسلمان سے عیسائی بنادیا

ابوعبداللہ اندلسی کا عبرت آمیز واقعہ

حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت عطا فرما رکھی ہے لیکن وہ جب چاہیں سلب کر سکتے ہیں چنانچہ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے جن کا نام ابوعبداللہ تھا، بغداد

کے اندران کی وجہ سے تیس خانقاہیں آباد تھیں، اور بڑے مشہور بزرگ تھے (یہ بزرگ زاہد و عابد، اور عارف باللہ ہونے کے علاوہ حدیث و تفسیر میں ایک جلیل القدر امام ہیں، آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں اور قرآن شریف کو تمام روایات قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے گویا بڑے درجہ کے محدّث، حافظ اور قاری و شیخ تھے) وہ ایک بار اپنے مجمع (اور پورے قافلہ) کے ساتھ (سفر حج) میں چلے جارہے تھے، (مریدین ساتھ تھے) کسی گاؤں میں پہنچے، سامنے ایک گرجا (چرچ) آیا جہاں عیسائی صلیب پرستی کررہے تھے، یہ اس گرجا کے پاس سے ہوکر گذرے، پاس ہی ایک کنواں تھا، اس پر کچھ عیسائی پانی بھر رہے تھے، اس کنویں پر پہنچ کر ساتھیوں نے ان سے وضو کے لئے پانی مانگا، اور وضو کر کے ان بزرگ کے لئے خدّام پانی لے کر واپس ہوئے تو دیکھا کہ شیخ سر پکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں، خدّام نے پانی پیش کیا تو کہا کہ تم لوگ جاؤ اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا، خدّام نے عرض کیا کیا ہوا؟ فرمایا کہ میں ایک عیسائی لڑکی پر عاشق ہوکر عیسائی ہوگیا ہوں۔ (اور اس کو دیکھ کر اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے، اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو چھوڑ دوں مریدین نے بہت دعائیں کیں مختلف تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارآمد نہ ہوئی) لوگوں کو بہت صدمہ ہوا اور مایوس ہوکر چلے گئے جب ایک مدت کے بعد (سفر حج سے واپسی پر) اتفاق سے اس مقام پر واپس ہوئے، اور اس مقام پر پہنچ کر چاہا کہ شیخ کو تلاش کیا جائے کہ کس حال میں ہیں، چنانچہ ان کو تلاش کیا تو دیکھا کہ عیسائیوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں، سامنے خنزیروں کی ایک بڑی قطار ہے، ایک بڑی چھڑی ہاتھ میں ہے اور سوروں کو چرارہے ہیں، (شیخ کی حالت اس وقت یہ تھی کہ سر پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر پر زنار بندھی ہے، اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبے کے وقت سہارا لیا کرتے تھے) اسی حال میں خدّام نے ملاقات کی اور پوچھا کہ حضرت (آپ حافظ قرآن تھے) آپ کو کچھ قرآن شریف بھی یاد ہے؟ فرمایا کہ ہاں

ایک آیت یاد ہے۔ **وَمَنْ یَتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِیْل** (جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا بیشک وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہوگیا) اور ایک آیت یہ یاد ہے **وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّکْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ** جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے''

مریدین نے عرض کیا کہ (شیخ آپ کو تیس ہزار حدیثیں یاد تھیں) کوئی حدیث یاد ہے، کہا کہ صرف ایک حدیث یاد ہے **مَنْ بدَّلَ دِیْنَهٗ فاقتلوهُ** (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسکو قتل کر ڈالو) اور کچھ یاد نہیں، حالانکہ ان بزرگ کو تیس ہزار احادیث یاد تھیں، اور سبعہ کے حافظ تھے، وہ لوگ ان کا یہ حال دیکھ کر بہت روئے اور خود وہ بزرگ بھی روئے، حتیٰ کہ لکھا ہے کہ خنزیر تک روئے۔

اس کے بعد جب وہ لوگ آگے بڑھے تو سامنے ایک نہر تھی جب نہر کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی بزرگ نہر کی طرف غسل کیے ہوئے ایک سفید چادر تہمد (لنگی) مسلمانوں کا سا باندھے ہوئے آرہے ہیں، جب پاس آئے تو کہا **اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده ورسوله** لوگوں کو بے حد خوشی ہوئی۔

اس کے بعد ان بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا واقعہ ہوا تھا؟ تو ان بزرگ نے بیان کیا کہ جب اس گرجا کے پاس سے ہوکر میں گذرا اور ان عیسائیوں کو دیکھا تو میں نے ان کو بہت حقیر سمجھا، فوراً الہام ہوا کہ کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھتے ہو۔ اور اسی وقت میں نے دیکھا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا اور غائب ہوگیا اور میرے باطن میں ظلمت ہی ظلمت چھا گئی۔ اس کے بعد ظاہری سامان یہ ہوا کہ وہاں کنویں پر ایک عیسائی لڑکی پانی بھر رہی تھی میں اس پر عاشق ہوگیا، اسی کے ساتھ رہتا تھا۔ اب تمہاری ملاقات کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور (میرے رب) اب تو کافی سزا مل گئی اب تو معاف کیا جائے

۔تو میں نے دیکھا کہ میرا وہی نور جو میرے اندر سے نکلا تھا پھر میرے اندر داخل ہو گیا اور مجھے اسلام کی توفیق ہوگئی (یہ قصہ دوسری صدی کے ختم کا ہے) [۱]

تو جب یہ حال ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس وقت جو ہماری حالت درست ہے وہ ہمارے مستقل اختیار سے ہے۔سب حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر کیا زیبا ہے کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے۔

(ملفوظات حکیم الامت ص۳۹۳ قسط۴ ملفوظ ۳۷۱)

خوب سمجھ لیجئے کہ عفّت (پاکدامنی) نہایت قابل اہتمام چیز ہے، اور اس کے لئے ان ذرائع کی ضرورت ہے جو شریعت نے تجویز کی ہیں اور وہ ذرائع اختیار میں ہیں مثلاً (پردہ کا اہتمام کرنا،عورتوں سے) نگاہ کا بچانا یہ قابو سے باہر نہیں ہے گو اس میں کچھ تکلیف ہو مگر وہ تکلیف نگاہ کو آلود کرنے کی تکلیف سے کم ہے۔

نفس کو نگاہ روکنے سے تکلیف تو ہوتی ہے مگر یہ روک لینا اختیار میں ہے اگر اپنے اختیار سے کام لیا جائے اور اس تھوڑی سی تکلیف کو گوارہ کر لیا جائے تو شیطان آخر تک نہیں پہنچا سکتا،شیطان کو ہر معصیت میں اختیار صرف بلانے اور ترغیب دینے ہی کا ہے بڑی چیز وہ تقاضا ہے جو خود آپ کے اندر موجود ہے،یعنی نفس کا تقاضا ،لہذا نفس کو روکئے (پردہ کا اہتمام کیجئے ،نگاہ کی حفاظت کیجئے۔اسی طرح اجنبی عورت یا مرد مشتہیٰ سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے اس سے قرآن سننا بھی جائز نہیں۔

(دعوات عبدیت ص۱۲۶ ج۹)(مفاسد گناہ ص۱۷۶)

---

(۱) اصل واقعہ حضرت اقدس تھانویؒ کا بیان کردہ ہے، درمیان میں بین القوسین اضافہ احقر نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی آپ بیتی ص۸۲ ج۵ سے اور افادات صدّیق سے کیا ہے۔زید۔

فصل

تصویریں کھینچنا کھچوانا

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو (مشکوۃ شریف)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا (مشکوۃ شریف)

حدیثوں سے تصویریں بنانا، تصویر رکھنا سب کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان باتوں سے بہت بچنا چاہئے۔ (خصوصاً حج کے موقع پر) (بہشتی زیور ۳۲۵)

(یاد رکھئے!) احادیث صحیحہ کی رو سے تصویر بنانا رکھنا سب حرام ہے اور اس کو زائل کرنا مٹانا اور ختم کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ معاملات سخت گناہ ہیں تصویر بنانے کی نوکری کرنا جائز نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۳، ۱۳۹)

تنبیہ: شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً گناہ ہے خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ، اور آئینہ پر قیاس کر کے اس کو جائز کہنا کہ فوٹو آئینہ کا عکس ہے لہٰذا جس طرح آئینہ دیکھنا جائز ہے یہ بھی جائز ہے۔ یہ قول بالکل غلط ہے اور قیاس مع الفارق ہے آئینہ کے اندر کوئی انتقاش (پائیداری) باقی نہیں رہتی، زوال محاذاۃ (یعنی تقابل کے ازالہ) کے بعد وہ عکس بھی زائل ہو جاتا ہے۔ بخلاف فوٹو کے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور پھر

صنعت کے واسطے سے ہے اسی لئے بالکل دستی تصویر کے مثل (حرام) ہے۔ [۱]

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۵۴، ۲۵۸)

اسلام میں توحید کی تکمیل یہ ہے کہ تصویر کو حرام کر دیا گیا۔ تصویر کا بنانا بھی حرام اور گھر میں رکھنا بھی حرام ہے حالانکہ تصویر قابل پرستش (یعنی پوجنے اور عبادت کے قابل) نہیں۔ نہ تو کفار تصویر کو پوجتے ہیں بلکہ وہ تو مجسم مورتیوں کو پوجتے ہیں۔ اس وقت بھی کفار کی یہی حالت ہے اور پہلے بھی یہی دستور تھا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اَتَعْبُدُوْنَ مَاتُنْحِتُوْنَ یہ نہیں فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ مَاتُصَوِّرُوْنَ ۔ مگر اس کے باوجود اسلام نے شرک سے اتنا بچایا کہ تصویر کو بھی حرام کر دیا کیونکہ گو اس کی عبادت نہیں ہوتی مگر مفضی الی العبادۃ (یعنی آئندہ عبادت کا ذریعہ) ہونے کا احتمال اس میں ضرور ہے۔ کیونکہ جب تصویر کی اجازت ہوتی تو لوگ حضور کی صحابہ اور بزرگان دین کی تصویریں بھی اتارتے ۔ اور عادۃً تصویر کا قلب پر وہی اثر ہوتا ہے جو صاحبِ تصویر

---

(۱) حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں۔
مسئلہ تصویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں ذی روح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویر کشی کا جواز ظاہر کیا تھا، اس سلسلہ میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف، لیکن بہر حال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آ گئے ہیں اس لئے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امر اول یعنی عکسی تصویر کشی دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے۔ اور باضطرار (یعنی ضرورت شرعیہ کے وقت) جائز۔

(تذکرہ سلیمان ص ۱۴۷)

مولانا ابوالکلام ازاد تحریر فرماتے ہیں۔ "تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور "الہلال" کو باتصویر نکالا تھا۔ اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سر نو انکی تشہیر کرنا چاہئے۔

(تذکرہ) ماخوذ از رسالہ تصویر کے شرعی احکام مصنفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

کا اثر ہوتا ہے تو وہ تصویروں کی تعظیم بھی کرتے ۔پھر رفتہ رفتہ جہلاء شرک میں مبتلا ہوتے چنانچہ پہلے زمانہ میں اسی طرح شرک کی بنیاد قائم ہوئی ۔(اس لئے ہماری شریعت میں مطلقاً تصویر کی ممانعت کردی گئی) (محاسن الاسلام ص ۳۱۵)

حج کی فلم بنانا، دیکھنا اور دکھلانا

سوال :- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج بہت مجبور ہوکر اپنی پریشانی کی اطلاع عرض کرتا ہوں کہ دو چار دن سے امرتسر میں ایک فلم آئی ہے، جس میں حج کے ارکان وافعال کی تصویریں اوران کا معائنہ کرایا جاتا ہے۔امرتسر کے کل اہل علم نے فتویٰ دیا کہ یہ تماشہ دیکھنا منع ہے اور ڈپٹی کمشنر سے درخواست کر کے اس تماشہ کو منع کرایا گیا۔شہر کے بعض مسلمان اشخاص نے دوبارہ درخواست کر کے اس کو پھر جاری کرایا اوراشتہار دیا کہ علماء نے غلطی کی کہ اس کے دیکھنے سے منع کیا ہے۔اس میں حج کا شوق پیدا ہوتا ہے۔کوئی امر سوائے حجاج کی تصاویر اور حرکات کے نہیں اوران امور کا دیکھنا مباح اور ثواب ہے۔

اس اطلاع سے غرض ہے کہ حضرت والا کوئی عنوان مؤثر اور کوئی آیت یا حدیث جس کی دلالت اس فلم اور تماشہ کی حرمت پر ہو تو اس کی تعلیم فرمادیں۔فقط

الجواب :- السلام علیکم ۔اب تو ایسے رنج وغم کا وقت ہے، کس کس کس چیز کو رویا جائے۔پھر جب اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں غم کا سامان جمع ہو۔میری حالت تو معلوم ہے کہ اب محنت کا کام نہیں ہوسکتا مگر کچھ متفرق امور اجمالاً ذہن میں آئے ان ہی کو کوئی صاحبِ علم مع ان اضافوں کے جوان کے ذہن میں آویں مبسوط اور مربوط کرلیں۔

(۱) فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تعریف یعنی واقفین عرفات کی نقل بدعت ہے۔ حالانکہ وہاں دوسرے منکرات نہیں۔

(۲) فلم کا آلہ لہو ولعب ہونا ظاہر ہے۔ اور آلات لہو کو مقاصد دینیہ میں برتنا سخت اہانت و استخفاف (واستہزاء) ہے دین کا۔ حدیث میں جاریہ مغنیہ (گانے والی لڑکی) کا یہ کہنا وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَافِيْ غَدً منہی عنہ قرار دیا گیا چنانچہ بعض شراح نے یہ وجہ بھی لکھی ہے اور گو اس میں دوسرا احتمال بھی ہے مگر اس توجیہ پر بھی کسی نے نکیر نہیں کیا تو اس وجہ کے مؤثر ہونے پر اجماع ہو گیا گو اس محل میں متحقق نہ ہو۔ اور یہی مبنیٰ ہے گراموفون سے تلاوت سننے کی ممانعت کا اور قرآن مجید میں جماعت کفار کی اس پر مذمت کی گئی ہے کہ اِتَخَذُوْ دِيْنَهُمْ لَعِباً وَّ لَهْواً اور دین سے اسلام مراد ہے کما صرحوا حالانکہ وہ ان کا دین بالقوہ تھا باعتبار وجوب قبول کے سو جن کا دین بالفعل اسلام ہو ان کا اس کے ساتھ لعب کرنا کس قدر شنیع ہوگا۔

(۳) پھر اکثر افعال حج کے تعبّدی غیر مدرک بالقیاس ہیں اور مخالفین بھی دیکھنے والوں میں شامل ہوں گے وہ سخریہ واستہزاء سے پیش آویں گے اور یہ لوگ اس کا سبب بنیں گے۔

(۴) اس میں تصویروں کا استعمال اور ان سے تلذذ (لذت حاصل کرنا) ہوتا ہے اور اس کی قباحت (وممانعت) میں کسی کو کلام نہیں گو عابدین (اور نیک لوگوں) ہی کی تصاویر ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تمثال (تصویریں) جو بیت اللہ کے اندر بنائی گئی تھیں ان کے ساتھ جو معاملہ فرمایا ہے معلوم ہے۔ (کہ سب کو نیست ونابود کر دیا تھا)

(۵) اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت

بنانا ہے جواس کو اعتقاداً قبیح جانتا ہے۔

(اسکی حرمت میں تو کوئی شبہ نہیں) اگر چہ اس تصویر کی طرف کوئی مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو محض تفریح وتلذذ ہی کے لیے ہو کیونکہ محرمات شرعیہ سے نظر کے ذریعہ سے تلذذ کرنا بھی حرام ہے۔

اور اگر اس تصویر کی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اس میں ایک دوسری معصیت یعنی غیبت بھی شامل ہوگی کیونکہ غیبت نقوش وقلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے۔اسی طرح اس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے بلکہ یہ سب سے اشد ہے۔

اس تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا ایسا ہی ہے جیسے خود اس شخص کی طرف وصف کو منسوب کرنا مثلاً مخدّرات (عورتوں) کی تصویریں بے پردہ ظاہر کرنا، اور اگر وہ تصویر کسی مشتہاۃ (جوان عورت) کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور تصویر تو صاحب تصویر کی پوری حکایت ہے اجنبیہ (عورت) کے کپڑے بھی بدنفسی سے دیکھنا حرام ہے۔

بالخصوص اگر غیر مسلموں کو خواتین کی طرف بدنفسی کے ساتھ نظر کرنے کا موقع دیا جائے (تو یہ اور زیادہ حرام ہے)

اور اگر اس میں معازف ومزامیر (باجے) یا اجنبیہ عورت کے گانے کی آواز ہے تو اس کا سننا بھی حرام ہے۔

(٦) نیز اس سے اہل ہوی اس رسم کے جواز پر استدلال کریں گے جو چند روز سے ایجاد ہوئی ہے کہ ایک خاص بقعہ میں جمع ہو کر حج کی نقل کرتے ہیں ممکن ہے کہ ابتدا میں تحریک حج ہی کی نیت ہو مگر اب اچھا خاصہ حج سمجھا جانے لگا جس کے مفاسد میں سب کا اتفاق ہے اُس میں

اور اِس میں فرق کس طرح سمجھا یا جاوے گا اور جب اس عمل میں اباحت بھی نہیں تو اعتقاد ثواب تو قریب کفر ہوگا۔

(۷) نیز فقہاء نے حارس کے لئے رفع صوت بالتہلیل کو غرض ایقاظ میں استعمال کرنے کو (یعنی دوسروں کو جگانے کے لئے زور سے لا الہ الا اللہ پڑھنے کو) معصیت فرمایا ہے حالانکہ طاعت اور مباح میں اتنا بعد نہیں جتنا معصیت و اطاعت میں ہے اور معصیت یعنی فلم کو ترغیب حج کا ذریعہ بنانا کس قدر اشنع ہوگا۔

(البدائع بدیعہ۳ص۱۰)امدادالفتاویٰ ۳۸۶ ج ۴)

جب ایسی فلموں کی قباحتیں معلوم ہوگئیں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی قدرت کے مطابق ان کے بند کرنے کی کوشش کریں اور تماشا دیکھنے والوں کو ان برائیوں سے مطلع کر کے شرکت سے روکیں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں۔

(البدائع بدیعہ۳ص۱۰)امدادالفتاویٰ ۳۸۶ ج ۴)

زمانہ حج کے واقعات قلمبند کرنا اور سفر نامہ حج لکھنا

بعض لوگ ایسے بے ہودہ ہوتے ہیں کہ حج میں روزانہ کے واقعات قلمبند کرتے ہیں وہاں بھی ان کو مضمون نگاری سوجھتی ہے۔اگر اس خیال سے کوئی شخص حالات قلمبند کرے کہ دوسروں کو سفر حج آسان ہو جائے گا اسکا مضائقہ نہیں مگر بعض لوگوں کو محض اخبار نویسی اور مضمون نگاری کا شوق ہوتا ہے۔ ہمارے ساتھ ایک ڈپٹی کلکٹر تھے وہ ہندوستان کے اخباروں میں لکھ لکھ کر وہاں کے حالات بھیجتے تھے،اور سفر کی تکلیف کو بہت مبالغہ سے لکھتے تھے تاکہ پھر

کوئی حج کا نام ہی نہ لے۔

اسی طرح ایک اور صاحب تھے وہ بھی وہاں کی شکایتیں (اور تکلیفیں تحریر میں) جمع کیا کرتے تھے ایک دن وہ میرے پاس ایک محضر (وہی رجسٹر) لکھ کر لائے جس میں وہاں کی تکالیف کو قلمبند کیا تھا کہ اس پر دستخط کر دو، میں نے کہا حضرت تصدیق وہ کرے جس کو ان تکالیف کی اطلاع ہو مجھ کو تو کوئی تکلیف ہی نہیں پیش آئی پھر کا ہے کی تصدیق کروں۔ بس وہ خفا ہو گئے اور کہنے لگے کہ بس ہندوستانیوں میں اتفاق نہیں۔ (الحج المبرور ص۲۶۳)

باب ۱۱

حج کے زمانہ میں گناہ اورممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرنا

حج کے زمانے میں ہونے والے گناہ

حج کے زمانے میں جو گناہ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ محظورات احرام کا ارتکاب کیا جائے یعنی جو باتیں حج میں ممنوع ہیں ان کو کیا جائے مثلاً حج میں مردوں کو سر ڈھنکنا حرام ہے اور عورتوں کو چہرہ پر کپڑا ڈالنا ناجائز ہے۔

حدیث پاک میں ہے اِحْرَامُ الرَّجُلِ فِیْ رَأسِہٖ وَاِحْرَامُ الْمَرْأۃِ فِیْ وَجْھِھَا یعنی مرد کا احرام اس کے سر میں ہے، اور عورت کا احرام چہرہ میں ہے۔

مگر اس سے یہ استنباط نہیں ہوسکتا کہ عورتوں کو پردہ نہ کرنا چاہیے بلکہ اس سے تو اور پردہ کی تاکید پر استدلال ہوتا ہے کہ عورت کو ساری عمر چہرہ کا ڈھانکنا ضروری ہے صرف حج میں اس کو کھولنا چاہیے۔ اگر یہ حج کی خصوصیت نہ ہوتی تو اِحْـرَامُ الْمَرْأۃِ فِیْ وَجْھِھَا کے معنی کچھ نہ ہوں گے۔ اگر عورت کو ساری عمر چہرہ کھولنا جائز ہوتا تو اس کے کیا معنیٰ کہ عورت کا احرام چہرہ میں ہے اسی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت کے لئے چہرہ بہت قابل اہتمام ہے جیسا کہ مردوں کو سر ڈھانکنے کا اہتمام ہوتا ہے [۱] سو احرام میں ان دونوں کے

---

(۱) لیکن مردوں کے سر کھولنے میں کوئی فتنہ نہیں اس لئے احرام کے علاوہ عام حالات میں ان کو سر ڈھانکنا واجب نہیں اور عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ ہے اس لئے احرام کے علاوہ بھی چہرہ کا چھپانا واجب ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ یٰا أَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَ زْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُوْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلاَ بِیْبِھِنَّ۔ (احزاب پ ۲۲)

خلاف حکم دیا گیا کہ مرد سر کھلا رکھیں اور عورتیں چہرہ کھلا رکھیں۔مگر اس کا یہ مطلب ہے کہ کپڑا چہرہ سے لگے نہیں یہ نہیں کہ اجنبی مردوں کو چہرہ دکھلاتی پھریں پس عورتیں اپنے چہرہ پر اس طرح کپڑا لٹکائیں کہ چہرہ سے علحدہ رہے چنانچہ اس کے لئے ایک پنکھا ایجاد ہوا ہے جس سے چہرہ پر کپڑا نہیں لگتا۔

اس کے علاوہ اور بھی ممنوعات احرام ہیں۔قافلہ میں جو لوگ اہل علم ہیں ان سے وقت پر سب باتیں معلوم ہو جائیں گی ان سے پوچھتے رہنا چاہیے۔پس حج کے ساتھ یہ گناہ ہوتے ہیں کہ احرام میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان سے پرہیز نہ کیا جائے۔

(الحج المبرور ص۲۶۵)

بعض لوگ سفر حج میں پہلے سے زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں

بعض لوگ سفر حج میں پہلے (ہی) سے گناہ کرنے لگتے ہیں، نماز چھوڑ دیتے ہیں، جماعت کا اہتمام تو اچھے اچھے بھی نہیں کرتے اور لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، اور حج کر کے اپنے کو سب سے افضل سمجھنے لگتے ہیں کیا سفر آخرت کی بھی یہی شان ہونی چاہیے۔

(الحج المبرور ص۲۶۲)

جماعت سے نماز نہ پڑھنے کی بے برکتی

ایک واعظ کی حکایت بیان فرمائی جس کے وعظ میں بہت اثر تھا مگر حج سے آنے کے بعد وہ اثر نہ رہا۔لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی، اس نے بیان کیا کہ خداوند عالم الغیب خوب

جانتا ہے کہ اس عرصہ میں کہ میں گیا اور آیا ہوں کوئی جرم و گناہ مجھ سے نہیں ہوا ہے، سوائے ایک قصور کے اور میں نے جبھی جان لیا تھا کہ عمدہ نعمت مجھ سے چھین لی جائے گی اور ویسا ہی ہوا۔ اور وہ خطا یہ تھی کہ ایک نماز با جماعت مجھ سے فوت ہوگئی کہ امام کے ساتھ ہو کر بھی جماعت سے محروم رہا۔ یہ بے لطفی اسکی شامت ہے۔ یہ کہہ کر حضرت خواجہ (نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ) پر گریہ طاری ہوا اور حاضرین بھی رونے لگے کہ ایک نماز با جماعت فوت ہونے کے سبب سے کہ وہ بھی وقت پر پڑھی مگر تنہا پڑھی، یہ خرابی واقع ہوئی اور قبولیت عام جاتی رہی جو لوگ بیچارے بالکل بیچارے جماعت سے نماز نہیں پڑھتے اور اکثر ان کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔ اور کتنی نعمتوں اور فوائد سے محروم رہتے ہوں گے۔

فائدہ:- دیکھئے نماز اور جماعت کا کیسا مہتم بالشان ہونا بیان فرمایا۔

(السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ ۲۵)

ایسے حاجیوں کی حالت قابل افسوس ہے

ان لوگوں کی حالت زیادہ قابل حسرت (و قابل افسوس) ہے جو حج کو جاتے ہیں اور ریل یا جہاز میں بے ہودہ وساوس یا کاہلی سے نماز نہیں پڑھتے، ایک عبادت ادا کرنے چلے اور پانچ فرض روزانہ برباد کئے۔ اگر جہاز کی (اور پوری سفر مدت کی) ضائع شدہ نمازیں شمار کی جائیں تو پندرہ دن کے سفر میں پانچ نماز روز کے حساب سے پچھتر نمازیں ہوتی ہیں اسی طرح واپسی میں اتنی ہوئیں کل ڈیڑھ سو ہوئیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک فرض ادا کیا اور ڈیڑھ سو فرض برباد کیے کیا ایسے

شخص کے حج کو کہا جا سکتا ہے کہ خدا کا فرض سمجھ کر کیا گیا ہے۔ اگر یہ تھا تو ڈیڑھ سو فرض بھی تو خدا ہی کے تھے ان کو ضائع کرنا کس دل سے گوارہ کیا۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۰۵)

اور اگر کسی کا نفلی حج ہے اور اس سے کسی وجہ سے (شرعی عذر کے بغیر) نماز کا اہتمام نہ ہو سکے تو اس شخص کو اس حج نفلی کے لئے سفر کرنا ہی جائز نہیں وہ اپنے گھر میں رہ کر کام میں لگے۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۰۷)

ایسا حج تم کو ذلیل اور خدا سے دور کر دے گا

بعض لوگ حج کر کے خدا سے اور زیادہ دور ہو جاتے ہیں یعنی پاس کچھ نہیں ہے۔ اور شوق ہوا حج کا چل دیئے راستہ میں نمازیں قضا کر رہے ہیں اور لوگوں سے بھیک مانگ رہے ہیں ایسے لوگوں کو خطاب ہے کہ محبوب تو یہاں ہی ہے یعنی اس کی مرضی نہیں ہے کہ تم وہاں جاؤ اور (حق تعالیٰ کی) مرضیات کے خلاف کرو۔

(التہذیب ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۴۲)

ایسے شخص کو حج کرنا جائز نہیں

بعض لوگ حج کو جاتے ہیں اور ریل میں یا جہاز یا اونٹ پر (یا کسی سواری پر) فرض نمازیں برباد کرتے ہیں سو انہوں نے ایک فرض تو ادا کیا اور اتنے کثیر فرض فوت کئے، اور اگر حج فرض نہیں تھا نفل تھا تو اور بھی غضب ہوا کہ ایک نفل کے لئے اتنے فرض ضائع کئے سو ایسے شخص کو حج کرنا جائز بھی نہیں۔ (اصلاح انقلاب ص ۱۶۲)

اللہ ایسا حاجی نہ بنائے

بعض حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک مسافر مسجد میں پڑا سورہا تھا کسی چور نے اس کا چادرہ کھینچا تو وہ کہتا ہے حاجی صاحب چادر نہ کھینچو، کسی نے کہا کہ تجھے اس کا حاجی ہونا کیسے معلوم ہوا؟ کہا معلوم تو نہیں ہوا مگر ایسے کام حاجی کیا کرتے ہیں۔ تو بعضے حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ حج سے پہلے تو وہ کچھ ڈھکے منڈے نیک بھی تھے اور حج کے بعد کھلّم کھلا بدمعاش ہو گئے۔

بات یہ ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے اس کو چھونے کے بعد انسان کا اصلی رنگ ظاہر ہو جاتا ہے، جو حالت پہلے سے مخفی (چھپی ہوئی) تھی وہ اب کھل جاتی ہے۔ اگر طبیعت میں نیکی تھی تو پہلے سے زیادہ نیک ہو جاتا ہے اگر بدی تھی تو اب وہ بدی کھل جاتی ہے، بہت لوگ ظاہر میں نیک معلوم ہوتے ہیں مگر کسوٹی پر لگانے سے کھرا کھوٹا معلوم ہو جاتا ہے۔ شاید تم یہ کہو اچھا ہوا تم نے یہ بات ظاہر کر دی اب تو ہم حج ہی کو نہ جائیں گے۔

نہیں صاحب حج کو جاؤ مگر اکسیر بن کر اور میں تم کو اکسیر بننے کا طریقہ بھی بتلاتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ کسی کیمیا گر سے تعلق پیدا کر لو، کیمیا گر سے میری مراد یہ لنگوٹی باندھنے والے نہیں بلکہ باطن کے کیمیا گر مراد ہیں جن کو اہل اللہ (بزرگان دین مشائخ) کہتے ہیں۔

(محاسن الاسلام ص ۳۲۰)

حالت احرام میں بے حیائی اور بے حجابی کی باتیں کرنے اورلڑائی جھگڑے کی ممانعت

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ الاية .

(پ ۲ بقره)

(ترجمہ وتفسیر) جوشخص ان ایام حج میں اپنے ذمہ حج مقرر کرے (یعنی یہ کہ) حج کا احرام باندھ لےتو پھراس شخص کو نہ کوئی فحش بات جائز ہےاور نہ کوئی بے حکمی درست ہےاور نہ کسی قسم کا نزاع وتکرار (یعنی لڑائی جھگڑا) زیبا ہے بلکہ اس کو چاہیے کہ ہر وقت نیک کاموں میں لگا رہےاور جو نیک کام کرو گے خدا تعالیٰ کواس کی اطلاع ہے۔

مسئلہ:-فحش بات دوطرح کی ہےایک وہ جو پہلے ہی سے حرام ہےوہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہوگی (جیسے بدکاری اورعورتوں کے ساتھ بدنگاہی، گندہ مذاق) دوسرے وہ کہ پہلے سے حلال تھی جیسے اپنی بیوی سے بے حیائی اور بے حجابی کی باتیں کرنا، حج میں یہ بھی درست نہیں۔

اسی طرح بے حکمی دوطرح کی ہےایک وہ جو پہلے سے بھی حرام ہے جیسے تمام گناہ یہ حج کی حالت میں زیادہ حرام ہو جائے گی، دوسرے وہ امور جو خاص حج کی وجہ سے ممنوع ہو گئے جیسے خوشبو لگانا، بال کٹانا وغیرہ سو حج میں یہ امور ناجائز ہوتے ہیں۔اسی طرح حج میں رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا یوں بھی برا ہے مگر حج میں اور زیادہ برا ہے۔

(بیان القرآن ج اص ۱۱۳)

لڑنے والا حاجی اور حاجیوں سے لڑنے والا دونوں خدا کے مبغوض ہوتے ہیں

حجاج بمنزلہ عاشق کے محبوب کی گلیوں میں چکر لگانے والے ہوتے ہیں۔ پس جو شخص عاشقان الٰہی کو (یعنی حاجیوں) کو سب وشتم کرے، اور ان سے لڑے بھڑے وہ خدا کا مبغوض وممقوت ٹھہرتا ہے، (یعنی اللہ کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے اور وہ خدا کی ناراضگی کا مستحق ہوتا ہے)

اور ایسا ہی جو حاجی دوسرے حاجیوں سے لڑے اور ان کو سب وشتم کرے وہ عاشقان الٰہی کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ لڑنا بھڑنا اکثر ننگ وناموس وعزّت اور آرام کی جستجو اور تن پروری (یعنی اپنی راحت) کے لئے ہوتا ہے۔ سو ایسا شخص دو وجہ سے عاشقان الٰہی کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے ایک تو یہ کہ وہ عاشقانِ الٰہی کو تکلیف پہنچانے والا ہوا۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنی عزت وآرام کا طالب اور محبوب حقیقی سے غافل ہوا یہی وجہ ہے کہ بعض حاجی وہاں جا کر بعض ایسے امور کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے (یعنی لڑائی جھگڑوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہاں سے) سخت دل ہو کر واپس ہوتے ہیں کیونکہ وہ محبوب حقیقی کے کوچہ (اور اس دربار) میں جا کر عاشقوں کے شرائط توڑ کر اس کی نظر سے گر جاتے ہیں۔

(المصالح العقلیہ ص۱۹۰)

سفرِ حج میں باہمی اختلاف اور لڑائی جھگڑے

ایک معصیت خاص حج کے متعلق زیادہ پیش آتی ہے کہ گھر سے نکل کر لڑنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ حج کی لڑائی مشہور ہے۔ اچھے اچھے دوستوں بلکہ باپ بیٹوں میں بھی لڑائی ہو جاتی ہے اور پیر مرید کا تعلق حالانکہ باپ بیٹے سے بھی زیادہ سمجھا جاتا ہے مگر حج میں پیر مرید کو بھی لڑتے دیکھا ہے مگر کمال یہ کہ پیر بھی ان سے خفا نہ تھے باوجودیکہ شریعت میں سب سے زیادہ حق باپ کا ہے اس کے بعد استاد کا اس کے بعد پیر کا۔ مگر طبعی بات ہے کہ محبت پیر کے ساتھ زیادہ ہوتی ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ پیر کا تعلق خالص دینی تعلق ہے دنیا کا اس میں لگاؤ نہیں اور جس تعلق میں دنیا کا لگاؤ نہ ہوگا وہ ضرور مستحکم ہوگا۔ پیر چونکہ خالص دین کی تربیت کرتا ہے اس لئے اس سے زیادہ کوئی تعلق مؤثر نہیں مگر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حج میں پیر اور مرید کا تعلق بھی لڑائی سے نہیں روکتا اب یا تو اس سفر کی خصوصیت ہے یا ان پیر صاحب کو کچھ دنیا ان سے مطلوب ہوگی اس لئے ان کی وقعت مریدوں کی نظر میں نہ تھی چنانچہ اس قافلہ میں بھی لڑائی ہوگئی اور اس کے آثار دیکھ کر سخت رنج ہوتا ہے اور ابھی تو جہاز کا سفر شروع بھی نہیں ہوا۔ بمبئی (دلّی، لکھنؤ) تو گویا گھر ہی کے مثل ہے جب یہیں یہ باتیں شروع ہوگئیں تو آئندہ کا اور اندیشہ ہے۔ اس لئے اسی وقت سے اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ گناہوں سے طاعات کا ثواب کم ہو جاتا ہے تو یہ کتنی بڑی نادانی ہے کہ جس ثواب کے لئے روپیہ خرچ کیا جائے جان پر مشقت برداشت کی جائے اس کے ثواب کو دو چار باتوں میں کم کر دیا جائے ...... یہ بھی انہی معاصی میں سے ہے جو حج سے پہلے ہوتی ہیں۔ (الحج المبرور، سنت ابراہیم ص ۲۵۷)

سفر میں لڑائی کی ایک اور وجہ اور اس کا علاج

کلفت (اور رنجش) کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتے ہیں اسی لئے جب سفر میں کوئی بات اپنی شان کے خلاف پیش آتی ہے تو اس سے ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسی سے دوسرے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

اگر ہر شخص اپنے کو مٹا دے اور عزت وآبرو کو بالائے طاق رکھ کر اپنے کو سب کا خادم سمجھے تو یہ باتیں پیش ہی نہ آئیں، مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ گھر سے چلتے ہی ہیں یہ خیال کر کے کہ ہماری یوں آؤ بھگت ہوگی، (یعنی اپنے کو کچھ سمجھتے ہیں بس سارا فتنہ اسی کا ہے) (الحج المبرور ص ۲۶۲)

سفر حج میں لڑائیاں و جھگڑے کیوں ہوتے ہیں

حج کے سفر میں زیادہ تر لڑائی جھگڑے اس وجہ سے پیش آتے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے توقع (اور امید) ہوتی ہے۔ پھر جب اس توقع کے خلاف برتاؤ ہوتا ہے تو جھگڑے پیش آتے ہیں اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سفر حج میں زاد میں (یعنی توشہ اور کھانے پینے کے سامان وغیرہ میں) کسی کو شریک نہ کرے کیونکہ۔ اس شرکت کی وجہ سے ہر شریک کو دوسرے سے امداد اور راحت رسانی کی توقع ہوتی ہے، اور سفر کی حالت میں بعض دفعہ انسان اپنی بھی امداد نہیں کر سکتا تو دوسرے کی کیا خاک امداد کرے گا۔

ایسی تدبیر جس سے لڑائی نہ ہو

اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص اپنا سامان کھانے پینے کا جدا رکھے۔ اور پکانے کا انتظام بھی الگ کرے۔ دوسرے سے کچھ توقع نہ رکھے اس کے بعد اگر کسی سے ذرا سی بھی راحت پہنچ جائے گی اس کی قدر ہوگی اور نہ پہنچے گی تو شکایت نہ ہوگی۔ بہر حال ان وجوہ سے یہ قصّے (یعنی لڑائی جھگڑے) حج سے پہلے ہی شروع ہو جاتے ہیں ان کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ (الحج المبرور، سنت ابراہیم ص ۲۵۷)

سفر حج قبر کے مشابہ ہے

اس سفر میں دوسروں کی خدمت کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ ہے

سفر حج اس اعتبار سے بھی قبر کے مشابہ ہے کہ جس طرح قبروں میں کبھی دو آدمی پاس پاس دفن ہوتے ہیں مگر ہر ایک کا جدا حال ہوتا ہے کوئی راحت میں ہے کوئی عذاب میں اور ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں ہوتی۔ اسی طرح حج میں ایک شگفتہ (اور راحت میں ہے) دوسرا اس کے برعکس ہے، اور ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہوتی ہے دوسرے کی فکر کسی کو نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ۔ اور جو شخص اس سفر میں دوسروں کی خدمت کرے وہ تو گویا مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ (الحج المبرور ص ۲۶۲)

حج میں ایک اور مجاہدہ

اجنبی زبان ہونے کی وجہ سے پریشانی اور عجیب عجیب لطیفے

(حج میں ایک مجاہدہ اور ہوتا ہے وہ یہ کہ) وہاں کی زبان اجنبی نہ یہ کسی کی سمجھیں نہ کوئی ان کی سمجھیں۔

(۱) ہمارے ایک عزیز تھے ان سے بدوی نے روٹی مانگی انہوں نے انکار کر دیا جب آگے پہاڑ آیا تو اس نے وزن برابر کرنے کے لئے ان سے کہا گدّام گُدّام (قُدّام قُدّام) یعنی آگے بڑھ کے بیٹھو، یہ سمجھے کہ روٹی نہ دینے سے ناخوش ہو گیا ہے اس لئے مجھے گالیاں دے رہا ہے اور گدام گدام کہہ رہا ہے یہ سمجھ کر اس سے لڑنے لگے جب اس نے اشارہ سے کہا تو سمجھ گئے پھر آگے بڑھ کر بیٹھے۔

(۲) اور لیجئے ایک حاجی صاحب کو پیشاب لگا انہوں نے کہا موتوں تو بدوی سمجھا مجھے کوستا ہے کہ

"مُـوُ تُـوُ" یعنی مرجاؤ اس نے کہا لا اموت یعنی میں نہیں مروں گا، یہ سمجھے کہ کہتا ہے مت موتو، یہ کہتے ہیں موتوں وہ کہتا ہے لا اموت، بڑی دیر یہی گفتگو رہی ایک مصیبت پڑ گئی۔

(۳) ایک دیگچی کسی بڑھیا نے پائی تھی پوچھتی پھرتی تھی کہ کس کی ہے ایک بدوی کی تھی، اس نے کہا ہِکّی ہِکّی (حقی حقی) یعنی میری ہے بڑھیا یہ سمجھی کہ کہتا ہے تو نے اس میں ہگا ہے تو کیا کہتی ہے اللہ کی قسم میں نے اس میں کبھی نہیں ہگا۔

تو غرض یہ لطف اور تماشے ہوتے ہیں، لڑائیاں بھی ہوتی ہیں یہ نہیں کہ وہ لوگ صرف عربی ہی بولیں اردو بھی بولتے ہیں مگر وہ بھی عجیب سنئے۔

جب قدم اونٹ پر رکھتے ہیں تو اونٹ پر رکھنے کے لئے دو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک اونٹ والا ہوتا ہے دوسرا وہ حاجی جس نے کرایہ کیا ہے، شغدف کے اٹھوانے کے واسطے کہنا یہ چاہیے، آگے سے اٹھا مگر کہتے یہ ہیں آگے بیتو، آگے بیتو، بعضے لوگ بیٹھنے لگتے ہیں اس پر خوب لڑائی ہوتی ہے۔

(۵) اور لیجئے مردوں کو بی بی کہہ کر پکارتے ہیں، بازار والے کہتے ہیں بی بی روتی (بی بی روٹی) اور بی بی کی سمجھ میں نہ روتی آتی ہے نہ ہنستی، جیسی یہ اردو بولتے ہیں ہمارے ہندوستانی ویسی عربی بھی بولتے ہیں۔ سنئے۔

(٦) ہمارے ایک رفیق ساری بات تو اردو میں کہہ دیتے اور سب کے آخر میں ہذا بڑھا دیتے۔

(۷) ہمارے حضرت حاجی صاحب کے پوتے، مقصود نام تھا وہاں ان کو عربی سکھائی گئی، بتایا گیا کہ جب کسی سودے کا نرخ (بھاؤ) دریافت کرتے ہیں تو کہتے ہیں "**یَـا عَـمُ هَذٰا بِكَمْ**" اے چچا اس کی کیا قیمت ہے، اب وہ بیچارے رٹ رہے ہیں، یاد کر رہے ہیں، اب بازار گئے وہاں اس سے پوچھتے ہیں "**یـا عـم انـت بکم**" اے چچا تمہاری کیا قیمت ہے، اب لوگ ہنستے ہیں، سمجھ گئے کہ ہذا کی جگہ انت کہہ رہے ہیں غرض بڑی دل لگیاں رہتی ہیں، گھونسے چلتے ہیں لڑائیاں ہوتی ہیں۔

(روح الحج والثج سنّت ابراہیم ص ۳۹۸)

امدادالحجاج جلددوم

حج کی حقیقت اوراس کی حکمتیں اورحج کا مفصل طریقہ

ازافادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب

محمدزید مظاہری ندوی (استاددارالعلوم ندوۃ العلماءلکھنؤ)

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لاَشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکُ وَالْمُلْکَ لاَشَرِیْکَ لَک

باب ۱
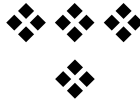
حج عقل وعشق کی روشنی میں

حج جیسی عبادت مقرر کرنے کی وجہ

حق تعالیٰ نے ایک عبادت حج کی مقرر فرمائی جس کی بنا یہ ہے کہ حال کے بغیر قال بیکار ہے (اس لئے) دل پر چرکہ لگانے کی ضرورت تھی، اس لئے عشق ومحبت کا چرکہ دل پر لگانے کے ایک عبادت ایسی بھی مشروع ہوئی جس میں ابتداء سے انتہاء تک جنون عشق کی کیفیت ہوتی ہے یعنی حج۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ سب باتیں ظاہری ہی ہیں۔ نہیں صاحب ان کا دل پر بڑا اثر ہوتا ہے، احرام کی کیفیت دیکھ کر دشمنوں پر بھی اثر ہوتا ہے کہ بادشاہ اور غلام اور سب کے سب ننگے سر ہیں، چادر لنگی پہنے ہوئے ہیں، ناخن بڑھے ہوئے بال پریشان بکھرے ہوئے ہیں نہ خوشبو لگا سکتے ہیں نہ ناخن کتر سکتے ہیں نہ خط بنوا سکتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے **لبیک اللھم لبیک** پکارتے ہیں۔ جب حاجی لبیک کہتے ہیں تو پتھر بھی موم ہو جاتا ہے۔ پھر جب مکہ پہنچتے ہیں اور کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو نظر کے ساتھ ہی آنکھوں سے گھڑوں پانی بہنے لگتا ہے، کیا سب باتیں ہی باتیں ہیں کوئی چیز ہے جو یوں بے تاب کر ڈالتی ہے، یہ رونا نہ معلوم خوشی ہے یا غم کا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہمارے حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ رونا گرم بازاری عشق کا ہے (یعنی حق تعالی سے محبت کا جو ہر مومن کو کسی نہ کسی درجہ میں حاصل ہے)

(محاسن الاسلام، ص: ۳۱۹)

مشروعیت حج کی حکمت

مشروعیت حج کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ہر مومن کو خدا سے محبت ہے تو لازم ہے کہ اس محبت کی وجہ سے اس کو شوق وصال بھی ہوگا اور انسان ضعیف النبیان (اپنی پیدائش کے اعتبار سے کمزور) اس دنیا میں (حق تعالیٰ کے) دیدار کی تاب نہیں لاسکتا تو دیدار سے مایوسی ہوتی ہے اور یاس یعنی ناامیدی میں یا تو محبت زائل ہوجاتی ہے جیسا کہ بعض طبیعتوں کا خاصہ ہے، اور یا اس قدر اضطراب ہوتا ہے کہ اس سے ہلاکت کی نوبت آجاتی ہے جیسا کہ بعض طبیعتوں کا یہ بھی انداز ہے دونوں مضر تھے، اس لئے حق تعالیٰ نے ایک مکان بنایا اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ اگر پورا وصال یار نہ ہو تو در و دیوار ہی کو دیکھ کر تسکین ہو جائے، اس میں حجر اسود کو یمین اللہ کا لقب دیا کہ دست بوسی کے لئے بے قرار ہوں تو اس سے تسلی ہو، طواف کا حکم دیا کیوں کہ یہ عاشق کی طبعی حالت ہے، اور چونکہ عشق کے لئے رشک بھی لازم ہے اس لئے شیطان کی طرف منسوب کر کے ایک جگہ کی رمی کا حکم دیا۔

جب حج اس حکمت سے شروع ہوا تو سفر حج میں اگر ہزار تکلیف بھی ہوں تو پروانہ کرنی چاہئے۔ (مقالات حکمت مجادلات معدلت ۳۰۹)

یہ مقام عشق ہے یہاں عاشقانہ حرکتیں کی جاتیں ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کے گرد پھرنا اور صفا و مروہ کے درمیان پھیرے کرنا (یعنی چکر لگانا) اور کنکریوں کا مارنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی یاد قائم کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

یعنی گو ظاہر میں دیکھنے والوں کو تعجب ہوسکتا ہے کہ اس گھومنے دوڑنے اور

کنکریاں مارنے میں عقلی مصلحت کیا ہے؟ مگر تم مصلحت مت ڈھونڈو (بلکہ) یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس کے کرنے سے اس کی یاد ہوتی ہے اور اس سے تعلق بڑھتا ہے اور محبت کا امتحان ہوتا ہے کہ جو بات عقل میں بھی نہیں آئی حکم سمجھ کر اس کو بھی مان لیا، پھر محبوب کے گھر کے ذرّہ ذرّہ پر قربان ہونا اس کے کوچہ میں دوڑے پھرنا کھلّم کھلاّ عاشقانہ حرکات ہیں۔(جو اللہ تعالیٰ سے قوی تعلق ومحبت اور عشق کی علامت بھی ہیں اور پختہ تعلق قائم ہونے کا ذریعہ بھی)(حیوۃ المسلمین)

یہ رونے کا مقام ہے یہاں رویا جاتا ہے

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کی طرف رخ کیا پھر اس پر اپنے دونوں لب مبارک اس پر رکھ کر بڑی دیر تک روتے رہے پھر جو نگاہ پھیری تو دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رو رہے ہیں آپ نے فرمایا اے عمر اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں (ترغیب)

فائدہ:- محبوب کی نشانی کو پیار کرتے ہوئے رونا عشق سے ہوسکتا ہے، خوف وغیرہ سے نہیں ہو سکتا اور عاشقانہ افعال تو ارادہ سے بھی ہو سکتے ہیں مگر رونا بغیر جوش کے ہو نہیں سکتا پس حج کا تعلق عشق سے اس حدیث سے اور زیادہ ثابت ہوتا ہے۔(حیٰوۃ المسلمین ص ۱۲۰)

حج عاشقانہ عبادت ہے

حج میں ایک خاص بات ایسی ہے جو اور عبادتوں میں نہیں وہ یہ ہے کہ اور عبادتوں کے افعال میں کچھ عقلی مصلحتیں بھی سمجھ میں آجاتی ہیں مگر حج کے افعال میں بالکل عاشقانہ شان ہے۔تو حج وہی کرے گا جس کا عشق عقل پر غالب ہوگا۔اور اگر فی الحال اس میں کچھ کمی

بھی ہوگی تو تجربہ سے ثابت ہے کہ عاشقانہ کام کرنے سے عشق پیدا ہوجاتا ہے اس لئے حج کرنے سے یہ کمی پوری ہو جائے گی۔ خاص کر جب ان کاموں کو اسی خیال سے کرے۔ اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا عشق ہوگا وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا۔

(حیٰوۃ المسلمین ص ۱۱۸)

حج کے سارے افعال عاشقانہ ہیں

حج ایسی عبادت ہے کہ اس میں عشق و محبت کا رنگ غالب ہے۔ حج کے سارے افعال کھلم کھلا عاشقانہ رنگ کے ہیں یعنی مزدلفہ عرفات کے پہاڑوں میں پھرنا، لبیک کہنے میں چیخنا پکارنا، ننگے سر پھرنا، اپنی زندگی کو موت کی شکل میں بنا لینا، یعنی مُردوں کا سا لباس پہننا، ناخن اور بال تک نہ کٹوانا، جوں تک کو نہ مارنا، جس سے دیوانوں کی سی صورت ہو جاتی ہے، سر منڈوانا، کسی جانور کا شکار نہ کرنا، کسی خاص حد کے اندر درخت نہ کاٹنا، گھاس تک نہ توڑنا، جس میں کوچہ محبوب کا ادب بھی ہے، اور خانہ کعبہ کے گرد گھومنا، اور صفا و مروہ کے بیچ میں دوڑنا اور خاص نشانوں پر کنکر پتھر مارنا، اور حجر اسود کو بوسہ دینا، اور زار زار رونا، اور خاک آلودہ دھوپ میں جلتے ہوئے عرفات میں حاضر ہونا، یہ کام عاقلوں کے ہیں۔ یا عاشقوں کے؟

(حیوۃ المسلمین ص ۱۲۰)

عقل کے خلاف حج کے جملہ افعال کی تشریح

حج میں سارے افعال عقل کے خلاف ہیں، سب سے پہلے تو یہ کہ اچھے خاصے اپنے کاروبار میں لگے ہوئے اپنے اہل و عیال میں آرام سے بیٹھے ہوئے تھے خیال ہوا کہ

ایک کوٹھری اور جنگل کا قصد کر کے جاؤ۔ اگر وہاں اللہ میاں ہوتے تو ایک بات بھی تھی۔ مگر وہ تو مکان سے منزہ ہیں تو پھر کیوں ایسا کرتے ہو، آج تک عقل چکر میں ہے کہ اس کوٹھری (یعنی خانہ کعبہ) تک اس طرح جانے کی کیا ضرورت ہے۔

وہاں عرفات ایک میدان ہے (عقل کہتی ہے کہ) وہاں جانے سے کیا فائدہ، پھر سات کنکریاں لے کر نشانوں پر مارنا یہ بھی عقل کے خلاف ہے، شیطان تو وہاں بیٹھا نہیں جسے مارتے ہو۔ الغرض جب ان کاموں کے ارادوں سے چلے تو اوّل تو یہ چلنا ہی عقل کے خلاف تھا مگر اس شخص نے عقل کو گردن پکڑ کے گھر پر باندھ دیا اور چل کھڑا ہوا۔ اب عقلاء نے ملامت شروع کی کہ کہاں جاتے ہو بیچ میں اتنا بڑا سمندر حائل ہے، (ہوائی جہاز میں بھی خطرات ہیں۔)

ایک شخص حج کے ارادہ سے بمبئی آئے سمندر کو دیکھا تو کہنے لگے ارے بھائی اس میں سے سفر ہوگا؟ اس میں جانا تو بہت دشوار ہے بس لوٹ گئے۔ تاجروں کا کیا ہے اگر یہ ہمت کریں تو کیا کمال وہاں تو نقد ملتا ہے حاجیوں کا کمال ہے کہ ادھار ہے مگر پھر بھی ہمت کرتے ہیں ہر طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں اتنا بڑا سمندر پھر بڑے بڑے پہاڑ لق و دق عبور کر کے وہاں پہنچنا پڑتا ہے پھر وہاں کی زبان اجنبی نہ یہ کسی کی سمجھیں نہ کوئی ان کی سمجھے۔

(روح الحج والثج ص ۳۹۷)

احرام وممنوعات احرام

یہ تو سفر کا وقت تھا آگے جب احرام کا وقت آیا عجیب گت بنائی گئی، اچھے خاصے نواب صاحب تھے، نفیس (عمدہ خوبصورت) کپڑے پہنے ہوئے تھے حکم ہوا ان کو اتارو یہ کیا گدھے کا سا پالان لادے ہو، عاشقوں کا لباس پہنو، سب ایک شکل کے ہو جاؤ۔ (چنانچہ

سب ایک لباس میں ہو گئے) اب معلوم نہیں ہوتا کہ کون والی ملک ہے کون نواب ہے کون رئیس ہے، (کون غریب ہے کون فقیر ہے) غرض عمامہ، تاج، (کوٹ شیروانی) کچھ بھی نہیں وہاں اس کی گنجائش ہی نہیں اچھا احرام بندھ گیا۔ اب سر مت ڈھکو، سلا ہوا کپڑا مت پہنو، خوشبو کا استعمال مت کرو، جوں مت مارو، بال مت منڈواؤ، ناخن مت کتراؤ، غرض ایک عجیب شکل بن جاتی ہے جس سے یہ از خود رفتہ (مجنون) معلوم ہوتا ہے۔ مگر کیا رحمت ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو شخص کسی قوم کے مشابہ ہو اس کا اسی میں شمار کیا جائیگا۔ ہم اچھوں کی شکل بنانے والوں کو بھی اچھوں ہی میں شمار کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون کے بلائے ہوئے جادوگر جس وقت آئے تو موسیٰ علیہ السلام کی وضع بنا کر آئے تھے، پہلے تو انہوں نے مقابلہ کیا اس کے بعد سب سجدہ میں گر پڑے اور مسلمان ہو گئے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے اللہ جو لوگ مقابلہ کے لئے آئے تھے ان پر یہ رحمت۔ ارشاد ہوا وہ تمہاری شکل بنا کر آئے تھے ہماری رحمت نے گوارہ نہیں کیا کہ جو ہمارے محبوب کی شکل بنا کر آئے وہ محروم واپس جائے۔

غرض (احرام پہن کر) عاشقوں کی شکل ہی بنانے سے عشّاق کی فہرست میں نامزد ہو جاتے ہیں مگر عقل کا کب فتویٰ ہے کہ یہ وضع اختیار کرو، اچھی خاصی شکل کو بگاڑو۔ (ایضاً)

تلبیہ

آگے چلئے ہم نہایت متین (اور سنجیدہ طبیعت خاموش مزاج) تھے احرام باندھتے ہی ساری متانت (وسنجیدگی) رخصت پہلے آہستہ بولتے تھے اب پکار کر کہو **لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.**

(ترجمہ) اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام

حمد اور نعمت اور ملک آپ ہی کے لئے ہے۔آپ کا کوئی شریک نہیں۔

یہ تلبیہ نمازوں کے بعد کہو، اوپر چڑھو تب کہو، نیچے اترو تب کہو، غرض ہر تغیر حالت کے وقت کہو۔سوائے عورت کے کہ اس کے لئے تلبیہ کا جہر نہیں کیونکہ اس کی آواز میں بھی فتنہ ہے۔لباس (یعنی احرام) بھی وہ نہیں اس واسطے کہ اس میں کشف عورت (یعنی بے پردگی) ہے۔لیکن اس میں ایک جز عقل کی رسائی سے آگے ہے (عورت کے لئے اس موقع پر) سر پر تو کپڑا ڈالنا فرض ہے مگر منھ پر ڈالنا جائز نہیں۔عورتیں یہ کرتی ہیں کہ خاص وضع کے پنکھے جو اسی لئے بنائے جاتے ہیں اوران میں جالی بھی ہوتی ہے ماتھے پر لگا لیتی ہیں تا کہ منھ پر بھی نہ لگے اور چہرہ بھی نہ کھلے۔(ایضاً)

حرمت حرم

یہ احرام ہوا آگے حرم میں پہنچے وہاں یہ حکم ہے کہ شکار مت کرو اگر چہ طواف وسعی کے بعد احرام کھل گیا مگر اب بھی وحشی جانوروں کو مت مارو چاہے اس کو پال ہی لیا ہو مگر اس کا ذبح جائز نہیں۔فرمایئے یہ کون سے عقلی قانون کے مطابق ہے۔(ایضاً)

طواف وسعی

اس کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کرو، سب پھیرے گھومو (یعنی چکر لگاؤ) اول کے تین پھیروں میں ذرا مٹک مٹک کر شانے ہلا ہلا کر پھُدک پھُدک کر چلو، بعضے شرما بھی جاتے ہیں اب چاہے متین (سنجیدہ طبیعت کے) ہوں مگر سب کرتے ہیں اوراس قدر شوق سے کر تے ہیں کہ بے اختیار رونا آتا ہے وہاں جس وقت یہ کرتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ ہنسی آئے مگر

الٹا رونا آتا ہے تو یہ بات کیا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

علی ہذا القیاس سعی کرو، دو پہاڑوں پر چڑھو اترو، اور میلین اخضرین کے درمیان میں دوڑو، بچے دوڑا کرتے ہیں، خیر جنگل میں تو سب ایک طرح کے ہیں مگر سعی کے موقع پر تو بہت بڑا بازار ہے، تجّار تجارت میں مصروف ہیں اور یہ بچوں کی سی حرکتیں کر رہے ہیں، یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں، صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا پر جاؤ آؤ۔

ابھی تک آہستہ چل رہے تھے، میلین اخضرین دو نشان ہیں ان کے درمیان میں دوڑنے لگے ہیں یہ کیا ہوا؟ کیا کسی نے مارا؟ بھاگتے کیوں ہو بھاگتے بھاگتے میلین اخضرین سے گذر کر پھر آہستہ چلنے لگے، ابھی اگر دوڑے تھے دوڑتے ہی رہے ہوتے، جب اس پہاڑ پر پہنچے پھر وہاں جاؤ جب اس پہاڑی پر پہنچے پھر یہاں آؤ آخر کیوں؟ ہمیں کیا معلوم کیوں؟ ایک بوڑھی عورت سعی کرتی کرتی بیچاری جب تھک گئی تو مطوف سے کہنے لگی اجی مولوی جی چھوڑ دو معاف کر دو اب تو میں بہت تھک گئی مولوی جی بیچارے کیا معاف کریں وہ خود اسی میں مبتلا ہیں۔ غرض عجیب لطف ہے۔

اور لیجئے اچھے خاصے بال بنے ہوئے ہیں انہیں منڈواؤ سر کو خربوزہ بنا دیا، سر منڈا ہوا ہے عجیب لطف ہے ان کے دل سے پوچھو کہ اسی میں باغ باغ ہیں، پہلے جو اس پر ہنستا تھا آج وہ بھی ایسا ہی بنا ہوا ہے۔ (روح الحج والثج ص۴۰۴)

حج کے جملہ افعال عقل کے خلاف عاشقانہ ہیں

(۱) آج کل بعض عقل پرست حج پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عقل کے خلاف ہے۔ اس امر کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو ہم ثابت کرتے ہیں کہ عقل کے خلاف ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ عقل جس بات کو تجویز نہ کرے وہ ضروری نہیں ہے یہ عبادت طبیعت کی تسخیر کے لئے ہے اور

اس کا تسخیر کرنا ضروری ہے کما مرّ۔

(۲) حج کو اول سے آخر تک دیکھئے اس کے سب افعال ایسے ہی (یعنی عقل کے خلاف) ہیں۔ دیکھئے سب سے پہلے حج میں کیا ہوتا ہے، سب سے پہلے یہ ہوتا ہے کہ اپنے گھر آرام سے اپنے اہل وعیال اورعزیزوں میں بیٹھے ہوئے ہیں دل میں آیا کہ حج کریں سفر کی تیاری ہوئی عقل یہیں سے روکتی ہے کہ کیا ضرورت ہے (سفر میں جانے کی) حق تعالیٰ تو مکان کے ساتھ مقید نہیں ۔محبوب تو یہاں ہی ہے وہاں جا کر کیا کرو گے، غرض عقل کو سخت گنجلک ہوتی ہے۔

(۳) اب آگے چلئے آگے یہ ہوتا ہے کہ اچھے خاصے آدمیوں کی صورت سے نکل کر یہ وحشت ہوئی کہ سب کپڑے اتار دیئے صرف ایک لنگی باندھ لی اور ایک چادر بدن پر اوڑھ لی اور سر ننگا کرلیا، یہاں بھی عقل کو وحشت ہوئی کہ ہائیں یہ کیا ہوا یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ ننگے سر رہو اور اچھے خاصے کپڑے اتار کر مُردوں کا سا کفن بدن سے لپیٹ لیا اس کے بعد دو رکعت پڑھ کر چلاّنا شروع کیا **لبیک اللھم لبیک** اب عقل پھر روکتی ہے کہ یہاں چلاّتے کیوں ہو؟ یہ تم کو کیا ہوا؟ لیکن وہ ایک نہیں سنتا، اس کے بعد آگے چلے جب خانہ کعبہ پہنچے اور اس کو دیکھا تو آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو جاری ہوگئے عقل کہتی ہے کہ باؤلے کیوں ہوگئے روتے کیوں ہو؟ آگے بڑھے تو کیا سوجھی کہ دیوانوں کی طرح ایک مکان کے (یعنی خانہ کعبہ) کے چاروں طرف پھر رہے ہیں اور پھر یہ حرکت کہ آپ دوڑتے ہیں اور شانے ہلاتے جاتے ہیں، عقل کہتی ہے کہ بس جی بالکل ہی دیوانگی آگئی۔ غرض عقل بیچاری وہاں لنگڑی لنجی کھڑی تکتی ہے اور کچھ نہیں کرسکتی اس بھلی مانس سے کوئی پوچھے کہ تو یہاں آئی کیوں؟ اسکو مناسب تھا کہ یہ یہاں نہ آتی۔ لیکن طبیعت سے پوچھو وہ باغ باغ ہے اور عقل کو ملامت کرتی ہے کہ تو یہاں کیوں آئی؟۔ یہاں تیری دعوت نہیں ہے یہاں ہماری دعوت ہے، تو یہاں محض طفیلی ہے ایک طرف چپکی کھڑی رہ اگر ذرا دم مارا تو کان پکڑ کر نکال دی جائے گی خیر عقل

بیچاری چپ ہوگئی اس نے اور صبر کیا خیر۔

وہاں سے پھر پھرا کر صفا مروہ کی طرف گئے وہاں کیا حرکت کی کہ اچھے خاصے متانت (سنجیدگی) کے ساتھ چلتے چلتے میلین اخضرین کے درمیان اک دم سے بھاگے، عقل کو سخت وحشت ہوئی پھر ایک دفعہ نہیں سات مرتبہ یہی کیا۔

اس کے بعد خیر عقل نے مغلوب ہو کر تسلیم کرلیا کہ اللہ میاں کا گھر ہے یہاں ایسے ہی افعال مناسب ہیں۔

اس کے بعد آٹھویں تاریخ جب آئی تو عرفات کو چلے عقل یہاں بھی روکتی ہے کہ میاں یہ کیا وحشت ہے اللہ میاں کے گھر (خانہ کعبہ) کو چھوڑ کر جنگل کیوں چڑھ گئے پھر وہاں کوئی شئی نہیں محض ایک میدان ہے اور وہاں جا کر کچھ کرنا بھی نہیں پڑتا۔ایک نماز تھی جو عقل کا حصہ تھا وہ بھی اپنے وقت پر نہیں یعنی عصر کی نماز اس روز ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے۔خیر عقل نے جوں توں کر کے تمام دن گذارا۔اب مغرب کا وقت آیا۔عقل کہتی ہے نماز پڑھو لیکن نماز نہیں پڑھتے۔اس لئے کہ اس روز مغرب کی نماز مزدلفہ میں جا کر عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے۔مغرب کا وقت گذر رہا ہے اور عقل سخت پیچ وتاب میں ہے (یعنی بے چین) ہے کہ یہ کیا راز ہے کہ نماز بھی اڑ گئی عقل اس پارلیمنٹ سے بالکل علحدہ ہے، اس کے بعد منیٰ میں پہنچے وہاں تین پتھر ہیں انکو کنکریاں مارو یہاں بھی عقل منع کرتی رہی کہ یہ کیا دیوانگی ہے، پھر جانور ذبح کرو، ذبح خود عقل کے خلاف نہ کہ اس شان کے ساتھ، اس کے بعد سر منڈ واؤ اچھے خاصے تھے سب کے سر کدّو کی طرح نکل آئے۔

غرض حج کے جس قدر افعال ہیں اول سے آخر تک سب عقل کے خلاف ہیں اس لئے کہ اس مجاہدہ میں عقل کی رعایت نہیں ہے (یہ مجاہدہ) طبیعت کے مذاق کے موافق ہے۔

(وعظ التہذیب ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۴۴)

خدا کا عاشق حاجی خانہ کعبہ کی چوکھٹ پر

اگر آپ محبوب حقیقی (اللہ رب العالمین) کو دیکھتے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے؟ ایک معاملہ تو یہ ہوتا کہ اس کو محبوب و مطلوب اور معبود و مسجود سمجھتے اس کو تو مستثنیٰ کر دیا گیا (کہ خانہ کعبہ کے لئے سجدہ مت کرو گو خانہ کعبہ کے رخ پر اللہ کے لئے سجدہ کیا جاتا ہے البتہ) اس کے سوا جو معاملہ بھی آپ محبوب کے ساتھ کرتے ان سب معاملوں کی بیت اللہ (خانہ کعبہ) کے ساتھ اجازت ہے۔ اگر آپ محبوب کے گھر پہنچتے تو جب تک صاحب خانہ سے نہ ملتے اس وقت تک گھر کے گرد گھومتے پھرتے، دیواروں کو چومتے، جیسا کہ مجنون کہتا ہے۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی اُقَبِّلُ ذَالْجِدَارِ وَذَالْجِدَارِ

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ وَلٰکِنْ حُبَّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَ

(ترجمہ) میں لیلیٰ کے گھر پر گزرتا ہوں کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیورا کو میرے قلب کو گھر کی محبت نے نہیں بلکہ اس گھر کے رہنے والے (یعنی مالک) کی محبت نے پھاڑا ہے۔

اسی طرح یہاں بھی بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے اور کعبہ کے بعض ارکان (گوشوں) کی تقبیل کی جاتی ہے (اس کو چوما جاتا ہے)

اور ایک معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے مصافحہ کرتے تو یمین اللہ (جنت کا پتھر جو خانہ کعبہ کے گوشہ میں رکھا ہے) اس سے مصافحہ کیجئے۔ (چنانچہ رکن یمانی کو ہاتھ سے مس کیا جاتا ہے) عاشق محبوب کے مکان پر پہنچ کر جب تک محبوب سے ملاقات نہ ہو اس کے گھر کی طرف ٹکٹکی باندھے کھڑا رہتا ہے اسی طرح یہاں بھی نماز میں استقبال کیا جاتا ہے۔

(تحصیل المراد ص ۳۰۸)

عشق خداوندی میں حاجی کی عاشقانہ ادائیں اور افعال حج کی حکمتیں

حاجی محبوب حقیقی (رب العالمین) سے ملنے کے لئے عاشقانہ انداز سے تیاری کرتے ہیں، احرام باندھتے ہی سر ننگے ہو جاتے ہیں، سلے کپڑے چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ عاشق کو یہ تکلفات کہاں سوجھتے ہیں کہ اچکن ہو، کرتہ ہو پاجامہ ہو، (صدری وشیروانی ہو) وہ تو ویسے ہی کپڑوں کو لپیٹ لیا کرتا ہے اس لئے احرام میں بھی چادر ولنگی پہنی جاتی ہے اور سر کھلا رہتا ہے مگر پیر نہیں ننگے ہوتے کیونکہ کانٹا وغیرہ لگنے کا اندیشہ ہے (گرم زمین میں چلنا ہوتا ہے) جس سے تکلیف کا خوف ہے تو وہ عاشق نواز بھی ہیں کہ اپنے عشاق کی تکلیف گوارا نہیں کرتے، دوسرے یہ بھی بتلا دیا کہ تمہارا عشق چاہے کتنا ہی زیادہ ہو ناتمام ہی رہے گا کامل کبھی نہ ہوگا اس لئے نقصان ظاہر کرنے کے لئے جوتہ نکالنے (اور ننگے پیر چلنے) کا حکم نہیں کیا اسی لئے کھانے کی اجازت دے دی ہاں وحشی کے شکار کی ممانعت ہے اور مچھلی کے شکار کی اجازت ہے، نہانے کی اجازت ہے اور خشبو لگانے خط بنوانے، ناخن کترنے کی ممانعت ہے۔ حالانکہ عاشق کو نہ تو مچھلی کے شکار کی فرصت ہوتی ہے نہ وحشی کے، نہ نہانے کی فکر ہوتی ہے نہ حجامت کی تو چاہیے تھا کہ ان سب افعال کی ممانعت ہو جاتی، مگر ایسا نہیں کیا بلکہ بعض کی اجازت دی اور بعض سے روک دیا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا عشق ناتمام ہی رہے گا۔

(تحصیل المرام ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۱۰)

عاشق خداوندی کی مزید عاشقانہ ومجنونانہ حرکتیں

آگے چلو تو عاشق کبھی جنگلوں میں مارا مارا پھرتا کرتا ہے اسی طرح حاجی کبھی منیٰ میں جاتے ہیں کبھی مزدلفہ میں، کبھی صفا پر چڑھتے ہیں کبھی مروہ پر۔ کبھی آہستہ چلتے ہیں کبھی

دوڑ کر۔ کبھی عاشق کو اپنے گھر سے نکال بھی دیا کرتے ہیں یا تو عتاب (اور ناراضگی) کی وجہ سے یا کسی حکمت کی وجہ سے، محبوب اگر حکیم ہو تو تجدید نشاط کے لئے کبھی عاشق کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے کیونکہ ہر وقت ایک جگہ میں رہنے سے شوق کم ہو جاتا اور ولولہ عشق فرو ہو جاتا ہے۔ اہل مکہ میں جو حکماء ہیں وہ تجدید نشاط کے لئے مکہ والوں کو باہر جانے کی ترغیب دیا کرتے ہیں تا کہ سفر میں کعبہ سے غیبت ہو تو پھر شوق تازہ ہو اور ولولہ پیدا ہو۔ اسی طرح حاجی کو ایک دن حد حرم سے باہر جانے کا حکم ہوتا ہے یہ وقوف عرفہ ہے۔

رمی جمار کی یہ حکمت ہے کہ عاشق رقیب کے ڈھیلے پتھر مارا کرتا ہے حاجی بھی شیطان کے جلانے کو خاص موقع پر پتھر مارتے ہیں گو شیطان رقیب نہیں کیونکہ حق تعالیٰ سے اس کو محبت نہیں مگر عشاق کے لئے مانع تو ہے۔ دشمن تو ہے۔

پھر جس طرح کہ عاشق محبوب کے سامنے نذر پیش کرتا ہے اسی طرح حجاج خدا کے نام پر قربانی کرتے ہیں جو ان کی جان کا فدیہ ہے، عشق کا مقتضا تو یہ تھا کہ اپنی جان کو نذر میں پیش کرتے مگر حق تعالیٰ عاشق نواز ہیں اس لئے جان کے عوض میں ان کے محبوب جانوروں کی جان کو قبول فرما لیتے ہیں اس کے بعد پھر دوبارہ مشاہدہ بیت اللہ کے لئے بلاتے اور طواف زیارت میں اظہار محبت کی اجازت دیتے ہیں۔ غرض اول سے اخیر تک سب افعال عاشقانہ ہیں۔ (تحصیل المرام ص ۳۱۱)

منیٰ کی حاضری اور وقوف عرفہ

اس کے بعد پھر آٹھویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر منیٰ میں آیئے، اس دن کو یوم الترویۃ کہتے ہیں، یہاں ظہر وعصر، مغرب وعشاء اور فجر کی نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھئے۔

اس کے بعد منی سے یوم عرفہ یعنی نویں تاریخ کو عرفات میں آیئے، عرفات ایک

میدان ہے، مزدلفہ اسی کے متّصل ہے ایک بالشت اُدھر تک تو کچھ نہیں جہاں ایک بالشت ادھر قدم رکھا بس اسی وقت سے حاجی کہلانے لگے۔ (حدیث پاک میں ہے) **الحج عرفة** یعنی وقوف عرفہ ہی حج ہے، اس معنی کر کہ یہ سارے فرائض میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور فرائض کا تو بدل بھی ہے مگر وقوف عرفہ کا کوئی بدل نہیں، جس سے یہ چھوٹ گیا اس کا حج ہی نہیں ہوا۔ اور اس کے سوا کوئی تدارک نہیں کہ آئندہ سال قضا کرے، اللہ اکبر! حیرت ہے یہ ایک قدم ایسا ہے جس کے لئے لاکھوں جانیں لاکھوں راحتیں لاکھوں روپئے لاکھوں قدم فدا کرے۔ یہ ہے وہ قدم۔

اب عرفات پہنچ کر خوش ہیں بس یہاں شام تک رہو، ایک روز مرّہ کا کام تھا نماز اس کی یوں کایا پلٹ دی کہ پہلے تو وقت پر پڑھا کرتے تھے آج ظہر ہی کے وقت عصر کی بھی نماز پڑھ لو، حضرت ابھی تو وقت نہیں آیا ہے؟ کہاں کا وقت اور کیسا وقت؟ آج عصر کا وقت یہی ہے وجہ؟ وجہ یہی کہ ہمارا حکم ہے حیرت میں ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

(روح الحج والثج ص ۴۰۵)

مزدلفہ کی روانگی

اب دن چھپا مغرب کی نماز کے لئے تیار ہوئے خبردار! (مغرب کی نماز) یہاں مت پڑھنا یہاں پڑھو گے تو ہوگی نہیں، آج مغرب وعشا کا وقت ساتھ ساتھ آئے گا۔ یہ کیا قصہ ہے عقل حیران ہے کہ عصر کی نماز کو ظہر کے ساتھ کر دیا اور مغرب کو عشاء کے ساتھ، خیر جب غروب ہوگیا تو مزدلفہ آیئے یہاں عشاء ومغرب کی نماز ساتھ ساتھ پڑھئے، پہلے مغرب پڑھئے، پھر عشاء۔ اگر اس کے برعکس کر دیا تو عشاء پھر سے پڑھیئے حالانکہ اور دنوں میں غیر صاحب ترتیب کو جائز تھا (کہ اگر مغرب کی نماز قضا ہوگئی ہو تو) وہ عشاء پہلے پڑھ لے اور پھر مغرب مگر یہاں جائز نہیں کیونکہ آج مغرب ادا ہے گو وقت نکلنے سے قضا معلوم ہوتی ہے۔

منیٰ واپسی

اس کے بعد اب (دسویں تاریخ کی) صبح ہوئی، فجر کی نماز اوّل وقت پڑھیے اور آفتاب نکلنے سے پہلے جب روشنی ہو جائے تو مزدلفہ سے چل کر منیٰ میں آئیے۔ یہ دسویں تاریخ کا دن ہے یہاں کیا کیجئے۔ کہ سب سے پہلے جمار ثلث پر سات سات کنکریاں مارو، اور اسکے بعد قربانی کرو، پھر سر منڈاؤ اس کا حد عقل سے آگے ہونا ابھی بیان کر چکا ہوں، یہاں تین دن ٹھہرو، تیرہویں کو اختیار ہے کہ ٹھہرو یا جاؤ۔

طواف زیارت

آگے پھر طواف زیارت کرو پھر جو جی چاہے کرو، لیجئے حج ختم ہو گیا، اب بتائیے اس میں کون سی بات عقل کے موافق ہے۔ لوگ خلاف عقل ہونے سے ان افعال کو بے وقعت ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہی خلاف عقل ہونا وقعت کو بڑھاتا ہے۔

(روح الحج والثج ص ۴۰۶)

اس پہلو سے حج کے جملہ عاشقانہ ارکان بھی عقل کے مطابق ہیں

نفس حج کا مشروع ہونا تو عقلی مسئلہ ہے خود عقل اس کا تقاضا کر رہی ہے آگے افعال عاشقانہ ہیں ان کا عقلی ہونا ضروری نہیں۔ اور اگر اس بنا کا لحاظ کیا جاوے جس کی وجہ سے عقل مشروعیتِ حج کا تقاضا کر رہی ہے تو یہ افعال بھی عقلی اور سراسر عقل کے مطابق ہیں۔ کیونکہ حج کی مشروعیت کا مبنیٰ تو یہی ہے کہ کسی چیز کے ساتھ جس کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہے ایسے افعال کئے جائیں جن سے تعلق بالغائب مستحکم و دائم ہو۔ اور حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو۔ اور یہ بنا تمام افعال حج میں موجود ہے۔ کیونکہ وہ سب عاشقانہ افعال ہیں تو اب وہ عقلی ہو گئے۔

حج کے جملہ افعال عقلی نقطۂ نظر سے

غور وفکر اور جستجو سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اصل میں طبیعت جس شئی سے مغلوب ہوتی ہے وہ صرف ایک شئی ہے جس کا نام محبت ہے، محبت ہی وہ شئی ہے جس سے طبیعت مغلوب ہوجاتی ہے۔ (اور طبیعت کا مغلوب کرنا اور حق تعالیٰ کی محبت کا غالب ہونا شرعاً مطلوب ہے، کمال ایمان اور انسان کی ترقی کا ذریعہ ہے وَالَّذِيْنَ آمَنُوا اَشَدُّ حُباً لله (ترجمہ) اور جو مومن ہیں ان کو اللہ تعالی کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔ الغرض حق تعالیٰ کی محبت مقصود اور مطلوب ہے) اور محبت کا ظہور اور اس کا بقا ظاہری اسباب سے ہوتا ہے، اور اس کے ظاہری اسباب یہ ہیں کہ محبوب کے ساتھ کچھ تلبّس (وتعلّق) ہو مثلاً محبوب کو دیکھ لیا، یا اس کی آواز کان میں آگئی یا اگر خوش قسمتی سے ہاتھ ملا لیا تو محبت کرنے والا قربان ہی ہو جائے گا۔ اور اگر کبھی معانقہ نصیب ہو گیا تو یوں سمجھو کہ سب کچھ مل گیا، اور اگر ان اسباب میں سے کوئی شئی بھی نہ ہو تو محبت ضعیف ہو کر یا تو جلدی زائل ہو جائے گی یا محبّ کو فنا کر ڈالے گی۔

پس جب محبت کا یہ خاصہ معلوم ہو گیا تو سمجھنا چاہیے کہ یہاں محبوب ہیں اللہ تعالیٰ اور وہ بالکل نظروں سے غائب ہیں نہ ان کو دیکھ سکتے ہیں نہ کوئی آواز ان کی سنائی دیتی ہے، اور ہاتھ ملانا اور معانقہ کرنا تو کیسے ہو سکتا ہے پس اگر اس محبت کے باقی رکھنے کا کوئی ظاہری سبب دنیا میں نہ بنایا جاتا تو محبین یا تو ہجر میں فنا ہو جاتے یا محبت ان کی رخصت ہو جاتی۔ اسلئے حق تعالیٰ نے اپنے بے نہایت رحم سے دنیا میں ایک گھر بنایا اور اس کو اپنی طرف منسوب فرما کر اس کا نام بیت اللہ رکھا، اور اپنی صفات کی اس پر ایک خاص تجلی رکھی اور اس میں ایک پتھر حجر اسود رکھا گیا ، جس کا نام یمین اللہ رکھا گیا، اور اس کی زیارت مستطعین (مالداروں) پر فرض کر دی کہ اپنی جان اور مال لے کر محبوب کے گھر تک جاؤ اس لئے کہ حقیقی محبوب (اللہ رب العالمین) کو اس

عالم میں دیکھ نہیں سکتے اس کے تخت یعنی تجلّی گاہ سے ہی اپنی محبت کا اظہار کرو، اور اپنے جوش محبت کو نکالو، اس کے گرد پھرو، اس سے معانقہ کرو، اس سے مصافحہ کرو، یعنی حجر اسود کو تقبیل یا مس کرو (یعنی اسکو چوموا اور چھوؤ) اور عاشقوں کی سی صورت بناؤ اور جیسے عاشقوں کی چال اور افعال میں وقار اور متانت نہیں رہتا ایسے ہی تم بیت اللہ شریف کے گرد شانے ہلاتے ہوئے دوڑو۔ اگر کوئی ان افعال سے مانع ہو اور ملامت کرے تو اس کو پتھروں سے مارو، یعنی رمی جمار کرو، اور چھوٹی چھوٹی کنکریاں اس لئے تجویز کی گئی ہیں کہ بڑے بڑے پتھر اگر ہوتے تو ان سے کسی آنے جانے والے کے چوٹ لگ جاتی، اور یہ مارنا مقصود ہے شیطان کو اور اس کو درحقیقت مارنے والی شئی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور یہ کنکریاں اس کی ظاہری علامت ہیں۔

اب سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ حج کے افعال سب عقل کے خلاف ہی ہونا چاہیے چنانچہ صورت بھی مجنونوں کی سی ہو جاتی ہے سر ننگا، بال بڑھے ہوئے جوئیں چلتی ہوئی نہ سر کا ہوش نہ بدن کی خبر اور مناسب تو یہ تھا کہ وہاں اس حالت سے جا کر اپنی جان دے ڈالتے لیکن یہ محبوب کی طرف سے رحمت ہے کہ انہوں نے بجائے تمہاری جان کے ایسی شئی کی جان کو قبول کر لیا کہ جو ان کی جنس قریب میں شریک ہے یعنی بکرا، یا گائے یا اونٹ کی قربانی کا حکم دیا۔

فلاسفر قربانی پر اعتراض کرتے ہیں کہ مال ضائع کرنے سے کیا فائدہ ہے اس لئے کہ اس کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا لیکن یہاں تو عقل کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اس کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ تو ایک طرف کھڑی رہ تیرا یہاں کام نہیں ہے یہاں تو طبیعت کو بلایا گیا ہے۔ پس فلاسفہ کو بکنے دو، یہ کیا جانیں کہ اس میں کیا لطف ہے۔ غرض یہ موقع جان دینے کا تھا لیکن یہ رحمت ہے کہ بجائے تمہاری جان کے محبوب نے جانوروں کی جان قبول فرمائی۔

اور دیکھئے کہ محبوب کے مکان کی عظمت عاشق کے دل میں بے حد ہوتی ہے یہاں اسکی عظمت کو اس طرح ظاہر کیا گیا ہے کہ وہاں کے جانور کا شکار نہ کرو، اور وہاں کی گھاس نہ

کاٹو، فلسفیانہ نظر سے تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا لیکن عاشق سے پوچھو کہ اس کو محبوب کی در و دیوار دیکھ کر کیا حالت ہوتی ہے۔ وہ عاشق ہی کیا جس نے محبوب کے مکان کی قدر نہ کی اور وہاں کے گل تو علحدہ وہاں کے خار (کانٹوں) کو بھی نظر محبوبیت سے نہ دیکھا، اور وہاں کے جانوروں کا شکار تو بہت بڑی خیانت ہے۔

اس تقریر سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ حج کے تمام افعال میں محبت کا ظہور ہے۔ اسی واسطے اس کے تمام افعال عقلی سطح کے خلاف نظر آتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محبوب حقیقی (رب العالمین) کی محبت بڑھنے کا یہ ظاہری سبب ہے۔ اور جب محبت بڑھے گی تو یہ شخص محبّ ہوگا اور رفتہ رفتہ محبوب بن جاتا ہے۔ (التہذیب ص ۳۴۷)

حج کے جملہ ارکان خلاف عقل ہونے کی حکمت

ہماری شریعت میں بہت سے احکام کا خلاف عقل ہونا اسکے حق ہونے کی دلیل ہے

میرے بھائی سے ایک آریہ نے کہا تھا کہ ہمارے مذہب میں یہ خوبی ہے کہ اس کی ہر تعلیم عقل کے موافق ہے اور تمہارے یہاں یہ بات نہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا مذہب صحیح ہے۔ بھائی نے کہا یہی دلیل ہے اس کی کہ ہمارا مذہب سماوی ہے (آسمان سے منجانب اللہ نازل ہوا ہے) اور تمہارا مذہب ارضی (یعنی اسی زمین میں خود ساختہ ہے) دیکھو بہت سی باتیں اپنے خانگی انتظام کے متعلق ایسی ہوتی ہیں کہ ہم تم تو سمجھتے ہیں مگر ہمارے نوکر نہیں سمجھتے اس واسطے کہ ہماری عقل انکی عقل سے بالاتر ہے، اسی طرح خدائی احکام کی یہی علامت ہے کہ کہیں ہماری سمجھ میں آئیں اور کہیں سمجھ میں نہ آئیں اور جب تمہاری سب مذہبی تعلیمات عقل کے موافق ہیں تو معلوم ہوا تم ہی جیسوں نے اس کو اپنی عقل و ذہانت سے گڑھ

لیا ہے آسانی نہیں ہے۔

حج میں سب سے پہلے عقل کو دور کر دیا گیا ہے پہلے ہماری سواری عقل پر تھی مگر یہ رہبری کہاں تک کرسکتی تھی، آخر ایک حد پر پہنچ کر اس سواری کو چھوڑ دیا، عقل کی مثال بالکل گھوڑے کی سی ہے کہ ایک پہاڑ ہے بالکل سیدھا چلا گیا ہے نہ ڈھلوان کہ سواری پر جاسکیں نہ کہیں پاؤں رکھنے کی جگہ ہے تو گھوڑے پر وہیں تک جاسکتے ہیں جہاں تک میدان ہے آگے جہاں سے پہاڑ شروع ہوتا ہے وہاں گھوڑا نہیں جاسکتا۔اب کاہے کی ضرورت ہے؟ یا تو غبّارہ کام دے سکتا ہے یا کمند کام دے سکتی ہے پس آپ کی عقل مَرْکَبْ (یعنی سواری) ہے جہاں پہاڑ آیا رک گئی تو احکام حج پہاڑ کے مشابہ ہیں عقل بیچاری ان میں کہاں عبور کرسکتی ہے۔

(روح الحج والثج ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۹۶)

حج ایک مجاہدہ ہے جس سے طبیعت مسخر اور تابع ہو جاتی ہے

طبیعت اور عقل کی مثال ریل کی سی ہے کہ انجن میں جو کلیں ہیں ان کے ذریعہ سے پہیے کو گھما کر بھی چلا سکتے ہیں لیکن سخت تکلیف ہوگی اور کچھ دور تک جا کر یقیناً رک جائے گی اور زیادہ مسافت قطع نہ کر سکے گی یہ مثال تو عقل کی ہے کہ عقل کے ذریعہ سے گو بدن سے کام لے سکتے ہیں لیکن بہت کم اور بڑی مشقت سے اور اگر اس میں آگ اور پانی بھی ہو اور اس کے بعد کلوں کو گھمایا جائے تو پھر اس سے بے تکلف ہزاروں میل قطع کر سکتے ہیں یہ مثال طبیعت کی ہے کہ اگر طبیعت رنگین (اور مانوس) ہو جائے تو اس سے بڑے بڑے کام بے تکلف لے سکتے ہیں۔پس ایسے مجاہدوں کی بھی ضرورت واقع ہوئی کہ جن سے طبیعت مسخر ہو۔ان میں سے ایک بہت بڑی شئی حج بھی ہے اور اس میں یہ رنگ ہونا اس آیت سے سمجھ میں آیا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ کہ اللہ کے واسطے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج ہے۔اس آیت میں جو لفظ حِجَّ

اَلْبَیْتِ واقع ہوا ہے اس اضافت سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن شریف کا ایک ایک حرف ایک علم کا دریا ہے دیکھو اس اضافت سے کتنا بڑا علم مستنبط ہوتا ہے۔

(وعظ التہذیب ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۴۰)

اور طبیعت جس شئی سے مغلوب ہوتی ہے وہ صرف ایک شئی ہے جس کا نام محبت ہے محبت ہی وہ شئی ہے جس سے طبیعت مغلوب ہو جاتی ہے اور اس کے سامنے بیکار ہو جاتی ہے طبیعت کی کیفیت یہ تھی کہ وہ وہم کو مسخر کرنے والی تھی لیکن محبت کے سامنے سب اوہام جاتے رہتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی کسی عورت پر عاشق ہو جاتا ہے تو ذلّت اور خواری جو کہ طبیعت کے خلاف تھی سب گوارہ کرتا ہے۔ واقعی طبیعت کو دبانے (اور مغلوب) کرنے کے لئے ایسی ہی سخت شئی (یعنی محبت) کی ضرورت تھی۔ (التہذیب ابراہیم ۳۴۴)

خانہ کعبہ کی ضرورت وافادیت

غرض اس کی ضرورت عقلی تھی کہ کوئی چیز ایسی بنائی جائے جس کے ساتھ اظہار محبت کا معاملہ کیا جائے تاکہ انسان کو اس واسطہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو۔ اور جس کو پہلے سے محبت ہو اس کی محبت قوی و دائم ہو۔ کیونکہ غائب کے ساتھ توجہ اور محبت بلا واسطہ قائم نہیں رہتی چنانچہ وہ چیز بیت اللہ ہے جس کے ساتھ محبت کا برتاؤ ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت و اضافت ہے اور اس میں انوار و برکات بھی ہیں اس لئے بیت اللہ کے ساتھ اس برتاؤ سے خدا کے ساتھ تعلق و محبت پیدا ہوتا اور قوی و مستحکم ہو جاتا ہے۔

(تحصیل المراد ص ۲۰۸)

افعال حج عشق خداوندی کی علامت بھی ہیں اور عشق خداوندی پیدا ہونے کا ذریعہ بھی

یہ معاملات (یعنی حج کے جملہ افعال) جس طرح محبت سے ناشی (پیدا) ہوتے ہیں اسی طرح یہ منشاء بھی ہو جاتے ہیں (یعنی ان افعال ہی سے اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے) محبت کے کسی لباس کو روزانہ بہ تکلف آنکھوں سے ملا کر دیکھو چند روز میں محبت کا ولولہ پیدا ہوا جائے گا۔ کسی کے گھر پر روزانہ ایک دو گھنٹہ بیٹھ کر چلے آیا کرو چند روز میں اس گھر سے اور اس کے مالک سے محبت ہو جائے گی، یہ نری باتیں نہیں ہیں تجربہ کر کے دیکھ لو، اسی طرح طواف بیت اللہ بعض (حاجی) تو محبت کے بعد کرتے ہیں، اور بعضوں کو طواف کے بعد حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض حج سے محبت کا بڑھنا ایک ایسا امر ہے کہ ہر مسلمان اس کو سمجھ سکتا ہے۔

(سنت ابراہیم ص ۳۴۷ ص ۳۰۸)

جو حج نہ کر سکے کیا وہ ناقص رہے گا

ایک شبہ رہ گیا وہ یہ کہ جس کو حج کی استطاعت نہ ہو تو کیا وہ ناقص رہے گا اسلئے کہ اس کی طبیعت مسخر نہ ہوگی؟ اس کا جواب ایک تو یہ کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ نماز روزہ میں بھی تقیدات (یعنی خاص پابندیاں) ہیں اس لئے ان سے طبیعت مسخر ہو جائے گی لیکن فرق اس قدر ہے کہ حج سے تسخیر کامل ہوتی ہے اور نماز روزہ سے اس قدر نہیں ہوتی گو رفتہ رفتہ بتدریج کمال حاصل ہو جائے لیکن حج سے دفعتاً (یکبارگی) ہو جاتی ہے، اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی لکڑی کو آہستہ آہستہ کاٹو تو مدت کے بعد وہ کٹ جائے گی اور ایک صورت یہ بھی

ہے کہ دفعتاً کٹ جائے۔پس نماز روزہ سے تو بتدریج طبیعت پر اثر ہوگا اور حج سے فوراً رنگ بدل جائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ گو حج نہ کرے لیکن نیت بلکہ شوق تو ہر مؤمن کو حج کا ہوتا ہے اور حدیث شریف کا مفہوم ہے نِيَةُ الْـمُـؤمِنُ خَيْرٌمِنْ عَمَلِهِ . (یعنی مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) پس وہ بھی حج کرنے والے ہی کے مثل ہوگا اور حج کے شوق اور دوسری عبادت کے شوق میں بھی فرق ہے اس کا شوق سب سے بڑھ کر ہے چنانچہ دیکھ لو کہ ساری دنیا کے مسلمان حج کے شوق میں مٹے ہوئے ہیں۔اگر ذرا تذکرہ آجاتا ہے تو ہر مسلمان تمنّا ظاہر کرتا ہے اور دعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو حج نصیب فرمائے یہ تو ان کا حال ہے جن کو حج نصیب نہیں ہوا اور جو حج سے مشرف ہو چکے ہیں ان کا ایک مرتبہ بلکہ دس مرتبہ سے بھی جی نہیں بھرتا جتنی مرتبہ بھی جاؤ گے جی نہ بھرے گا پھر دل چاہے گا کہ جائیں۔پس ایسا شوق بھی اصل کا نائب ہوجاتا ہے۔ (التہذیب ص۳۵۰)

باب ۲

مقامات حج اور مقامات مقدسہ

مکہ مکرمہ کی فضیلت واہمیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے وقت مکہ معظّمہ کو خطاب کر کے فرمایا کیسا ستھرا شہر ہے اور میرا کیسا کچھ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے جدا نہ کرتی تو میں اور جگہ جا کر نہ رہتا۔ (مشکوٰۃ)

اور جب ہر مؤمن کو حضور اقدس ﷺ سے محبت ہے تو آپ کے محبوب شہر یعنی مکہ معظّمہ سے بھی ضرور محبت ہوگی۔ مکہ سے محبت دو پیغمبروں کی دعاء کا اثر ہوا۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اور رسول اکرم ﷺ کی دعاء) (حیٰوۃ المسلمین ص ۱۲۱)

حج مکہ اور خانہ کعبہ ہی میں کیوں ہوتا ہے

" اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکاً وَّهُدیً لِلْعٰلَمِیْن "

(آل عمران پ ۴)

(ترجمہ وتفسیر) یقیناً وہ مکان جو سب مکاناتِ عبادت سے پہلے لوگوں کی عبادت گاہ بننے کے واسطے منجانب اللہ مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ شہر مکہ میں ہے یعنی خانہ کعبہ جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے۔

یعنی اس میں دینی نفع یعنی ثواب ہے، اور عبادت خاص یعنی نماز کا رخ بتلانے میں دنیا بھر کے لوگوں کا رہنما ہے" مطلب یہ کہ وہاں حج ہوتا ہے، اور مثلاً نماز کا ثواب بروئے تصریح حدیث وہاں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور جو وہاں نہیں ہیں ان کو اس مکان کے ذریعہ نماز کا رخ معلوم ہوتا ہے یہ رہنمائی ہوئی۔

(بیان القرآن سورہ آل عمران ص۴۲ ج ۲)

فائدہ :- حج کے لئے ایسے مقام میں جمع ہونا لازم ہوا جہاں خدا تعالیٰ کے نشانات اور آیات بیّنات (یعنی کھلی نشانیاں) موجود ہوں کہ وہ مکہ میں بیت اللہ ہے، جو سب جگہوں سے زیادہ حج کے قابل ہے، اس میں حق تعالیٰ کی کھلی نشانیاں موجود ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہ جن کی نیکی اور خوبی (اور حق پرست اور اللہ کے محبوب ومقبول بندہ ہونے) کی شہادت اکثر امتوں کی زبان سے ظاہر ہے، خدا کے حکم اور وحی سے اس کی بنیاد قائم کی۔

وہ مقام مبداء اسلام تھا (یعنی مذہب اسلام کی شروعات وہیں سے ہوئی اور وہیں اسکی بنیادیں قائم ہوئیں) اس میں ایسے لوگوں کی یادگار تھی جن کی محنت اور کوشش سے سخت سے سخت بت پرستی کا دنیا سے خاتمہ ہوا۔ اور خالص توحید الٰہی قائم ہوئی۔

(المصالح العقلیہ ص ۱۱۷)

چند ضروری اصطلاحات

حرم وحدود اور اس کا حکم

یوں تو پورا مکہ حرم ہے البتہ عرف میں خاص مسجد بیت اللہ کو (یعنی خانہ کعبہ کو حرم کہتے ہیں) [۱] مزدلفہ حرم میں ہے اور عرفات حرم سے باہر ہے۔

(روح الحج والحج ملحقہ سنت ابرہیم ص ۳۷۴)

---

(۱) مکہ مکرمہ کے گرد چاروں طرف حد بندی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ مواقع دکھائے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان مواقع پر نشان لگائے تھے، پھر حضرت سرور عالم ﷺ نے ان علامات کو از سر نو بنوایا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان علامات کی تجدید کی۔ اور یہ حد جدّہ کی طرف سے دس میل ہے۔ یعنی جدّہ کے راستہ میں مکہ معظّمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام حدیبیہ کے پاس تھوڑا مکہ ہی کی طرف دوستون علاماتِ حد حرم کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ اور کسی طرف تین میل اور کسی طرف سات اور نو میل ہے اس حد کے اندر کی زمین کو حرم کہتے ہیں، اس حد کے اندر شکار مارنا اور ہری گھاس، لکڑی توڑنا حرام ہے۔

(زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ص ۲۷)

مکہ معظّمہ سے تقریباً ۲۳ کلومیٹر پہلے جو پولیس کی چوکی آتی ہے یہاں سڑک کے اوپر بورڈ پر انگریزی میں بڑا بڑا لکھا ہے "صرف مسلمانوں کے لئے" یہیں سے مکہ معظّمہ کی حدود شروع ہو جاتی ہیں اس جگہ سے آگے غیر مسلموں کا داخلہ بند ہے۔

(سفر سعادت ص ۱۹)

مسئلہ :- جزیرہ عرب کے اندر جس میں حرم بھی آ گیا کفار کو وطن بنانے کی اجازت نہیں اور اگر بزور (یعنی زبردستی) رہنا چاہیں تو غیر حرم میں تو قتال کر کے دفع کر دینا جائز ہے، اور حد حرم کے اندر اولاً قتال نہ کریں گے بلکہ ان کو دوسری طرح تنگ کریں گے جس میں وہ خود چھوڑ دیں، اور اگر کسی طرح نہ چھوڑیں اور دفع کرنے سے قتال پر آمادہ ہوں تو اس وقت قتال جائز ہے اور یہی حکم ہے اس شخص کا جو کوئی قتل وغیرہ جرم کا مرتکب ہو کر حرم کے اندر گھسے اس کو تنگ کر کے باہر نکال کر قصاص وغیرہ لیں گے۔ (بیان القرآن ص ۱۱۰ ج ۱)

فائدہ: سب کا اتفاق ہے کہ اس باب میں کفار اہل کتاب (یہودی عیسائی) کا حکم مشرکین کے مثل ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ میں حکمت بتلا دی کہ ایسے مقدس مقام میں ایسے ناپاک دل والوں کا کیا کام۔ اور مسجد حرام سے تمام حرم مراد ہونا درمنثور میں حضرت عطا سے مروی ہے اور حدیثوں سے تمام جزیرہ عرب کا یہی حکم ثابت ہے مشرکین کے لئے بھی اور یہود و نصاریٰ کے لئے بھی، یہ روایتیں درمنثور میں نقل کی ہیں۔ حدود حرم سے باہر میقات تک کی زمین کو حل کہتے ہیں اس جگہ وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم میں ممنوع ہیں۔

(بیان القرآن سورہ توبہ ص ۱۰۵)

حرم پاک کے حدود مقرر کرنے کی حکمت و مصلحت

مکہ کے لئے حرم مقرر کرنے میں یہ راز ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک خاص طرز کی تعظیم ہوتی ہے چنانچہ کسی دین کی یہ تعظیم ہے کہ اس میں کسی چیز سے تعرّض نہ کیا جائے۔ اور دراصل یہ تعظیم بادشاہوں کی حد اور ان کی شہر پناہوں سے ماخوذ ہے، جب کوئی قوم ان کی فرمانبردار ہوتی ہے، اور ان کی اطاعت و تعظیم کرتی ہے تو ان کے مطیع ہونے میں یہ بات

ضروری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر اس بات کو مقرر کرلیتی ہے کہ ان کے حدود کے اندر جو درخت وچار پائے (جانور) وغیرہ ہیں ان سے ہم کچھ تعرّض نہ کریں گے (یعنی ان کو چھیڑیں گے نہیں)

حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمیً وحِمیَ اللہ مَحَارِ مُہٗ (بخاری ومسلم)
یعنی ہر بادشاہ کے لئے باڑ ہوتی ہے حق تعالیٰ کی باڑ اسکے محارم ہیں۔

حرم کے جانوروں کا نہ کھانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جو باوجودیکہ گوشت کھایا کرتا ہو اپنے محبوب کے کوچہ کے جانوروں کو کچھ نہ کہے (المصالح العقلیہ ص ۱۸۵)

البتہ موذی جانور (سانپ بچھو بھیڑیئے وغیرہ) عاشقان الٰہی کو تکلیف پہنچانے والے اور کوچہ محبوب سے مانع ہوتے ہیں لہٰذا اگر ان جانوروں کو حرم میں مار ڈالے تو اس پر ان کے بدلہ میں کوئی تاوان دینا لازم نہیں ہوتا بلکہ کار ثواب ہے۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۹۰)

میقات کی حقیقت

میقات کی اصل یہ ہے کہ مکہ میں (حاجی کو) ایسی حالت میں آنا چاہیے کہ نفس ذلّت کی حالت میں ہو (سر کھلا ہو، لباس سے بندگی وغلامی ٹپکتی ہو) شارع علیہ السلام کو یہی مطلوب ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ مکہ سے پہلے احرام باندھیں پھر اگر اس بات کا حکم دیا جاتا کہ اپنے اپنے شہروں سے احرام باندھ کر آیا کریں تو ظاہر ہے کہ اس میں کسی قدر ذلّت تھی کیونکہ بعض شہر مکہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر واقع ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ دور ہیں، لہٰذا ضروری ہوا کہ احرام باندھنے کے لئے مکہ کے گرد چند مقامات تجویز کردیئے جائیں کہ ان مقامات کے بعد تاخیر نہ کرسکیں۔ اور ضروری ہے کہ وہ مقامات ظاہر اور مشہور ہوں اور کوئی شخص ان مقامات سے ناواقف نہ ہو (اسی کا نام میقات ہے) اور یہ مشہور ہیں مثلاً ہندوستان پاکستان والوں کے لئے یلملم پہاڑ (میقات ہے) (المصالح العقلیہ ص ۱۸۰)

بیت اللہ شریف کی حقیقت واہمیت

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّ هُدًى لِّلْعَالَمِيْن (آل عمران)
یقیناً وہ مکان جو مکانات عبادات میں سب سے پہلے لوگوں کی عبادت گاہ بننے کے واسطے منجانب اللہ مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو شہر مکہ میں ہے یعنی خانہ کعبہ جسکی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے۔

کوئی مؤمن ایسا نہیں جس کا دل کعبہ کی محبت میں پھنسا ہوا نہ ہو۔(یعنی ہر مؤمن کے دل میں غیر اختیاری طور پر خانہ کعبہ کی عظمت ومحبت اور کشش ہوتی ہے)

بیت اللہ شریف (یعنی خانہ کعبہ) اس خاص بیت کا نام اسی وقت تک ہے جب کہ وہ اس خاص مکان اور اس جوّ خاص (یعنی وہاں کی خاص فضا) کے ساتھ مقید ہے چنانچہ اگر اس کے پتھر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیں تو وہ بیت اللہ نہیں ہے۔

لوگ سمجھتے ہوں گے کہ خانہ کعبہ ایک کوٹھا ہے (مخصوص عمارت کا نام ہے) جب اس کو منہدم کر دیا جائے تو بس (خانہ کعبہ ختم اور) حج بھی ختم یہ نہیں خانہ کعبہ اس زمین کا بھی نام نہیں ہے (جس پر کعبہ کی عمارت قائم ہے چنانچہ اگر تحت الثریٰ (ساتویں زمین) تک کی مٹی اٹھا کر دوسری جگہ پھینک دی جائے تب بھی بیت اللہ موجود ہے۔

درحقیقت بیت اللہ اس بُعد مجرّد (یعنی اس دوسری) کا نام ہے جو تحت الثریٰ سے عنان السماء (یعنی ساتویں زمین سے آسمان) تک ہے نہ کوٹھا نہ عمارت بیت اللہ ہے اور نہ زمین چنانچہ اگر کوئی بیت اللہ کے اوپر کسی ایسے مکان کے اوپر نماز پڑھے جو بیت اللہ سے بلند ہے تو نماز ہو جاتی ہے یہاں سے یہ بھی سمجھنا چاہیے شعائر اسلام کی بنیاد کس قدر قوی ہے کہ ان کا مدار کسی ضعیف اور بے اصل شئی پر نہیں۔(التھذیب ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۵۱)

فائدۃ:- خانہ کعبہ کو اہل اسلام بیت اللہ کہتے ہیں۔ (المصالح العقلیۃ ص ۱۷۸)

مسجد حرام یعنی مسجد کعبہ (بیت اللہ شریف) اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس۔

(بیان القرآن پ۱۵ نبی اسرائیل)

کیا مسلمان کعبہ و حجر اسود کو معبود بناتے ہیں

اور یہاں سے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا جو بعض غیر قوموں نے کیا ہے کہ مسلمان بت پرستی کرتے ہیں یعنی کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ جواب کی تقریر یہ ہے کہ اول تو ہم خانہ کعبہ کو مسجود نہیں سمجھتے (یعنی خانہ کعبہ کے لئے سجدہ نہیں کرتے بلکہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں) دوسرے یہ کہ خانہ کعبہ ان پتھروں کا نام نہیں جیسا کہ ابھی واضح ہو گیا۔ بت پرستی میں تو اگر اس بت کو اٹھا کر پھینک دیا جائے تو اس طرف کوئی سجدہ نہ کرے گا۔

(التہذیب ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۵۱)

خانہ کعبہ کی خاصیت و جاذبیت اور بیت اللہ کی طرف قدرتی کشش

بیت اللہ شریف (یعنی خانہ کعبہ) کے کونہ میں ایک پتھر جنت کا نصب کیا گیا ہے جس کا لقب یمین اللہ رکھا گیا ...... بیت اللہ میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ دل کشش کرتا ہے، (یعنی اپنی طرف کھینچتا ہے) کوئی مؤمن ایسا نہیں جس کے دل میں کعبہ کی کشش نہ ہو، ملاحدہ یورپ بھی اس کشش کا انکار نہ کر سکے، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل بھی کعبہ کی طرف کھنچتے ہوں گے چنانچہ ایک انگریز محقق نے لکھا ہے کہ جس طرح مقناطیس میں لوہے (کو کھینچنے) کی خاصیت ہے اسی طرح حجر اسود میں جذب قلوب کی خاصیت ہے۔ یہ لوگ برکت وغیرہ کے تو معتقد نہیں اسباب طبعیہ کے معتقد ہیں اس لئے اس بیچارہ نے اپنے مذاق

کے موافق حجر اسود کی کشش کو بھی اسباب طبعیہ میں داخل کر دیا۔ خیر کچھ ہی ہو اس کا اقرار تو ان کو بھی ہے کہ حجر اسود قلوب کو کشش کرتا ہے خواہ سبب کچھ ہی ہو۔

(واقعہ یہ ہے کہ) ہر شخص اپنے قلب میں بیت اللہ شریف کی طرف ایک کشش اور انجذاب محسوس کرتا ہے۔ اور جو وہاں گئے ہیں ان سے پوچھ لو کہ کیا حالت ہوتی ہے کہ خانہ کعبہ کو دیکھتے ہی دل بے قابو ہو جاتا ہے اور بالاضطرار آنسوؤں کا مینہ برسنے لگتا ہے اور یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ خانہ کعبہ پر ضرور کوئی جلوہ گر ہے ورنہ ایک تعمیر میں رُلانے کا اثر کیا معنیٰ۔

(التھذیب ملحقہ سنت ابراہیم ص ۳۱۴ و ۳۴۷)

واقعی بیت اللہ کے برابر کسی چیز کا دل پر اثر نہیں ہوتا ہے۔ بیت اللہ کو دیکھ کر گھڑوں پانی آنکھوں سے امنڈ آتا ہے۔ حاجی جب لبیک کہتے ہیں تو پتھر بھی موم ہو جاتا ہے۔ دل پر ایک چوٹ لگتی ہے۔ (تحصیل المرام ص ۳۴۱)

کیا مسلمان خانہ کعبہ کی عبادت اور اس کو سجدہ کرتے ہیں

مخالفین اسلام کو استقبال قبلہ (یعنی کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے اور طواف کرنے) پر بھی اعتراض ہے کہ مسلمان کعبہ کی پرستش کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کعبہ کی پرستش نہیں کرتے بلکہ خدا کی عبادت کرتے ہیں، اور صرف منھ قبلہ کی طرف کرتے ہیں اور اس کے لئے ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ ہم خود اس کی معبودیت کی نفی کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ کوئی عابد اپنے معبود کی معبودیت کی نفی نہیں کیا کرتا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کے دل میں کعبہ کا خیال بھی نہ آئے مگر کعبہ کی طرف منھ رہے تو نماز درست ہے، چنانچہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ مسجد میں آکر نماز شروع

کر دیتے ہیں اور کعبہ کا کچھ بھی خیال ان کو نہیں آتا، ان کی نماز درست ہے، اگر ہم کعبہ کی عبادت کرتے تو اس کی نیت کرنا شرط ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی وقت کعبہ نہ رہے جب بھی نماز فرض رہے گی اور اس طرف منھ کیا جائے گا جہاں کعبہ موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کعبہ کے اینٹ پتھروں کو نہیں پوجتے، ورنہ انہدام کعبہ (یعنی کعبہ کی عمارت گر جانے) کے بعد نماز موقوف ہو جاتی،

۴۔ چوتھے یہ کہ اگر کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہے۔ اگر کعبہ مسلمانوں کا معبود ہوتا تو اس کے اوپر چڑھ کر نماز صحیح نہ ہوتی، کیونکہ اب کعبہ اس کے سامنے نہیں ہے۔ دوسرے معبود کے اوپر چڑھنا گستاخی ہے، اس حالت میں کسی طرح نماز درست نہ ہونا چاہیے مگر فقہا نے تصریح کی ہے کہ کعبہ کی چھت پر بھی نماز صحیح ہے۔ تو کیا معبود کے اوپر چڑھا بھی کرتے ہیں؟ ہاں معترضین نے اپنے اوپر قیاس کیا ہوگا کہ وہ گائے بیل کو دیوتا و معبود بھی سمجھتے ہیں پھر ان کے اوپر سوار بھی ہوتے ہیں مگر اس کا خلاف عقل ہونا ظاہر ہے۔

الغرض ہماری نماز نہ کعبہ کے وجود پر موقوف ہے، نہ اس کی نیت ضروری ہے، نہ اس کی دیوارں کا ہونا ضروری ہے، بلکہ اس کی چھت پر بھی نماز ہو سکتی ہے اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ ہم اس کی عبادت نہیں کرتے۔ (محاسن الاسلام ص۳۰۶ ص۳۰۹)

مسلمان کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز کیوں پڑھتے ہیں

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ.

(ترجمہ و تفسیر) اور آپ جس جگہ سے بھی سفر میں باہر جاویں اور حضر میں بدرجہ اولیٰ اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام (کعبہ) کی طرف رکھئے۔ اور اسی طرح سب مسلمان بھی سن لیں کہ تم لوگ

جہاں کہیں موجود ہو اپنا چہرہ نماز میں اسی مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف رکھا کرو''

(بیان القرآن ص ۸۴ معارف القرآن ص ۳۸۸)

کعبہ کی روح اور حقیقت

حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کی یعنی حق تعالیٰ کی (تمام جگہوں اور اطراف میں) کس طرف توجہ زیادہ ہے، جس کی طرف ان کی توجہ زیادہ تھی اس کو نماز کی جہت مقرر فرما دیا، رہا یہ کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی توجہ کعبہ کی طرف زیادہ ہے سو (اوّل تو حق تعالیٰ کا حکم دینا کہ مسجد حرام یعنی کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو اس کی واضح دلیل ہے ورنہ) جن کی آنکھیں ہیں وہ جانتے ہیں واقعی کعبہ پر تجلیات الہیہ بہت زیادہ ہیں اور توجہ سے یہی مراد (اور مقصود ہے) اور وہی تجلیات کعبہ کی روح اور کعبہ کی حقیقت ہیں، یہی وجہ ہے کہ کعبہ ظاہری کی چھت پر بھی نماز ہو جاتی ہے، کیونکہ اس وقت گو کعبہ کی صورت سامنے نہیں مگر کعبہ کی حقیقت یعنی تجلّی الٰہی تو سامنے ہے، کعبہ تجلیات الٰہی کا مرکز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان دراصل تجلّی الٰہی کا استقبال کرتے ہیں کعبہ کی دیواروں کا استقبال نہیں کرتے، مگر چونکہ تجلی الٰہی کا احساس ہر شخص کو نہیں ہوتا، اس لئے حق تعالیٰ نے اس خاص بقعہ (خطّہ اور جگہ) کی حد مقرر فرما دی جس پر ان کی تجلّی دوسرے مکانوں سے زیادہ ہے، پس یہ عمارت محض اس تجلّی اعظم کی جگہ دریافت کرنے کے لیے ہے، ورنہ خود عمارت مقصود بالذات نہیں، چنانچہ کعبہ کی عمارت منہدم ہو جانے کے بعد نماز کا موقوف نہ ہونا، اور کعبہ کی چھت پر نماز کا درست ہونا اس کی دلیل ہے۔

فقہاء اسلام کے نزدیک کعبہ کی تعریف

فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے اسی لئے وہ فرماتے ہیں کہ قبلہ وہ ہَوا ہے جو کعبۃ کی محاذات میں (یعنی اس کے بالمقابل اوپر) آسمان تک اور اس سے نیچے زمین کے اسفل طبقات (سب سے نچلے طبقہ) تک ہے، لیکن چونکہ کعبۃ کی عمارت کو اور اس جگہ کو تجلّی الٰہی سے تلبّس (کامل تعلق) ہے اس تلبّس (وتعلق) کی وجہ سے اس میں بھی برکت آ گئی۔

(محاسن الاسلام ص ۳۱۲)

کعبہ کی طرف اتنی کشش اور اس میں ہر وقت تجلیات کا نزول کیوں ہوتا ہے؟

اس کا راز یہ ہے کہ مقبولیت کی بناء خلوص ہے، جس کام میں جتنا خلوص ہوتا ہے اتنا ہی مقبول ہوتا ہے، اور اس میں اتنی ہی برکات ہوتی ہیں، اور از خود لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف کشش ہو جاتی ہے، مولانا کہتے ہیں ۔

کعبہ را ہر دم تجلی میفزود

ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

کعبہ کے لئے ہر وقت تجلیات کی زیادتی ہوتی ہے، صرف اس لئے کہ اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خلوص نیت سے رکھی تھی، کعبہ میں اینٹ اور پتھر ہی تو ہیں مگر رکھے گئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے، جن میں سراسر اخلاص تھا، اسی لئے

اسمیں انوار وتجلیات و برکات ہیں اور غایت درجہ دل کشی ہے، اور اس کے مقابلے میں ایک دوسرا کعبہ (اس سے مراد وہ کعبہ ہے جو ابرہہ بادشاہ نے کعبہ شریف کے مقابلہ میں بنایا تھا، اور اس نے کعبہ شریف کو منہدم کرنے کے لئے ہاتھیوں اور فوج کے ساتھ چڑھائی کی تھی اس کا قصہ سورۃ الم ترکیف میں مذکور ہے [۱]) بھی بنایا گیا تھا جو ظاہری ٹیپ ٹاپ میں اس سے بڑھا ہوا تھا مگر اس میں یہ باتیں پیدا نہ ہوئیں اور جو حشر اس کا ہوا سب کو معلوم ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ بناء ابراہیم میں خلوص تھا اور اس بناء میں خلوص تو کیا ہوتا خلوص کا مقابلہ کیا گیا تھا تو اثر میں بھی مقابلہ ہوا۔ (وعظ الباطن ملحقہ اصلاح باطن ۔ص:۱۶۶)

(۱) اس کا قصہ اسی کتاب میں آئندہ ص میں مذکور ہے۔

فصل

حرم پاک کی نماز ثواب

نماز کا ثواب وہاں (حرام پاک یعنی خانہ کعبہ میں) بروئے تصریح حدیث بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ا؎ (بیان القرآن آل عمران پ۳)

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس میں (یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نماز کے برابر ثواب ملے گا۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف ص۶۴)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب کرے اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ (بہشتی زیور ص۴۷ ج۳)

فائدہ: مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) یا مسجد نبوی میں جو اضافہ ہوا ہے (یعنی اسکا رقبہ بڑھا کر حرم پاک اور مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا ہے) وہ اس کے تابع (اور اسی حکم میں ہے) یعنی اس میں بھی نماز پڑھنے کی وہی فضیلت و برکت ہوگی) (بیان القرآن ص۱۲۹ بقرہ پ۱)

(ا) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ یعنی دنیا کی تمام مسجدوں کے مقابلہ میں مسجد نبوی میں نماز کا ثواب ہزار گنا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ اور مسجد حرام کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے بھی سو درجہ افضل ہے۔ یعنی دنیا کی تمام مسجدوں کے مقابلہ میں مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے''
(مسند احمد، معارف الحدیث ص۲۹ ج۴)

عذر اور بیماری کی وجہ سے حرم پاک میں نہ جا سکے

تب بھی انشاء اللہ پورا ثواب ملے گا

اگر کسی عذر کی وجہ سے حق تعالیٰ مسجد کی نماز سے محروم کر دیں تو مسجد کی نماز کو تجویز نہ کرو، چاہے عمر بھر گھر ہی میں نماز پڑھنا پڑے۔

امام العارفین حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے پاس ایک دفعہ ایک بیمار شخص حاضر ہوا اور رو کر عرض کرنے لگا کہ حضرت مجھے اس کا بڑا افسوس ہے کہ بیماری کی وجہ سے مجھے کئی روز سے حرم کی نماز بھی نصیب نہیں ہوتی، گھر ہی پر نماز پڑھتا ہوں اس کا بڑا رنج ہوتا ہے۔ حضرت نے تسلی فرمائی اور بعد میں فرمایا کہ یہ شخص عارف نہیں اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اس حالت پر ہرگز رنج نہ کرتا، (بلکہ) اس حالت میں بھی خوش رہتا، کیوں کہ اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا ہے اور اس کے طریقے مختلف ہیں، جس طرح اس کا ایک طریقہ حرم کی نماز ہے اسی طرح اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بندہ بیمار ہو جائے اور بیماری کی وجہ سے گھر ہی میں نماز پڑھے اور اس حالت پر صابر و شاکر رہے، بندہ کو کیا حق ہے کہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طرف وصول (اور قرب) کا کوئی خاص طریقہ تجویز کرے، بلکہ جو طریقہ اللہ تعالیٰ تجویز فرمادے اسی میں راضی رہنا چاہیے۔

اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیماری میں تکلیف ہو اور شریعت اس کو معذور سمجھے تو گھر ہی پر نماز پڑھے، اور بیماری کی وجہ سے حرم کی غیر حاضری پر بھی صبر کرے، اس صبر میں بھی جو اثر اور حق تعالیٰ کا قرب ہوگا وہ صحت کی حالت میں حرم کی حاضری سے کم نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس کی تصریح ہے کہ اگر مرض یا سفر کی

وجہ سے کوئی معمول چھوٹ جائے تو اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی، اس لئے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ بیمار عارف ہوتا تو اپنے مقصود کے لئے حرم میں جانا تجویز نہ کرتا، بلکہ سمجھتا کہ اب خدا کی یہی مرضی ہے کہ حرم میں نہ جاؤں اور اس کو ترسوں، تو خدا کی مرضی سر آنکھوں پر، پہلے حرم میں جاتے تھے اس پر راضی تھے۔ اب بیمار کر دیا اور گھر میں بند کر دیا اب اسی پر راضی ہیں، عارف ایسے تصرفات سے بھی رنجیدہ نہیں ہوتا۔ اور کسی حالت میں شکایت نہیں کرتا، کسی غم کو لے کر نہیں بیٹھتا، جیسا کہ ایک صاحب سال بھر تک تکبیر تحریمہ (کے چھوٹ جانے) کا ماتم کرتے رہے، میں نے کہا کہ آپ ہی اس کو کمال سمجھتے ہیں میرے نزدیک تو یہ حد سے تجاوز ہے، البتہ طبعی طور پر غم ہوتا ہے اس کا مضائقہ نہیں مگر وہ دیرپا نہیں ہوتا۔

صاحب میں تو اپنے ذوق کی بات کہتا ہوں کہ بیماری میں ایسی تکلیف برداشت کرنا کہ چار آدمی اس کو لے جا کر مسجد میں بٹھلائیں میں تو پسند نہیں کرتا ہوں۔ ہاں اگر دوسروں کو بالکل مشقت نہ ہو اور اس کو (بھی) زیادہ مشقت نہ ہو، نہ عجب و شہرت کا اندیشہ ہو، تو مضائقہ نہیں۔ اور یہی محمل ہے حضرات صحابہ کے فعل کا جو احادیث میں آیا ہے کہ **لَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُهَادِيْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِيْ الصَّفِّ** (یعنی دو مردوں کے کندھوں کے سہارے پر ایک شخص کو مسجد لایا جایا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا) خشک ملّا کیا جانے، بس وہ تو اس حدیث کو دیکھ کر ہر حال میں اسی کو افضل کہے گا، چاہے دوسروں کو تکلیف ہی ہو، چاہے شہرت و عجب ہی پیدا ہو۔ (الوصل والفصل ملحقہ تسلیم ورضاص ۳۰۶)

غیر مقلد سلفی اور دوسرے مسلک والوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

سوال:۔ حنفی مقتدی شافعی وغیرہ امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں

جواب:۔ جب مقلد کو غیر مقلد کی اقتدا جائز ہے تو ایک مقلد کو اگرچہ حنفی ہو دوسرے مقلد کی

اگر چہ شافعی ہو اقتدا کیوں نہ جائز ہوگی۔

مگر شافعی یا غیر مقلد کی اقتدا میں ایک امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ اگر ایسے امام سے کوئی ایسا عمل جو مقتدی کے مذہب کے مطابق وضو کو توڑنے والا، یا نماز کو فاسد کرنے والا پایا جائے تو مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں سو بعض متقدمین کی رائے تو جواز کی طرف ہے مگر اکثر علماء نے احتیاطاً فساد صلوٰۃ کا حکم کیا ہے وعلیہ الفتویٰ[۱] پس ان کی اقتدا میں یہ دیکھ لے کہ اس کا وضو نماز بھی اپنے مذہب پر درست ہوگی یا نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ص۳۰۰ ج ۵)

کعبہ کے اندر اور باہر باجماعت نماز پڑھنے سے متعلق چند اہم مسائل

(۱) مسئلہ:- کعبہ شریف کی چھت پر کھڑے ہوکر اگر نماز پڑھی جائے تو وہ بھی صحیح ہے، اس لئے کہ جس مقام پر کعبہ ہے وہ زمین اور اس کے محاذی جو حصّہ ہوا کا آسمان تک ہے سب قبلہ ہے، قبلہ کچھ کعبہ کی دیواروں میں منحصر نہیں ہے، اسی لئے اگر کوئی شخص بلند پہاڑ پر کھڑے ہوکر نماز پڑھے جہاں کعبہ کی دیواروں سے بالکل محاذات (سامنا) نہ ہو تو اس کی نماز بالاتفاق درست ہے، لیکن چونکہ اس میں کعبہ کی بے تعظیمی ہے، اور کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے نبی ﷺ نے منع بھی فرمایا ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہوگی۔

(بہشتی زیور ص۶۹۲ ج۱۱)

---

(۱) یہ اس وقت ہے جبکہ واقعی امام سے ایسا کوئی عمل ظاہر ہو جو ناقض وضو یا مفسد صلوۃ ہو ورنہ خوامخواہ زیادہ تحقیق وکاوش کی ضرورت نہیں خصوصاً حرمین شریفین میں کہ وہاں پہنچ کر حرم پاک کی نماز سے محرومی بڑے خسارے کی بات ہے بالخصوص جبکہ متقدمین نے مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ (مرتب)

(۲) کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی، اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منھ ایک ہی طرف ہو اس لئے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں۔ اگر مقتدی کا منھ امام کے منھ کے سامنے ہو تب بھی درست ہے۔

(۳) اگر امام کعبہ کے اندر اور مقتدی کعبہ سے باہر حلقہ باندھے کھڑے ہوں تب بھی نماز ہو جائے گی، لیکن اگر صرف امام کعبہ کے اندر ہوگا اور کوئی مقتدی اس کے ساتھ نہ ہوگا تو نماز مکروہ ہوگی۔

(۴) اگر مقتدی اندر ہوں اور امام باہر تب بھی نماز درست ہے بشرطیکہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوں۔

(۵) اور اگر (مقتدی و امام) سب باہر ہوں اور ایک طرف امام ہو اور اور چاروں طرف مقتدی حلقہ باندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عام عادت وہاں اسی طرح نماز پڑھنے کی ہے تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرف امام کھڑا ہے اس طرف کوئی مقتدی بہ نسبت امام کے خانہ کعبہ کے زیادہ نزدیک نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے سمجھا جائیگا جو مانع اقتداء ہے۔ البتہ اگر دوسری طرف کے مقتدی خانہ کعبہ سے بہ نسبت امام کے نزدیک (زیادہ قریب) بھی ہوں تو کچھ مضر نہیں (نماز ہو جائیگی) (بہشتی زیور ج۱۱)

خانہ کعبہ کی طرف منھ یا پیٹھ کر کے بیٹھنے کا فائدہ یا نقصان

فرمایا غالباً حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف منھ کر کے بیٹھنے سے نگاہ بڑھتی ہے، اور پشت کرنے سے (یعنی خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنے سے نگاہ) گھٹتی ہے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں سے عقل بڑھتی ہے۔

کم بولنے سے، مسواک کرنے سے، بوڑھوں کے پاس بیٹھنے سے، علماء کے پاس بیٹھنے سے۔

(افاضات الیومیہ ہفتم جزء ثانی)

فصل

حجراسوداوراس کی خصوصیت

بیت اللہ شریف (خانہ کعبہ) کے کونہ میں ایک پتھر جنت کا نصب کیا گیا ہے، جسکا لقب یمین اللہ رکھا گیا ہے۔ (۱) (سنت ابراہیم ص ۳۴۷ مقالات حکمت ص ۳۰۹)

علماء محققین نے لکھا ہے کہ حجراسود میں کسوٹی کی خصوصیت ہے۔یعنی اس میں یہ خاصیت ہے کہ اس کے استلام کے بعد جیسا شخص ہوتا ہے وہ اپنی اصلی خلقت میں ظاہر ہوجاتا ہے، بعض لوگ حج سے پہلے ظاہر نہیں ہوتے کہ یہ اندر سے کیسے ہیں مگر حج کے بعد چھپا رہنا مشکل ہے اصلی حالت ضرور کھل جاتی ہے۔(الحج المبرور ۲۴۹ سنت ابراہیم)

حجراسود کا بوسہ

حابس بن ربیعہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجراسود کی طرف آئے اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ لیتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے تھے تو میں تجھ کو کبھی بوسہ نہ دیتا۔

(ابوداؤد)

---

(۱) حجراسود یعنی کالا پتھر۔ یہ پتھر بیت اللہ کے مشرقی جنوبی گوشہ پر نصب ہے یہ وہ پتھر ہے جو جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔(مسائل حج ص ۱۶)۔

مقام ابراہیم اور حجراسود دونوں جنت کے پتھر ہیں۔حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت ان کو اللہ نے نازل فرمایا تھا دونوں کی چمک سورج سے بھی زیادہ تھی، اللہ تعالیٰ نے چمک کو ختم کردیا ہے۔حجراسود چاندی کے ایک حلقہ کے اندر ہے لہٰذا صرف حلقہ میں بوسہ دینا کافی نہیں بلکہ حلقہ کے اندر بوسہ دینے سے بوسہ صحیح ہوسکتا ہے حجراسود کو بوسہ دینے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔(حج وعمرہ کا طریقہ مفتی شبیر صاحب ص ۲)

فائدہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے یہ بات ظاہر کردی کہ مسلمان حجر اسود کو معبود نہیں سمجھتے کیونکہ معبود تو وہی ہو سکتا ہے جو نفع وضرر کا مالک ہو۔

(حیوۃ المسلمین ۱۱۹)

حجر اسود قیامت کے روز اپنے بوسہ لینے والے کی شہادت دے گا

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس جگہ شاید کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے متعلق یہ فرمایا **إِنِّی لَا عْلَمُ أَنَّکَ لَحَجَرٌ لا تَضُرُّوَلا تَنْفَعُ** (میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان) اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے، انہوں نے فرمایا **بَلیٰ إِنَّهٗ لَیَنْفَعُ إِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهٗ يَشْهَدُ لِمَنْ قَبَّلَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** ،او کَمَا قَالَ.

یعنی کیوں نہیں وہ نفع دے گا، میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو لوگ اس کو چومتے ہیں قیامت کے دن یہ ان کے واسطے گواہی دے گا۔ تو اس سے حجر اسود کا نافع ہونا معلوم ہوا۔ اور حضرت عمر کے قول کے معارض ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بسند صحیح ثابت ہو تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے قول میں کچھ تعارض نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مکمل ہے اور اس کی حقیقت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ کیونکہ جب حضرت عمر نے یہ فرمایا کہ ”میں جانتا ہوں کہ تو نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع“ تو اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ پھر یہ بوسہ لینا محض لغو (حرکت) ہے جس کام میں کچھ نفع بھی نہیں اس کا کرنا فضول ہے۔ حضرت علیؓ

نے اس شبہ کو رفع فرمادیا اور بتلادیا کہ حضرت عمر ایک خاص نفع وضرر کی نفی فرماتے ہیں جو نفع وضرر معبود کا خاصہ ہے حجر اسود میں وہ نہیں باقی مطلق نفع کی نفی مقصود نہیں۔

چنانچہ حجر اسود میں ایک نفع ہے کہ وہ قیامت میں اپنے بوسہ دینے والوں کے لئے شاہد (گواہ) بنے گا اور ظاہر ہے کہ شاہد کا درجہ حاکم سے کم ہوتا ہے، شاہد کے قبضہ میں نفع وضرر نہیں ہوتا وہ تو صرف واقعہ بیان کردیتا ہے۔ اب آگے حاکم کی رائے پر فیصلہ کا مدار ہے، نفع وضرر وہی دے سکتا ہے، حاکم اصل اور شاہد تابع ہوتا ہے، پس حجر کا شاہد ہونا خود اس کی عبادت کی نفی کرتا ہے، چنانچہ شاہد تو انسان بھی ہوسکتا ہے، چنانچہ قیامت میں بہت سے انسان بھی شاہد ہوں گے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفع وضرر تیرے قبضہ میں نہیں ہے (جو معبود کے قبضہ میں ہوتا ہے) اس سے عبادت کے شبہ کی نفی ہوگئی۔ اور حضرت علی کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفع تیرے اندر موجود ہے جو مخلوق سے مخلوق کو پہنچا کرتا ہے، یعنی شاہدیت (گواہی دینا) اس سے تقبیل کی لغویت (یعنی بوسہ کو لغو کہنے) کی نفی ہوگی۔ خوب سمجھ لو۔ (سنت ابراہیم ص ۳۱۵)

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں بھی نہ دیتا

حجر اسود نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان

الغرض حجر اسود کو بوسہ دینے کا راز اور اس کا منشا عظمت وعبادت نہیں بلکہ محض محبت اس کا منشا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو عام مجمع میں ظاہر فرمایا۔ ایک بار آپ طواف کررہے تھے اس وقت کچھ لوگ دیہات کے موجود تھے جب آپ نے تقبیل حجر (یعنی حجر اسود کو چومنے) کا ارادہ کیا تو حجر کے پاس ذرا ٹھہرے اور فرمایا۔ اِنِّی لَاَ عْلَمُ اِنَّکَ لَحَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ وَلَوْلاَ اَنِّی رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَبَّلَکَ مَا قَبَّلْتُکَ یعنی

میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر دے سکتا ہے، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا'' کیا خشک معاملہ کیا ہے حجر اسود کے ساتھ۔

اگر حجر اسود مسلمانوں کا معبود ہوتا تو کیا اس سے یہی خطاب کیا جاتا کہ نہ تو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس بوسہ دینے کا منشا محض محبت ہے (عظمت وعبادت نہیں (محاسن الاسلام ص ۳۱۳)

حجر اسود سے محبت کیوں ہے اور

حضور اکرم ﷺ نے اس کو بوسہ کیوں دیا

(مسلمانوں کے حجر اسود سے) محبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور نے اس کو بوسہ دیا ہے، حضور کا فضلہ بھی کسی جگہ گرا ہو تو ہم کو اس جگہ سے محبت ہوگی چہ جائے کہ وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگے ہوں، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ کا دہان (منہ) مبارک لگا ہو، رہا یہ سوال کہ حضور نے اس کو کیوں بوسہ دیا، اس سوال کا کسی کو حق نہیں، اور نہ ہم کو اس کی وجہ بتلانا ضروری ہے۔ ہاں اتنی بات یقینی ہے کہ حضور نے بطور عبادت وعظمت کے بوسہ نہیں دیا ورنہ حضرت عمر اس بے باکی کے ساتھ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ (کہ اے پتھر نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان) نہ فرماتے وہ حضور کے مزاج شناس تھے، جب انہوں نے حجر اسود کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو حقیقتاً اس بوسہ لینے کا منشا عبادت ہر گز نہیں۔

تبرعاً اس کا جواب بھی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ کے بوسہ لینے کے وجہ یہ ہے کہ ممکن

ہے حضور ﷺ کو بیت اللہ شریف کے دوسرے حصوں کے بہ نسبت حجر اسود کے اندر تجلیات الٰہیہ کا زیادہ ہونا منکشف ہوا ہو۔ پس اس تقبیل (بوسہ لینے) کا منشا تجلیات الٰہیہ سے زائد (اور خصوصی) تلبس (وتعلق) ہے۔ اور جس چیز کو محبوب (رب العالمین) کے انوار سے زیادہ تعلق ہو اس کا بوسہ دینا محبت کا تقاضا ہے۔ (محاسن الاسلام ص ۳۱۴)

مسلمان حجر اسود کو بوسہ کیوں دیتے ہیں

مخالفین اسلام کا ایک اعتراض تقبیل حجر (یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے پر) بھی ہے کہ مسلمان اس کو بوسہ دیتے ہیں تو گویا نعوذ باللہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ تقبیل حجر (یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا) عظمت کی وجہ سے نہیں بلکہ محبت کی وجہ سے جیسے بیوی بچوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں، اگر بوسہ دینا عظمت کی دلیل ہے تو لازم آئے گا کہ ہر شخص اپنی بیوی کی عبادت کرتا ہے اور اسکا لغو ہونا بدیہی ہے۔ معلوم ہوا کہ تقبیل (یعنی بوسہ دینا) عبادت و تعظیم کو مستلزم نہیں بلکہ کبھی محبت سے بھی تقبیل ہوا کرتی ہے۔

رہا یہ سوال کہ تم حجر اسود سے محبت کیوں کرتے ہو؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ میرے گھر کی بات ہے اس کے متعلق مخالف کو سوال کرنے کا حق نہیں، دیکھئے اگر کوئی شخص عدالت میں یہ مقدمہ دائر کردے کہ فلاں مکان میری ملکیت میں ہے تو اس سے اس پر ثبوت طلب کیا جائیگا لیکن جب وہ ثبوت پیش کردے گا تو مخالف کو اس سوال کا حق نہیں کہ اچھا مکان تو تمہارا ہی ہے مگر یہ بتادو کہ اس گھر میں کیا کیا سامان موجود ہے۔

اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہم اسکی وجہ نہیں بتلا سکتے کہ ہم کو حجر اسود سے محبت کیوں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مخالفین کے اعتراض کا جواب اسی حد تک دینا چاہیئے جہاں تک ان کو

سوال کا حق ہے اور جو سوال ان کے منصب سے باہر ہو اس کا جواب نہ دینا چاہئے بلکہ صاف کہہ دینا چاہئے کہ تم کو اس سوال کا کوئی حق نہیں۔ مخالفین کا دماغ ہر بات کی حقیقت کے سمجھنے کے قابل نہیں امور دقیقہ (دقیق حقائق) کو ان کے سامنے نہ بیان کرنا چاہئے۔ بعض لوگ اس پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ وجہ کون سی ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ آخر ہم بھی تو انسان ہیں۔ اگر باریک بات ہمارے سامنے بیان کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کو نہیں سمجھ سکیں گے، میں کہتا ہوں کہ اگر ایسی بات ہے تو میں ایک ریاضی داں سے درخواست کرتا ہوں کہ اقلیدس کی کوئی شکل گھاس کھودنے والے کو سمجھا دے، جس نے اقلیدس کے مبادی اصول موضوعہ کو کبھی نہ سنا ہو، یقیناً وہ اقرار کرے گا کہ میں ایسے شخص کو اقلیدس کے اشکال نہیں سمجھا سکتا، آخر کیوں کیا وہ انسان نہیں؟ مگر بات وہی ہے کہ بعض امور کے لئے مبادی ومقدمات کا سمجھنا ضروری ہوتا ہے اس لئے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جسکے ذہن میں مبادی ومقدمات حاضر ہوں۔ ہر شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور یہ بالکل موٹی بات ہے مگر حیرت ہے کہ آج کل کے عقلاء کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

(المصالح العقلیہ ص ۱۹ محاسن الاسلام ص ۳۰۶، ۳۱۰)

باب ۳

حج کے سلسلہ کے متفرق احکام

حج کا زمانہ کب سے شروع ہوتا ہے اور احرام کب سے باندھ سکتے ہیں

"اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَعْلُوْمَاتٌ" یعنی حج کے افعال کا زمانہ چند مہینے ہیں جو مشہور و معلوم ہیں ایک شوال، دوسرا ذی قعدہ تیسرا دس تاریخیں ذی الحجّہ کی:

(بیان القرآن ج ا ص ۱۱۳)

فائدہ :- افعال حج احرام سے شروع ہوتے ہیں ،سوشوال کے مہینے سے احرام باندھ لینا بلا کراہت درست ہے، اوراس سے پہلے مکروہ ہے، اسی لئے شوال سے حج کے مہینے شروع سمجھے گئے۔اور افعال حج میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں اخیر فعل طواف زیارت ہے وہ ذی الحجہّ کی دسویں تاریخ کو ہوتا ہے، اس لئے اس تاریخ کو ختم قرار دیا گیا، اور بعضے افعال واجب پھر بھی رہ جاتے ہیں جو بعد کی تاریخوں میں ادا ہوتے ہیں: (بیان القرآن ج ا ص ۱۱۳)

حج کا زمانہ چند مہینہ ہیں جو معلوم ہیں اور اسکی تفسیر شوال، ذی قعدہ، ذی الحجتہ سے کی گئی ہے تو گویا شوال سے حج کا مہینہ شروع ہوتا ہے، اس معنیٰ کر نہیں کہ اس ماہ میں حج کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس معنیٰ کر بعد شوال کے بلا کراہت حج شروع ہوسکتا ہے۔ شروع سے مراد احرام ہے، شوال سے پہلے بھی اگرچہ احرام صحیح ہے مگر اس میں کراہت ہے۔ اور اگر شوال سے شروع کیا جائے تو بلا کراہت صحیح ہے۔

اور احرام چونکہ شرائط حج میں سے ایسا ہے جیسے تکبیر شرائط صلوۃ میں سے یعنی ایسی

شرط جو ارکان کے مشابہ ہے اس معنی کر شوال اور ذی قعدہ کو بھی اشہر حج میں سے (یعنی حج کا مہینہ) قرار دیا گیا ہے۔اور ذی الحجہّ کا تو اشہر حج میں سے ہونا ظاہر ہی ہے اس واسطے کہ حج کے بڑے بڑے ارکان اسی میں واقع ہوتے ہیں۔(روح الحج والشّج ملحقہ سنت ابراہیم ۳۶۷)

حج کی تین صورتیں،افراد،قران،تمتع اوران کی تفصیل

حج تین طرح کا ہوتا ہے۔افراد وہ یہ کہ ایام حج میں صرف حج کیا جائے۔اور تمتع اور قران جن میں ایام حج میں عمرہ اور حج دونوں کئے جائیں۔

تمتع اور قران میں حد حرم کے اندر ایام قربانی میں ایک جانور ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔اور جس کو قدرت نہ ہو دس روزے رکھنے ضروری ہیں،تین روزے تو دسویں ذی الحجہّ سے پہلے ختم کردے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھے۔خواہ وطن آکر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے۔اور اگر دسویں سے پہلے روزے نہ رکھ سکا تو اب قربانی ہی کرنا پڑے گی۔

(بیان القرآن)

قران وتمتع یعنی حج وعمرہ ایک ساتھ کرنا کس حاجی کے لئے جائز ہے

ذٰلِکَ لِمَنْ لَمْ یَکُنْ اَھْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الآیۃ (پ ۲ بقرۃ)

(ترجمہ وتفسیر) یہ حج وعمرہ کا ملانا (یعنی حج وعمرہ ایک ساتھ کرنا) ہر ایک کو درست نہیں بلکہ خاص اس شخص کے لئے درست ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام یعنی کعبہ کے قرب ونواح میں نہ رہتے ہوں،یعنی قریب ہی کا وطن دار نہ ہو اور ان سب احکام کی بجا آوری میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ کسی امر میں خلاف نہ ہو جائے،اور خوب جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے باکی اور

مخالفت کرنے والوں کو سخت سزا دیتے ہیں۔(بیان القرآن)

مسئلہ:-افراد ہر شخص کو جائز ہے اور تمتع اور قران صرف ان لوگوں کو جائز ہے جو میقات کے حدود سے باہر رہتے ہوں اور جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے تمتع وقران کی اجازت نہیں ہے۔

آیت میں (میقات) کے حدود سے باہر کے لوگوں کو اس عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قرب ونواح میں نہ رہتے ہوں' اس قرب ونواح سے مراد میقات ہیں۔یہ سب مسائل فقہ حنفی کے موافق ہیں۔(بیان القران ۱۱۳)

فصل

میقات اوراحرام

پہلے میقات کی حقیقت سمجھو:- اپنے ملکوں سے چل کر جب مکہ کو جاتے ہیں تو راستہ میں ہر طرف کے لوگوں کو کچھ معین مقامات ملتے ہیں،جسکی نسبت شرعی حکم یہ ہے کہ ان مقامات سے حج یا عمرہ کی نیت باندھ کر آگے مکہ کا ارادہ کیا جائے۔ان مقامات کا نام میقات ہے۔[۱]

(بیان القرآن سورہ بقرہ ص۱۱۳)

---

(۱) میقات یعنی وہ مقامات جس کے آگے احرام کے بغیر جانا درست نہیں، پانچ ہیں۔
۱-یلملم: ہندوستان، پاکستان اور یمن واہل تہامہ کا میقات ہے جو مکہ مکرمہ سے تیس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔
۲-جُحفہ: یہ رابغ کے قریب ایک گاؤں ہے اور رابغ ساحل سمندر پر مدینہ منورہ کے راستے پر مشہور قصبہ ہے اس طرف سے آنے والے رابغ سے احرام باندھتے ہیں،شام اور مصر کی جانب سے آنے والوں کا یہ میقات ہے۔
۳- قرن المنازل: یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو میدان عرفات کے اوپر ہے یہ اہل نجد اور نجد کے راستے سے آنے والوں کا میقات ہے۔
۴- ذات عرق: یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو عراق کی طرف عقیق کے بعد مکہ مکرمہ سے دو منزل کے فاصلے پر تھا۔آج کل ویران ہو گیا ہے اس لئے اب اس کے بجائے عقیق سے احرام باندھا جاتا ہے عراق کی طرف سے آنے والوں کا یہ میقات ہے۔
۵- ذوالحلیفۃ: یہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے راستے پر مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے جس کو بئر علی کہا جاتا ہے، یہ اہل مدینہ اور مدینہ کی طرف سے آنے والوں کا میقات ہے مصر اور شام کے مسافر جو تبوک کے راستے سے آتے ہیں ان کا میقات بھی یہی ہے۔(جواہر الفقہ ومعلم الحجاج)

احرام کی حیثیت اوراس کاحکم

(۱) حج کے افعال احرام سے شروع ہوتے ہیں۔ (بیان القرآن۱۱۳)
احرام شرائط حج میں سے ایسا ہے جیسا تکبیر شرائط صلوۃ میں سے یعنی ایسی شرط جو ارکان کے مشابہ ہے (جس طرح بغیر تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے بغیر نماز شروع اور صحیح نہیں ہوسکتی اس طرح حج بھی احرام کے بغیر شروع اور صحیح نہیں ہوسکتا) (روح الحج والحج ملحقہ سنت ابراہیم ۳۶۷)
(۲) حج میں مردوں کو سر ڈھانکنا حرام ہے اور عورتوں کو چہرہ پر کپڑا اڈالنا ناجائز ہے۔
(الحج المبرور ص۲۶۴)

(۳) احرام میں عورت کو منہ ڈھانکنے میں منہ سے کپڑا لگانا درست نہیں آج کل اس کام کے لئے ایک جالی دار پنکھا بکتا ہے اس کو چہرہ پر باندھ لیا جائے۔ اور آنکھوں کے روبرو جالی رہے اس پر برقعہ پڑا رہے یہ درست ہے۔ (بہشتی زیور ص۱۶۶)

سفید احرام مستحب ہے، رنگین بھی جائز ہے

سوال:- احرام باندھنے میں سیاہ کپڑا یا گیرو سے رنگا ہوا یا کسی دوسری چیز سے رنگا ہوا پہننا جس میں کوئی خوشبو نہ ہو جائز ہے یا نہیں۔
جواب:- سفید کپڑے کا احرام ہونا مستحب ہے ورنہ سیاہ وغیرہ بھی جس میں خوشبو نہ ہو جائز ہے۔ (درمختار امداد الفتادی ۱۷۵ج ۲)

دو پاٹ کا سِلا ہوا احرام درست ہے یا نہیں؟

سوال:-کوئی ازار یا چادر جو کہ کم عرض ہونے کی وجہ سے دو پاٹ کر کے (سی کر) احرام

میں پہن لے تو کیا حکم ہے؟

جواب:- افضل یہی ہے کہ اس میں بالکل سلائی نہ ہو لیکن اگر دو پاٹوں کے جوڑنے کے لئے سلائی کی جائے تب بھی جائز ہے۔ (امدادالفتادی ۶۷اج ۲ درمختار وغیرہ)

تنبیہ:- بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ احرام میں دو پاٹ کی چادر جس کے درمیان میں سلائی ہو درست نہیں یہ محض بے اصل ہے۔ مرد کو ممنوع وہ سلائی ہے جس سے کپڑے کو بدن کی ہیت پر بنایا جاتا ہے۔ جیسے کرتہ پائجامہ وغیرہ۔ (اغلاط العوام ۵۰۵) [1]

حج میں احرام اور تمام حاجیوں کا ایک لباس ہونے کی مصلحت

احرام سے فنائیت وعبدیت اور عشق خداوندی کا ظہور ہوتا ہے

حج کی روح وصول الی اللہ ہے لیکن حج کی صورت کو اگر دیکھا جائے تو اس صورت کا بھی سارا قصہ عاشقوں کا سا قصہ ہے چنانچہ احرام سے حج شروع ہوتا ہے اسی وقت سے یہ صورت ہو جاتی ہے کہ سر کھلا ہوا ہے، کپڑے نہیں پہن سکتے گویا اسی وقت سے مجنونوں کی صورت اختیار کر لی اور کچھ پرواہ نہیں کی کہ کوئی کیا کہے گا کہ اس نے کیا صورت بنائی ہے۔

واقعی احرام کی صورت بالکل بندگانہ وغلامانہ ہے۔ اس وقت سب لوگ ایک حال میں ہوتے ہیں امیر بھی غریب بھی سلطان بھی رعایا بھی، عاشق بھی اور غیر عاشق بھی، کسی کے لئے کوئی خاص امتیاز نہیں ہوتا کیونکہ عشق کے لئے امتیاز سدراہ ہے۔ امتیاز سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت بہت سی بلاؤں کا پیش خیمہ ہے۔ اسی واسطے عشاق اپنے کو گمنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ شہرت سے لوگ ان کے درپے نہ ہوں اور محبوب کے درمیان اور ان کے

(۱) فائدۃ:- احرام میں سِلی ہوئی لنگی پہننا بھی جائز ہے۔ (احکام حج مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

درمیان حائل نہ ہوں تو حق تعالیٰ نے احرام میں سب کی صورت یکساں بنادی تا کہ عاشق وغیر عاشق میں امتیاز نہ رہے کیونکہ عشاق تو احرام میں عاشقانہ صورت بناتے ہیں ان سے تو اس وقت لباس وغیرہ کا اہتمام نہ ہوسکتا پھر اگر تنہا وہی اس صورت میں (یعنی احرام میں) ہوتے تو انکا بھانڈا پھوٹتا ان کا عشق طشت از بام ہوجاتا اسلئے محبوب نے ان کی پردہ پوشی کے لئے سب کو عاشقانہ صورت بنانے کا حکم فرمادیا تا کہ عاشقوں کا عشق پوشیدہ رہے ان کو امتیاز نہ ہو اور امتیاز سے شہرت نہ ہو اور شہرت سے عجب پندار نہ ہو۔بس ذرا سا امتیاز جائز رکھا گیا ہے کہ کوئی گاڑھے کی لنگی چادر پہن لے اور کوئی اس سے قیمتی کپڑے کی، کوئی کمبل اوڑھ لے کوئی شال اوڑھ لے۔اس میں ایک تو یہی حکمت ہے کہ امتیاز انسان کا طبعی خاصہ ہے اور طبعی جذبات کو بالکل فنا کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔سوحق تعالیٰ تکلیف نہیں دینا چاہتے۔

دوسرے اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ سائلین کو اطلاع ہوجائے کہ یہ دوشالہ (قیمتی کپڑا) اوڑھنے والا مالدار ہے یہ خیرات دے سکتا ہے ان حکمتوں سے کسی قدر امتیاز جائز رکھا گیا، ورنہ اصل وضع میں سب مساوی ہیں اور وضع میں زیادہ دخل لباس کی ہیبت ہی کو ہے، مادہ کو نہیں۔

پھر سب کو حکم ہے کہ سر کھول دو تا کہ سب کا حال معلوم ہوجائے کہ ان کا سر کیسا ہے بعض لوگ گنجے ہوتے ہیں اس وقت سر کھولتے ہوئے ان کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ غرض احرام کے وقت تو یہ صورت بنائی جس سے سراپا نیازمندی اور عبدیت کا ظہور ہوتا ہے۔

پھر جب دربار میں پہنچے اور طواف شروع ہوا جس میں رمل (یعنی اکڑ کر چلنا) بھی مشروع ہے تو چال بھی ڈھنگ کی نہ رہی حالانکہ دربار کی حاضری کا یہی وقت ادب ووقار کا تھا مگر نہیں یہی وقت ہے وقار کو فنا کرنے (اور اپنے کو مٹانے) کا اور یہاں کا یہی ادب ہے۔دربار حق میں جب عظمت حق کا علم بلند ہوتا ہے وہاں کسی کی عزت کیوں کر باقی رہ سکتی ہے بلکہ (اس دربار میں) سب کو اپنی عزت ووقار کو فنا کردینا چاہیئے۔واقعی طواف میں رمل کی کیا

ہیئت کیا بتلاتی ہے کہ یہاں کوئی بڑا دربار ہے جس کے سامنے سب کا وقار مٹ گیا سب کی عزت خاک میں مل گئی سب کے سب مجنونوں کی طرح شانے ہلاتے ہوئے دوڑ رہے ہیں۔

(السوال فی الشوال ملحقہ سنت ابراہیم ص ۱۹۱،۱۹۳)

احرام میں صرف دو بے سلی چادر ہی کیوں

امراء جن پر حج فرض ہے ان کے ساتھ ممکن ہے نوکر چاکر بھی حج کرنے جائیں۔ نیز (بہت ممکن ہے کہ) عشق الٰہی سے مجبور ہوکر کچھ غریب لوگ (جن پر حج فرض نہیں ہے وہ) بھی وہاں پہنچیں۔ اس لئے اسلام نے مسلمانوں میں کمال اتحاد کی غرض سے تجویز فرمایا کہ سب سادہ دو چادروں پر اکتفا کر کے امیر و غریب یکساں سر سے ننگے، کرتے سے الگ، بالکل سادہ وضع پر ظاہر ہوں تا کہ ان کی یکتائی اور اتحاد کامل درجہ پر پہنچے۔

(المصالح العقلیہ ۲ ۱۷)

حالت احرام میں پان کھانا جس میں خوشبو الائچی لونگ بھی ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں

سوال:- احرام کی حالت میں معتاد شخص (یعنی جو پان کھانے کا عادی ہو اس) کو پان کھانا کیسا ہے؟ پان سے لبوں کی زینت ہوتی ہے، اور پان میں ایک قسم کی خوشبو بھی ہوتی ہے، اور اگر پان میں الائچی اور خوشبو دار تمباکو بھی ہو تو اس کا کھانا کیسا ہے۔ اور غیر معتاد (جسکی پان کھانے کی عادت نہ ہو اس) کو پان کھانا زینت کے لحاظ یا بغیر زینت کے لحاظ سے کیسا ہے؟

جواب:- پان چونکہ داخل طیب نہیں (یعنی خوشبو میں اس کا شمار نہیں) گو موجب زینت ہے

احرام کے منافی نہیں (لہٰذا جائز ہے) اور الائچی اور مثل اس کے طیب ضرور ہیں (یعنی ان میں خوشبو ہوتی ہے) مگر چونکہ پان وتمبا کو میں مغلوب ہیں لہٰذا وہ بھی جنایت نہیں گو کراہت سے خالی بھی نہیں اور جنایات میں عادت ہونے نہ ہونے سے (احکام میں) کچھ تفاوت نہیں۔ (دونوں کا ایک ہی حکم ہے) (امدادالفتادی۲۱۷ج۲)

حالت احرام میں خوشبو لگانے، بال ناخن کٹوانے سلا کپڑا پہننے کی صورت میں کفارہ کا وجوب

حج عاشقانہ عبادت ہے، حج میں عاشقانہ طرز وضع اختیار کی جاتی ہے، جس میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معشوق حقیقی ومحبوب ابدی کے سوا تمام لذات اور تمام مرغوبات کو میں نے ترک کر دیا۔

حج کے تمام افعال عاشقانہ رنگ کے آداب ہیں پس جو شخص ان آداب کے خلاف کوئی حرکت کرے اس پر عاشقانہ ادب کے چھوڑنے کی وجہ سے کفارہ دینا لازم ہوا۔

لہٰذا محرم اگر خوشبو لگائے تو اس کو صدقہ دینا چاہئے اگر ایک دن کامل سلا ہوا کپڑا پہنے یا اپنے سر کو ڈھانپے تو اس پر قربانی واجب ہوتی ہے، اور اگر اس سے کم مدت میں یہ فعل کیا ہو تو صدقہ دینا چاہئے۔

اور اگر اپنے سر کا چوتھائی یا زیادہ منڈوادے تو اس پر قربانی لازم آتی ہے۔ اور اس سے کم میں صدقہ دینا چاہئے۔ اور ایسے ہی ناخون کٹوانے کے باب میں تفصیل ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان حرکتوں کو عاشقانہ نیاز وخستگی اور شکستگی کے خلاف شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ خوشبو

ملنااور سیئے ہوئے کپڑے پہننا ،اور سر منڈوانا (بال کٹوانا) ناخن کٹوانا زیب وزینت کے اسباب ہیں۔حظوظ نفسانی وخود آرائی (یعنی اپنے کومزین اور آراستہ کرنے اورنفسانی لذت) کی صورتیں ہیں اور یہ تمام حرکتیں عاشقانہ نیاز کے خلاف اور معشوق حقیقی (رب العالمین) کو احرام کی حالت میں ناپسند ہیں ۔اس لئے ان حرکتوں کے تدارک (اور تلافی) کے لئے کفارات مقرر ہوئے۔ (المصالح العقلیہ ۱۸۷-۱۸۸)

عذر اور کسی مجبوری کی وجہ سے حالت احرام میں سر منڈانا پڑے تو کیا کرے

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْبِهٖ اَذىً مِنْ رَأْسِهٖ فَفِدْ يَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْصَدَقَةٍ اَوْنُسُكٍ (پ ۲ بقرہ)

(ترجمہ وتفسیر) اگر کوئی تم میں سے کچھ بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ زخم یا درد یا جووں وغیرہ کی تکلیف اور اس بیماری یا تکلیف کی وجہ سے پہلے ہی سر منڈانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کو اجازت ہے کہ وہ سر منڈا کر فدیہ یعنی اس کا شرعی بدلہ دے دے خواہ تین روزے سے یا چھ مسکینوں کو فی مسکین صدقہ فطر کے برابر یعنی نصف صاع گیہوں خیرات کے طور پر دے دینے سے یا اقل درجہ ایک بکری ذبح کرنے سے۔

مسئلہ:-اگر کسی عذر سے سر منڈوانے کی ضرورت پڑی تو اس کو تین باتوں کا اختیار ہے۔

(۱) خواہ سر منڈوا کر تین روزے رکھ لے۔

(۲) خواہ چھ مسکینوں کو ہر ہر مسکین کو صدقہ فطر کے بقدر دے دے،یعنی گیہوں پونے دوسیر یا جس برتن میں اتنے گیہوں سما جائیں اس برتن کو دو بار بھر کر جَو دے دے۔

(۳) یا ایک بکری ذبح کر کے مسکینوں کو تقسیم کر دے۔

فائدہ:- (جانور کے) ذبح کے لئے تو حد حرم معین ہے اور روزہ اور صدقہ کے لئے معیّن نہیں۔

تنبیہ:- ایک مسکین کو ایک ہی حصہ دینا چاہئے، اگر دو حصے دیئے تو ایک ہی ہوگا۔

(بیان القرآن، ص:۱۱۲ج ۱)

احرام باندھنے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے حج وعمرہ پورا نہ کر سکے تو کیا حکم ہے

فَاِنْ اُحْصِرْ تُمْ فَمَااسْتَيْسَرَمِنَ الْهَدْىِ .وَلَا تَحْلِقُوْارُؤسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغُ الْهَدْىُ مَحِلَّه(بقرہ)

(ترجمہ وتفسیر) پھر اگر کسی دشمن کی جانب سے یا کسی مرض کے سبب سے حج وعمرہ پورا کرنے سے روک دیئے جاؤ تو اس حالت میں حکم یہ ہے کہ قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو ذبح کرے اور حج وعمرہ کی جو وضع اختیار کر رکھی تھی موقوف کرے اسکو احرام کھولنا کہتے ہیں جس کا طریقہ شرع میں سر منڈوانا ہے اور بال کٹا دینے کا بھی یہی اثر ہے۔ یہ نہیں کہ فوراً روک ٹوک کے ساتھ ہی (یعنی عذر پیش آتے ہی) تم کو احرام کھولنا درست ہو جائے، بلکہ اپنے سروں کو احرام کھولنے کی غرض سے اس وقت تک مت منڈواؤ جب تک کہ وہ قربانی کا جانور جس کے ذبح کا اس حالت میں حکم تھا اپنے موقع پر نہ پہنچ جائے، اور وہ موقع حرم ہے کہ قربانی کا جانور وہاں اگر خود نہ جاسکے تو کسی کے ہاتھ بھیجا جائے اور ذبح کیا جائے۔

مسئلہ: - اگر حج وعمرہ کسی عذر سے پورا نہ کر سکے خواہ راہ میں بدامنی ہوگئی یا بیماری نے مجبور کر دیا۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ فلاں تاریخ حد حرم کے اندر

میری طرف سے ایک جانور کہ اقل درجہ (یعنی اسکا کم سے کم درجہ) بکری ہے اور قران وتمتع میں دو بکری ذبح کر دینا۔اور جب وہ تاریخ آوے گو قربانی کے ایام سے پہلے کی تاریخ ہو اور گمان غالب ہو کہ اب جانور ذبح ہو گیا ہوگا تو سر منڈا دے یا بال کٹا دے اس سے احرام کھل جائے گا۔اور جو جو امور احرام باندھنے سے ممنوع ہو گئے تھے مثلاً خوشبو لگانا اور ناخن بال کاٹنے کی ممانعت وغیرہ اب وہ سب درست ہو جائیں گے (البتہ اب) پھر یعنی آئندہ سال اس حج یا عمرہ کو قضا کرنا پڑے گا۔

مسئلہ:-عورت کو سر منڈانا حرام ہے وہ صرف ایک ایک انگل بال کاٹ ڈالے۔

(بیان القرآن ۱۱۲)

آفاقی یعنی باہر سے آنے والا غیر ملکی اگر بغیر احرام کے حرم میں داخل ہو تو کیا حکم ہے

سوال :-اگر کوئی شخص مکہ کا باشندہ نہ ہو بغیر احرام کے حرم شریف میں داخل ہو کر احرام باندھے اور اسی احرام سے حج کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب :-اس شخص کا حج ہو جائے گا مگر دم لازم ہوگا۔(درمختار امداد الفتاویٰ ۱۷۳ج۱)

عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت اور حاجیوں کے لیے عرفہ کا روزہ رکھنے کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کا روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اسکے دو سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ایک سال گذشتہ کے اور ایک سال

آئندہ کے (ترغیب بیہقی احکام حج سنت ابراہیم)

سوال:۔ یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ وقوف عرفہ کرنے والے حاجیوں کے لیے جائز ہے یانہیں؟ حدیث سے تو ثابت ہے کہ عرفہ میں نبی کریم ﷺ نے افطار کیا کما فی روایۃ الترمذی اور بعض علماء نے جائز رکھا ہے اس میں تحقیق کیا ہے۔

جواب:۔ یوم عرفہ کا روزہ حاجی کے لیے اگر ضعف (کمزوری) کا اندیشہ نہ ہو بلا کراہت مستحب ہے اور ضعف کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔

(کما فی الدر المختار ورد المحتار ص ۸۳۰ ج ۲ امداد الفتاویٰ ص ۱۰۰ ج ۲)

باب ۴

حج کا مفصل طریقہ

عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مشعر حرام، وادی محسّر کی تعریف

اور ان سے متعلقہ احکام

یوم الترویۃ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھ کر (احرام باندھ کر) منی میں آیئے۔ یہاں ظہر وعصر، مغرب وعشاء اور فجر کی نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھیئے۔ اسکے بعد منیٰ سے یوم عرفۃ یعنی نویں تاریخ کو عرفات میں آیئے۔ یہاں ظہر ہی کے وقت عصر کی بھی نماز پڑھ لو۔ عرفات ایک میدان ہے، مزدلفۃ اسی کے متصل ہے۔ (روح الحج والثج ملحقہ سنت ابراہیم ۴۰۵)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ** پھر جب تم لوگ عرفات میں ٹھہر کر وہاں سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس یعنی مزدلفہ میں آکر رات کو وہاں قیام کر کے خدا تعالیٰ کی یاد کرو۔ (بیان القرآن)

فائدۃ:- حج کے واسطے مکہ سے عرفات کو جا کر نویں (ذی الحجہ) کو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ راستہ میں منیٰ مزدلفہ پڑتے ہیں پھر اسی راستہ سے لوٹتے ہیں اور دسویں کی رات کو پہلے مزدلفہ ملتا ہے اس میں صبح تک ٹھہرتے ہیں اور یہاں مغرب وعشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت اکٹھی پڑھی جاتی ہیں، اور یہ جمع کرنا (یعنی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھنا واجب ہے)

(بیان القرآن)

مشعر حرام اور وادی محسّر

مشعر حرام اسی مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے اس کے پاس سے مراد سارا مزدلفہ ہے سوائے ایک خاص میدان کے جسکو وادی محسّر کہتے ہیں (اس وادی میں ٹھہرنا درست نہیں اسکے علاوہ جس جگہ ٹھہر جائیں درست ہے)۔ (بیان القرآن ۱۱۴ج ۱ البقرۃ)

وادی محسّر میں ٹھہرنے کی ممانعت اور وہاں پر تیزی سے گذر جانے کی وجہ

بطن محسّر میں سواری کے تیز کرنے کا یہ سبب ہے کہ وہ اصحاب فیل کے ہلاک ہونے کا مقام ہے لہٰذا جس شخص کو خدا تعالیٰ اور اس کی عظمت کا خوف معلوم ہوتا ہے وہ غضب الٰہی سے ڈر کر بھاگتا ہے اور چونکہ اس خوف کا معلوم کرنا ایک باطنی (پوشیدہ) امر تھا، اس لئے آنحضرت ﷺ نے ایک ظاہری فعل سے جو نفس کو بھی خوف یاد دلاتا ہے اور اس کو آگاہ کرتا ہے منضبط فرمایا۔ (المصالح العقلیہ ۱۸۵)

(الغرض وادی محسّر میں اصحاب فیل کی ہلاکت کا واقعہ ہی وہاں ٹھہرنے کی ممانعت اور تیزی سے گذر جانے کی وجہ ہے)

وادی محسّر میں اصحاب فیل کے ہلاک ہونے کا مختصر واقعہ

بطن محسّر اصحاب فیل کے ہلاک ہونے کا مقام ہے۔ (المصالح العقلیۃ ۱۸۵)

اس کا قصہ ابن کثیر اور روح المعانی میں اس طرح نقل کیا ہے کہ بادشاہ حبشہ کی طرف

سے یمن میں ابرہہ (نامی) ایک حاکم تھا، اس نے کنیسہ (عیسائیوں کا عبادت خانہ) بنوایا تھا ، کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس نے یہ چاہا کہ کعبہ کا حج کرنے والے لوگ یہاں آیا کریں اور اس کا اعلان کردیا، عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار ہوا اور کسی شخص نے رات کو اس میں جاکر پاخانہ کردیا اور مقاتل نے کہا کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی، ہوا سے اس میں آگ لگ گئی اور وہ سب جل گیا۔ ابرہہ (بادشاہ) کو غصہ آیا اور بڑا لشکر لے کر جس میں ہاتھی بھی تھے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے (گرانے) چلا، جب (مقام) مخمس میں جو طائف کے راستہ میں ہے پہنچا، تو عبدالمطلب (رسول اللہ ﷺ کے دادا) کے پاس جو کہ اس وقت مکہ کے رئیس تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں۔ اگر کوئی اس کی حمایت کرے گا اس سے البتہ لڑوں گا، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود ہی حفاظت کرلے گا، پھر عبدالمطلب اسکے بلائے ہوئے خود اس کے پاس بھی گئے اور یہی گفتگو زبانی بھی ہوئی۔ وہاں سے واپس آکر سب قریش کو لیکر پہاڑوں میں جاچھپے تا کہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں، اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا اور جب وادی محسّر میں جو مزدلفہ کے قریب ہے پہنچا، سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد (ہرے پیلے) رنگ کے پرندے کبوتر سے کچھ چھوٹے آئے اور ان کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور چنے کے برابر کنکریاں تھیں اور لشکر پر چھوڑنا شروع کیا، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ گولی کی طرح لگتی تھی اور ہلاک کردیتی تھی، بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہوئے، اور بعض بھاگ گئے اور دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے بڑے ہاتھی کے قائد اور فیل بان کو اندھے بھیک مانگتے دیکھا ہے اور نوفل بن ابی معاویہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وہ کنکریاں دیکھی ہیں، اور درمنثور میں ہے کہ بعض کو ان کنکریوں کے لگنے سے خارش اور بعض کے چیچک نکل آئی اور زیادتی ہوکر ہلاک ہوگئے۔

یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت شریفہ سے پچاس روز پہلے ہوا، آپ ربیع الاول کے اول میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ محرم کے آخر میں ہوا۔ (بیان القران سورہ فیل ص ۱۱۸ پ ۳۰)

عرفات کی اہمیت اور اس میں ٹھہرنے کا راز

عرفات کا میدان شریف (یعنی بہت بزرگی والا) ہے اس میں رحمت الٰہی مخلوق پر نازل ہوتی ہے اور یہ میدان ابدال واوتاد کے گروہ سے (جو بزرگوں کی خاص قسم ہے) کبھی خالی نہیں رہتا، اور صالحین کے گروہ بھی اس میدان میں ضرور حاضر ہوتے ہیں۔ جب ان لوگوں کی ہمتیں (یعنی روحانی قوتیں) جمع ہو کر خدا کے آگے انکساروزاری کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلتے ہیں اور ان کی گردنیں اسکی طرف جھک جاتی ہیں اور طلب رحمت کے لئے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو پھر یہ گمان نہ کرو کہ وہ اپنی امیدوں میں محروم رہیں، اور ان کی کوشش بے کار جائے، بلکہ ان پر وہ رحمت نازل ہوتی ہے کہ سب کو ڈھانپ لے، اسی واسطے بعض بزرگ کہتے ہیں کہ بہت بڑا گناہ ہے کہ آدمی عرفات میں موجود ہو کر یہ گمان کرے کہ خدا تعالیٰ نے میری مغفرت نہیں کی۔

اور حج کا راز اور اس کا مقصود بھی یہی ہے کہ ہمتوں (یعنی روحانی قوتوں) کا اجتماع ہوتا ہے، شہروں کے اطراف سے (دور دراز سے) اولیاء کی مختلف قسمیں (غوث وقطب اور ابدال واوتاد) کٹھے ہوتے ہیں، ان کے قرب سے جمع ہمت (یعنی روحانی قوت) میں سہارا لگتا ہے، غرض یہ کہ رحمت الٰہی کے جذب (یعنی متوجہ کرنے) کا اس کے برابر اور کوئی راستہ نہیں کہ ہمتیں اکٹھی ہوں اور ایک وقت میں ایک زمین پر سب قلوب اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔

عرفات کے میدان میں نہ کوئی پتھر ہے نہ کوئی درخت صرف اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ہے اور اس سے دعا ایک زمان ایک مکان میں ہونا اور سب مسلمانوں کا وہاں جمع ہونا اور خدا تعالیٰ کی طرف راغب ہونا اور ان کا خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ سے دعا کرنا برکات الٰہی کے نازل ہونے میں بہت بڑا اثر رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شیطان اس روز تمام دنوں سے زیادہ ذلت وخواری کی حالت میں ہوتا ہے۔ (المصالح العقلیۃ ۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کسی دن عرفہ کے دن سے زیادہ

ذلیل وحقیر اور رنجیدہ نہیں دیکھا گیا اور یہ صرف اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہونا اور خدا تعالی کا بڑے بڑے گناہ سے درگذر کرنا دیکھتا ہے سوائے جنگ بدر کے۔

(مالک شرح السنۃ، احکام حج سنت ابراہیم ص۴۸۳)

وقوف عرفہ کی حقیقت اور اسکی اہمیت

اصل حج خاص وقت میں عرفات کی حاضری ہے

حضور علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْحَجُّ عَرَفَةُ (عرفات میں حاضری ہی حج ہے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج عرفات میں جانے کا نام ہے اور یہ ایسا رکن ہے کہ اگر یہ فوت ہوجائے تو اس کا کچھ بدل نہیں۔ حج میں بعض اعمال تو ایسے ہیں جو بظاہر عبادت معلوم ہوتے ہیں جیسے خانہ کعبہ کا طواف مگر وہ حج نہیں کیونکہ جو شخص تنگ وقت میں مکہ پہنچے اسکو حکم ہے کہ سیدھا عرفات پہنچ جائے اور طواف وغیرہ کو ترک کردے اور عرفات میں جانا ایسا عمل ہے کہ وہاں بظاہر کوئی عبادت نہیں نہ کسی خاص چیز کی تعظیم ہے نہ وہاں کوئی خاص نماز مقرر ہے، پنج وقتہ نماز تو سب جگہ ہے وہاں بھی ہے مگر عرفات میں جانا ہی سب کچھ ہے حج اسی کا نام ہے کہ نویں تاریخ کی نصف النہار (زوال) کے بعد سے دس ذی الحجہ کی صبح تک کسی ایک منٹ میں ایک قدم عرفات کے اندر رکھ دے۔ بس اس وقت میں اگر کسی وقت بھی ایک قدم عرفات میں پڑ گیا خواہ جاگتے ہوئے یا سوتے ہوئے ہوش میں یا بے ہوشی میں تو حاجی بن گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوف عرفات کی حقیقت دربار شاہی کی حاضری ہے۔ جب ہی تو اس میں اور کچھ شرط نہیں صرف ایک قدم وہاں ڈال دینا شرط ہے۔

(السوال فی شوال ملحقہ سنت ابراہیم ۱۷۸)

مزدلفۃ میں مغرب وعشاء کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے

سوال:- مزدلفۃ میں پہلے عشاء کی نماز پڑھیں یا مغرب کی اور صاحب ترتیب بھی پہلے عشاء پڑھے یا مغرب؟

جواب:- پہلے مغرب پڑھیں پھر عشاء اور اگر اس کے برعکس کرلیا تو بترتیب اعادہ واجب ہے، لیکن اگر اعادہ نہ کیا تو طلوع فجر سے دونوں صحیح ہوگئیں۔ (امداد الفتاوی ۱۸۳ ج ۲)

مشعر حرام میں ٹھہرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی مصلحت

فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِنۡ عَرَفَاتٍ فَاذۡكُرُوا اللهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ

(ترجمہ وتفسیر) پھر جب تم عرفات میں ٹھہر کر وہاں سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس مزدلفہ میں آکر رات کو وہاں قیام کر کے خدا تعالیٰ کو یاد کرو اور یاد کرنے کے طریقہ میں اپنی رائے کو دخل مت دو اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو اللہ نے بتلا رکھا ہے۔

(بیان القرآن ص ۱۱۴ ج ۱)

فائدۃ:- مشعر حرام مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے، مشعر الحرام میں ٹھہرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ یہاں اہل جاہلیت باہم تفاخر اور نمود (یعنی ایک دوسرے پر فخر اور دکھلاوے) کے لئے قیام کرتے تھے، اس کے بدلہ میں کثرت سے ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا کہ ان کی اس عادت کا خاتمہ ہو اور ایسی جگہ توحید بیان کرنا گویا ان کو اس پر برانگیختہ کرنا ہے کہ دیکھیں تم خدا تعالیٰ کی یاد زیادہ کرتے ہو یا اہل جاہلیت کی طرح اپنے مفاخر کا زیادہ ذکر کرتے ہو۔

(المصالح العقلیۃ ص ۱۸۳)

تنبیہ:- قریش نے دستور نکال رکھا تھا کہ تمام حجاج تو عرفات ہو کر پھر وہاں سے مزدلفۃ کو آتے تھے اور یہ مزدلفۃ ہی میں رہ جاتے تھے، عرفات نہ جاتے تھے یہ جائز نہیں۔

(بیان القران ص ۱۱۴ البقرۃ)

فصل

رمی، ذبح، حلق کی ترتیب اور ان کی تفصیل

سوال:- ذبح حلق کے بعد کرے یا پہلے؟

جواب:- **فی الدر المختار ثم بعدالرمی ذبح ثم قصر الخ** اس سے یہ ترتیب معلوم ہوئی اول رمی پھر ذبح پھر حلق۔ (امداد الفتاوی ص ۴۷ اج ۲)

رمی کی تفصیل

وَاذْكُرُوا اللهَ فِي اَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ الاية (پ بقرہ)

(ترجمہ وتفسیر) اور منیٰ میں خاص طریقہ سے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک۔

وہ خاص طریقہ کنکریوں کا خاص تین پتھروں پر مارنا ہے اور وہ کئی روز ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں، بارہویں تاریخیں ہیں یا تیرہویں بھی کہ ان میں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ پھر جو شخص کنکریاں مار کر دسویں تاریخ کے بعد دو دن میں مکہ واپس آنے میں تعجیل (جلدی) کرے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو شخص ان دو دن میں واپسی مکہ میں تاخیر کرے یعنی بارہویں کو نہ آئے بلکہ تیرہویں کو آئے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ (بیان القرآن)

کنکری مارنے کا وقت اور نہایت اہم مسئلہ

مسئلہ:- مزدلفہ سے منیٰ میں دسویں تاریخ آ کر وہاں تین پتھر ہیں ان میں بڑا پتھر جو جمرہ عقبیٰ کہلاتا ہے اس کو سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے۔ اور اس

کنکری مارنے کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے، پھر گیارہویں بارہویں، تاریخوں میں تینوں پتھروں کوسات کنکری مارے اوران دنوں میں کنکری مارنے کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ پھراگر چاہے مکہ چلا آئے جائز ہے اوراگر وہاں تیرہویں تاریخ کی صبح ہوگئی تواس روز میں پھر تینوں پتھروں کوکنکریاں مارنا ضروری ہے۔ البتہ پہلے دن کے مثل اس میں بھی طلوع صبح صادق کے اس کا وقت آجاتا ہے آیت میں تعجیل وتاخیر اسی کوفرمایاہے۔

رمی جمار سے مقصود اللہ کا ذکر ہے

رمی جمار کرنے میں وہی راز ہے جو خاص حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رمی جمار خداتعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ باقی کنکریوں کا ہونا ذکر کی تعیین کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر کنکری پھینکنے کے ساتھ اللہ اکبر کہنا مشروط ہے۔

ابوداؤد وترمذی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ وَالسَّعْیُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَرَمْیُ الْجِمَارِ لِاِقَامَۃِ ذِکْرِ اللہِ لَالِغَیْرِہٖ.** (ابوداؤد، ترمذی)

یعنی کعبہ کا طواف اورصفا ومروۃ کے درمیان سعی اوررمی جمار (یعنی کنکریاں مارنا) صرف اللہ کی یاد قائم کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے (المصالح العقلیہ ص ۱۸۳)

یعنی گو ظاہر میں دیکھنے والوں کو تعجب ہوسکتا ہے کہ اس گھومنے، دوڑنے اور کنکریاں مارنے میں عقلی مصلحت کیا ہے؟ مگر تم مصلحت مت ڈھونڈو یوں سمجھو کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس کے کرنے سے اس کی یاد ہوتی ہے اوراس سے تعلق بڑھتا ہے اورمحبت کا امتحان ہوتا ہے کہ جو بات عقل میں بھی نہیں آئی حکم سمجھ کر اس کو بھی مان لیا، پھرمحبوب کے گھر کے ذرہ ذرہ پر قربان ہونا اسکے کوچہ میں دوڑے پھرنا کھلم کھلا عاشقانہ حرکات ہیں۔

(حیواۃ المسلمین ملحقہ اصلاحی نصاب ۱۱۹)

رمی جمار یعنی کنکریاں مارتے وقت کیا نیت کرنا چاہئے

رمی جمار یعنی کنکریاں پھینکنے میں یہ ارادہ کرے کہ غلامی اور بندگی ظاہر کرنے کے لئے امر کی اطاعت کرتا ہوں۔اور عقل و نفس کو دخل دیئے بغیر صرف تعمیل ارشاد کے لئے اٹھتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کا بھی قصد کرے کہ اس مقام پر آپ کو شیطان مردود ظاہر ہوا تھا تا کہ آپ کے حج میں کچھ شبہ ڈال دے یا کسی معصیت میں مبتلا کرے،تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا کہ اس کے دفع کرنے اور اس کی امید ختم کرنے کے لئے اس کو کنکریاں مارو۔

اس پر اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تو شیطان ظاہر ہوا تھا اور آپ نے اسکو دیکھا تھا اسلئے اس کو مارا تھا ہم کو تو شیطان دکھائی نہیں دیتا پھر کنکریاں مارنے سے کیا غرض؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ شیطان کی طرف سے ہے اس نے شبہ تمہارے دل میں ڈالا ہے تا کہ رمی جمار کا تمہارا ارادہ سست پڑ جائے۔اور تمہارے خیال میں یہ آئے کہ یہ فعل ایسا ہے جس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ایک کھیل کی سی صورت ہے۔اس میں کیوں مشغول ہوتے ہو۔لہٰذا خوب کوشش اور مضبوطی کے ساتھ شیطان کو ذلیل کرنے کی نیت سے کنکریاں مار کر اپنے دل سے اس اعتراض کو رفع کرو۔اور جان لو کہ اگرچہ کنکریاں پتھر پر مارتے ہیں لیکن واقع میں شیطان کے منہ پر مارتے ہیں اور اس کی پیٹھ پر مارتے ہیں۔کیونکہ اس کی ذلت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حکم کی بجا آوری کریں جس کی تعمیل میں نفس وعقل کو کچھ دخل نہیں صرف اسکی تعظیم ملحوظ ہے۔

(المصالح العقلیہ ص ۱۸۴)

رمی جمار یعنی کنکری مارنے میں لغوحرکت

ایک بزرگ سہارنپور کے رہنے والے کہتے تھے کہ ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ جمرۃ پر ایک بڑا سا جوتا مار رہا تھا اور شیطان کو خطاب کر کے یہ کہتا جاتا تھا کہ ارے کمبخت اے خبیث تو نے فلانے دن فلاں حرکت کرائی تھی، جب اسے ایک بات یاد آئی ادھر ایک جوتا دیا، حالانکہ یہ حرکت بھی شیطان ہی کی تھی۔ کسی نے اس سے کہا کہ یہ کیا جہالت ہے؟ تو کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اسکے طرف دار ہوادھر میری طرف آؤ تو تمہیں بھی بتادوں ۔ پھر بھلا کچھ کہنے کی کسی کو کیا غرض تھی۔

بعض سپاہیوں کو میں نے سنا ہے کہ (جمرۃ کو) گولی مارتے ہیں (یہ حرکت بالکل لغو ہے کیونکہ) اب وہاں شیطان کہاں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔لیکن یہ حرکت لغو غیر مشروع ہے کیونکہ شیطان وہاں بیٹھا نہیں جسے مارتے ہو۔

(روح الحج والثج سنت ابراہیم ۳۹۷)

حج کے موسم میں ایک شخص جمرہ عقبہ پر بجائے کنکریوں کے جوتے مار رہا تھا اور کہتا جارہا تھا کہ مردود شیطان تو نے مجھ سے فلاں دن یہ گناہ کرایا یہ کہتا جاتا اور جوتے مارتا جاتا تھا۔ یہ حرکت بہت بری تھی، ایک تو گناہوں کو یاد کرنا پھران کو ظاہر کرنا۔

(اکمال العدۃ، برکات رمضان ص ۴۳۹)

فصل

قربانی اور طواف زیارت

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (پ۱۷)
(ترجمہ وتفسیر) پھر قربانی کے بعد لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں یعنی احرام کھول ڈالیں، اور سر منڈالیں یا بال کٹادیں اور ناخن اور لب بنوالیں، اور اپنے واجبات کو یعنی جو افعال حج کے واجب ہیں جیسے رمی جمار کہ ایام منی میں ہوتی ہے ان سب کو پورا کریں اور اس مامون گھر یعنی خانہ کعبہ کا طواف کریں یہ طواف زیارت کہلاتا ہے جو کہ فرض ہے۔
(بیان القرآن پ۱۷ سورہ حج ۷۰)
فائدۃ:- افعال حج میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں اخیر فعل طواف زیارت ہے وہ ذی الحجۃ کی دسویں تاریخ کو ہوتا ہے اور بعض افعال واجب پھر بھی رہ جاتے ہیں جو بعد کی تاریخوں میں ادا ہوتے ہیں۔ (بیان القرآن ج۱ ص۱۱۳)

حج میں کس حاجی کے لئے جانور ذبح کرنا ضروری ہے

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (پ ۲ بقرہ)
(ترجمہ وتفسیر) حج وعمرہ کے متعلق قربانی کرنا ہر ایک کے ذمہ نہیں بلکہ خاص جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر منتفع ہوا ہو، یعنی ایام حج میں عمرہ بھی کیا ہو تو فقط اس کو ضروری ہے کہ جو کچھ قربانی میسر ہو ذبح کرے اور جس نے صرف عمرہ کیا ہو یا صرف حج کیا ہو اس پر حج یا عمرہ کے متعلق کوئی قربانی نہیں۔
مسئلہ:- تمتع اور قران جن میں ایام حج میں عمرہ اور حج دونوں جمع کئے جائیں (ان میں حاجی پر)

ایام قربانی (یعنی دسویں گیارہویں بارہویں ذی الحجہّ میں حد حرم کے اندر ایک جانور ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔ (بیان القرآن ۱۱۲ج ۱)

جو جانور ذبح نہ کر سکے اسکے لئے حکم

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔ (پ۲ بقرۃ)

(ترجمہ وتفسیر) پھر ایام حج میں حج وعمرہ کو جمع کرنے والوں میں سے جس شخص کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو مثلاً غریب ہے تو اسکے ذمہ بجائے قربانی کے تین دن کے روزے ہیں ایام حج میں کہ ان ایام کا آخر نویں تاریخ ذی الحجہ کی ہے اور سات دن کے روزے (اس وقت رکھنے ہیں) جب کہ حج سے تمہارے لوٹنے کا وقت آجائے یعنی حج کر چکو خواہ لوٹنا ہو یا وہاں رہنا ہو، یہ پورے دس دن کے روزے ہوئے۔

مسئلہ:- جسکو قدرت نہ ہو (یعنی جسکو جانور ذبح کرنے کی قدرت نہ ہو) تو اسکے عوض میں دس روزے رکھنے ضروری ہیں تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کردے اور جب حج کر چکے سات اس وقت رکھ لے خواہ وطن آکر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے۔ اور اگر دسویں سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکا۔ تو اب قربانی ہی کرنی پڑے گی۔

(بیان القران ۱۱۳ج ۱)

دم شکر (یعنی حج میں جانور ذبح کرنا) کس حاجی پر واجب ہے

سوال:- حج کے بعد دم شکر یہ کیسا ہے اور اغنیاء اور مساکین پر کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب:- دم شکر قارن و متمتع پر واجب ہے اور مفرد کے لئے مستحب ہے، کذا فی الدر المختار اور اس دم (جانور) سے کھانا غنی وفقیر اور خود مہدی کو (یعنی جانور ذبح کرنے والے کو) جائز ہے۔

(امداد الفتاوی ۱۷۷ج ۲)

خود محرم حاجی جانور ذبح کرسکتا ہے یا نہیں

سوال:- قربانی یا شکریہ کا جانور محرم ذبح کرے یا نہیں؟

جواب:- فی الدر المختار ولہ ای للمحرم ذبح شاۃ الخ۔ اس سے جواز معلوم ہوا۔ (امداد الفتادی ص ۱۷۴ ج ۲)

مسافر قربانی کرنے پر قادر ہو تب بھی اس پر قربانی واجب نہیں

سوال (۶۲۳) مسافر جو مکان میں صاحب نصاب ہے اس کو حالت سفر میں اگر قربانی وفطرہ دینے کی قدرت ہے تو اس پر قربانی یا فطرہ واجب ہوگا یا نہیں۔ اور اگر فی الحال سفر میں مقدار نصاب مال ساتھ نہیں ہے لیکن بوقت ضرورت منگانے پر قادر ہے، ایسے شخص پر کیا حکم ہے؟

(الجواب) ایسے مسافر پر نہ صدقہ فطر واجب ہے نہ قربانی۔ اور اگر اس مسافر کے پاس نصاب ساتھ ہی موجود ہو تو قربانی پھر بھی واجب نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے، لیکن اگر ایام قربانی میں مقیم ہو گیا تو پھر قربانی واجب ہو جائے گی، سفر سے مراد سفر شرعی ہے۔ **وتجب الاضحیۃ، وشرائطھا الاسلام والاقامۃ والیسار** ۔ (درمختار)

(امداد الفتاوی جلد ۳ ص: ۵۵۹)

نہایت اہم مسئلہ

حاجی پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب ہے یا نہیں

سوال:- متمتع پر جو شکر نعمت کے واسطے جانور ذبح کرنا لازم ہے، اس کے علاوہ مالدار مسافر پر بھی عید الاضحیٰ کی قربانی لازم ہے یا نہیں؟

(جواب) یہ شخص شرعاً اگر مقیم ہوگیا ہے (پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی وجہ سے) تو بشرط غنا (یعنی مالداری کی شرط کے ساتھ) اس پر عیدالاضحیٰ کی قربانی مستقل واجب ہے۔اوراگر شرعاً مسافر قاصر الصلوٰۃ ہے (یعنی مقیم نہیں بلکہ مسافر ہے نماز میں بھی قصر کرتا ہے تو ایسے شخص پر قربانی) واجب نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ۱۷۷ج ۲)

تنبیہ

اگر جانور ذبح کرنا ہوتو چھری خوب تیز کرو اس کو ترسا کر مت مارو گلا گھونٹنے میں جانور کو کس درجہ تکلیف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا ہے۔(تعلیم الدین ص ۸۳)

فصل

طواف اورسعی

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ . (سورة بقره پ ۲)

صفاومروۃ اوران کے درمیان میں سعی کرنامن جملہ یادگاردین خداوندی ہیں۔

(بیان القرآن)

فائدہ:-صفا ومروۃ مکہ میں دو پہاڑیاں ہیں حج وعمرہ میں کعبہ کا طواف کرکے ان کے درمیان میں بھی دوڑتے چلتے ہیں جسکوسعی کہتے ہیں (بیان القرآن ص ۸۹ سورہ البقرہ)

صفاومروۃ کے درمیان جوکہ خانہ کعبہ کا چوک ہے سعی کرنی ایسی ہے کہ جیسے غلام اپنے بادشاہ کے محل کے چوک میں بار بار آتا جاتا ہواس خیال سے کہ خدمت میں اپنا خلوص ظاہر کرے تاکہ نظررحمت سے سرفراز ہو۔ (المصالح العقلیہ ص ۱۷۵)

صفاومروۃ وہاں دو پہاڑیاں تھیں اب ان کا نشان باقی ہے اس وقت جنگل میں تھیں، اب ان کے درمیان بہت بڑا بازار ہے۔حضرت ہاجرہؓ پریشانی میں پانی کی تلاش کے واسطے ایک پہاڑی پر چڑھیں تاکہ دیکھیں کہ کہیں پانی تونہیں ہے ادھرادھرنظردوڑائی کہیں پانی نظر نہ پڑا، وہاں سے اترکردوسری پہاڑی کی طرف جانے لگیں اوراسماعیل علیہ السلام کو برابردیکھتی جاتی تھیں،حضرت ہاجرہؓ کا یہ بےتابانہ اورمضطربانہ پانی کی تلاش میں دوڑنا ایسا پسند آیا کہ قیامت تک کے لئے اس کوحج میں داخل فرمادیا۔

(الضحایا، ملحقہ سنت ابراہیم ۱۳۶-۱۳۷)

صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کی عقلی مصلحت

اس میں راز یہ ہے کہ جیسے کوئی بادشاہ کے پاس داخل ہو، اور پھر باہر نکلے اور یہ نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے متعلق کیا حکم کرے گا، (میری درخواست اور معافی اور میرے اوپر رحم کرنے کو) منظور فرمائے گا یا نامنظور تو دربار کے چوک میں بار بار آتا جاتا ہے۔ اس امید سے کہ اگر پہلی دفعہ رحم نہ کرے گا تو دوسری بار میں رحم کرے گا۔ اسی طرح سعی کرنے والا کرتا ہے۔

(المصالح العقلیہ ص ۱۷۵)

سعی کرنے کا فقہی حکم

مسئلہ:- صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنا امام احمدؒ کے نزدیک سنت مستحبہ ہے۔ اور امام مالک وامام شافعی رحمتہ اللہ علیہما کے نزدیک فرض ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے کہ اس کے ترک سے ایک بکری ذبح کرنا پڑتی ہے۔ (بیان القرآن سورۃ بقرہ ۹۰)

طواف میں شانے ہلانا اور دوڑنا

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اب طواف میں شانے (مونڈھے) ہلاتے ہوئے دوڑنا اور شانوں کو چادر سے باہر نکال لینا کس وجہ سے ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مکہ میں قوت دے دی اور کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا، اور یہ فعل شروع ہوا تھا ان ہی کو اپنی قوت دکھلانے کے لئے جیسا کہ روایات میں آیا ہے، اور باوجود اس کے کہ اب مصلحت نہیں رہی، مگر ہم اس فعل کو نہ چھوڑیں گے جس کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں آپ کے اتباع اور آپ کے حکم سے کرتے تھے، کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حجۃ الوداع میں عمل فرمایا جبکہ مکہ میں ایک بھی کافر نہ تھا۔

(حیوۃ المسلمین ۱۱۹)

مقام ابراہیم اور اس کا حکم

(۱) فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنٰتٌ مَقَامُ اِبْرَاهِيمَ (آل عمران)
خانہ کعبہ میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے۔
(۲) وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى
اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو۔

فائدۃ:- مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی، اور اس پتھر میں آپ کے قدموں کا نشان بن گیا۔

(روح المعانی عن سعید بن جبیر)

اس نشان کا عجیب ہونا تو ظاہر ہے لیکن اس نشان کا کعبہ کی طرف منسوب کرنا اس وجہ سے ہے کہ یہ بات کعبہ کی عمارت کے تعلق سے اس میں پیدا ہوئی اور اب وہ پتھر خانہ کعبہ سے ذرا فاصلہ پر ایک محفوظ مکان میں رکھا ہے۔

(بیان القرآن آل عمران پ۴-ص۴۲)

فائدۃ:- مقام ابراہیم ایک خاص پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ کی عمارت بنائی ہے وہ کعبہ کے پاس ایک محفوظ جگہ رکھا ہے وہاں نفلیں پڑھنا ثواب ہے، اور جب طواف کرے تو اس وقت دو رکعت پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔

فائدۃ:- آیت میں جو مقام ابراہیم کو باوجود صغیر ہونے کے (یعنی مقام ابراہیم کے چھوٹا ہونے کے باوجود) مُصَلًّی فرمایا ہے (کہ اس جگہ نماز پڑھو) سو صغر (یعنی جگہ کا چھوٹا ہونا) اس سے مانع نہیں۔ کیونکہ اس پر صرف قدم رکھنے سے بھی مصلیٰ ہونا صادق آتا ہے، باقی یہ بات کہ اب اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصل مقصود اسی کو محل صلوٰۃ بنانا ہے باقی اس کا محل مجاور (یعنی اس سے متصل اور قریب جگہ) بھی اسی کے تابع ہونے سے اسی کے حکم میں ہے، جیسا مسجد حرام یا مسجد نبوی میں جو زائد ہوا ہے وہ اسکے تابع ہے۔

(بیان القران ۶۹ ج۱)

فصل

میلین اخضرین کی حقیقت

سوال:۔ حج خانہ کعبہ میں میلین اخضرین پر سعی کرنے کا حکم ہے۔اس کی کیا بنیاد ہے، میلین کیا چیز ہیں، کیوں بنائے گئے ہیں سنا جاتا ہے کہ یہ دونوں شیطان تھے، پتھر ہوگئے ہیں۔ تسکین بخش جواب تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ حضرت ہاجرۃ علیہا السلام جب پانی کی تلاش کرنے کے لئے کوہ صفا پر چڑھیں پھر دوڑ کر مروہ پر پہنچیں، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بچے تھے، ان کو دیکھتی جاتی تھیں اس مقام پر نشیب تھا اس لئے اس مقام کو دوڑ کر قطع کرتی تھیں۔اب دونشان اس پر بنادیئے گئے ہیں (یہی میلین اخضرین ہیں) اور وہ عمل جاری ہے (امدادالفتاوی ۱۶۹ ج ۲)

صفاومروۃ دونوں پہاڑیوں کے درمیان ایک نشیب (گڑھا) تھا حضرت ہاجرۃؓ پانی کی تلاش میں جب وہاں پہنچیں تو اسماعیل علیہ السلام نظروں سے غائب ہوگئے، اس لئے اس کو دوڑ کر قطع کیا تاکہ جلدی پھر وہ پیش نظر ہوجائیں، اور وہاں سے نکل کر دوسری پہاڑی پر جاکر نظریں دوڑائیں لیکن کہیں پانی نہ ملا، وہاں سے اتریں تو پھر صبر نہ آیا اور اسی طرح پھر پہلی پہاڑی پر پہنچیں کہ شاید اب پانی نظر آئے۔ اسی بے چینی میں وہ سات مرتبہ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آئی گئیں۔حضرت ہاجرۃ کا یہ بے تابانہ ومضطربانہ پانی کی تلاش میں دوڑنا (حق تعالیٰ) کو ایسا پسند آیا کہ قیامت تک کے لئے اس کو حج میں داخل فرمادیا۔(صفاومروۃ کے درمیان) اب وہ گڑھا تو نہیں رہا مگر نشان کے لئے اسکے ابتداء وانتھا پر دو پتھر لگے ہیں (ان ہی کو میلین اخضرین کہتے ہیں) صفاومروۃ کے درمیان جب چلتے ہیں تو ان دو پتھروں کے بیچ میں دوڑ کر چلتے ہیں (اسی کو سعی کہتے ہیں)

(الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم ۱۳۶-۱۳۷)

حضرت ہاجرۃ اور اسماعیل علیہما السلام کا واقعہ اور آب زمزم کی تاریخ

حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوار (دودھ پیتے) بچے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ہاجرۃ کو مع ان کے بچے کے مکہ معظّمہ کے میدان میں چھوڑ دو، اللہ اکبر! کیسے حکم کی امتثال کرنے والے تھے کہ اس وادی میں جہاں نہ پانی تھا نہ دانہ ذرا بھی خیال نہ کیا کہ ان کا حشر کیا ہوگا، فوراً ان کو وہاں لے جا کر چھوڑ دیا، خیر ابرہیم علیہ السلام تو پھر بھی مرد تھے اور صاحب وحی تھے لیکن ہاجرۃ ان کی بیوی تو صاحب وحی نہ تھیں اس حالت میں کہ دودھ پیتا بچہ ساتھ، اور میدان ایسا کہ وہاں نہ دانہ نہ پانی اور احتمال یہ کہ کوئی بھیڑ یا یا کوئی درندہ آ کر کھا جائے، لیکن ان سب باتوں کا کچھ خیال نہیں کیا۔ سوال کیا بھی تو کیا؟ یہ پوچھا کہ ہم کو آپ یہاں اپنی رائے سے چھوڑے جاتے ہیں یا خدا کا حکم ہے؟ فرمایا خدا کا حکم ہے کہنے لگیں اِذاً لَایُضِیُعُنَا جب یہ خدا کا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہ کریں گے۔ دیکھئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس جملہ سے کہ یہ حکم خدا وندی ہے ان کو بالکل اطمینان ہوگیا۔ کیسی قوت توکل حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھوڑا سا پانی ان کے لئے اور کچھ کھجوریں دے گئے تھے پانی ختم ہوگیا۔ اب اسماعیل علیہ السلام کو پیاس لگی۔ وہاں دو پہاڑیاں تھیں صفا اور مروۃ ان کا اب بھی نشان باقی ہے۔ اس وقت جنگل میں تھیں۔ اب ان کے درمیان بہت بڑا بازار ہے۔ حضرت ہاجرہ پریشانی میں پانی کی تلاش کے واسطے ایک پہاڑی پر چڑھیں تا کہ دیکھیں کہیں پانی تو نہیں ہے۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی کہیں پانی نظر نہ پڑا۔ وہاں سے اتر کر دوسری پہاڑی کی طرف جانے لگیں۔ اور اسماعیل علیہ السلام کو برابر دیکھتی جاتی تھیں، ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان میں ایک نشیب تھا جب وہاں پہنچیں تو اسماعیل علیہ السلام ان کی نظروں سے غائب ہو گئے اس لئے اسکو دوڑ کر قطع کیا تا کہ جلدی پھر وہ پیش نظر (یعنی نگاہوں کے سامنے) ہو جائیں، اور وہاں سے نکل کر دوسری پہاڑی پر

جا کر نظر دوڑائی لیکن کہیں پانی نہ ملا، وہاں سے اتریں تو پھر صبر نہ آیا اور اسی طرح پھر پہلی پہاڑی پر پہنچیں کہ شاید اب پانی نظر آئے۔ اسی بے چینی میں وہ سات مرتبہ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر گئیں۔ اس مضطربانہ (اور بے قراری کی) حرکت پر حق تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی۔ اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جا کر اسماعیل علیہ السلام کے لئے اپنے بازو سے پانی زمین سے نکالو، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور جہاں اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بے تاب ہو کر رو رہے تھے۔ ایڑی ماردی وہاں سے پانی کا چشمہ ابلا جس کا نام اس وقت زمزم ہے، یہ تو قصہ ہے۔

باقی میرا مقصود اس سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے مقبول بندوں کا بعض فعل پسند آجاتا ہے گو وہ بطور عبادت کے بھی نہ ہو یوں ہی علی سبیل العادۃ ہی ہو۔ دیکھو تمہاری اولاد یا کوئی عزیز ہو اور اس سے محبت ہو یا کوئی محبوب ہو تو اسکے کمالات تو پسند آتے ہی ہیں اس کی معمولی حرکتیں بھی پسند آتی ہیں۔ حتیٰ کہ بچہ کا پیشاب پاخانہ بھی پسند آتا ہے مثلاً بچہ کو قبض ہو گیا اب تم بے چین ہو حکیم صاحب سے رجوع کیا انہوں نے دوا دی اور ماں نے اسی روز عمدہ جوڑا بدلا تھا اس نے اسی پر پاخانہ کر دیا تو ماں ذرا بھی غصہ اور پریشان نہ ہوگی بلکہ شکر کرے گی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے بچہ کو صحت ہوئی اور کپڑوں کی کیا پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور دیں گے جب ماں کی یہ کیفیت ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو ماں سے بھی زیادہ محبت ہے۔ اگر اسکو بھی اپنے مقبول بندوں کی عادتیں اور حرکتیں پسند ہوں بشرطیکہ معصیت نہ ہوں تو کیا تعجب ہے۔ چنانچہ حضرت ہاجرہؓ کا یہ بے تابانہ اور مضطربانہ پانی کی تلاش میں دوڑنا ایسا پسند آیا کہ قیامت تک کے لئے اسکو حج میں داخل فرما دیا۔ اب وہ گڑھا تو نہیں رہا مگر نشان کے لئے اسکی ابتدا و انتہاء پر دو پتھر لگے ہیں۔ جب صفا و مروۃ کے درمیان چلتے ہیں تو ان دو پتھروں کے بیچ میں دوڑ کر چلتے ہیں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے نے بطور عادت کے) کوئی کام خود کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا اور اس کو عبادت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے پسند آنے کی قید اسلئے بڑھائی

کہ کسی فعل کے عبادت ہونے کے لئے محض رائے (واجتہاد اور عقیدت) کافی نہیں تاوقتیکہ وحی سے اس کی تائید وتقویت نہ ہو۔ (جیسے حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے قصہ میں کہ) اللہ تعالیٰ کو ان کا دوڑنا پسند آ گیا اور اسکو عبادت بنا دیا۔ (الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم ۱۳۶)

آب زمزم یا دم کیئے ہوئے پانی سے استنجا کرنا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دم کئے ہوئے پانی کو غسل کے پانی میں ملانا اس سے احترام میں تو کوئی فرق نہ آئے گا؟ فرمایا اس کا احترام اس درجہ ضروری نہیں۔ البتہ جو پانی اپنی ذات میں محترم ہو اس کا احترام ضروری ہے۔ جیسے زمزم شریف اس کا احترام ضروری ہے اس سے استنجا وغیرہ ممنوع ہے۔ (افاضات الیومیہ ۲۴۵ جزء ثانی)

فصل

حج بدل

اس حج کو جو دوسرے کی طرف سے کیا جاتا ہے حج بدل کہتے ہیں۔

مسئلہ:- اگر کسی کے ذمہ حج فرض تھا اور اس نے سستی سے دیر کر دی پھر وہ معذور ہو گیا مثلاً اندھا ہو گیا یا ایسی بیماری (اور کمزوری) لاحق ہو گئی کہ سفر کے قابل نہیں رہا تو اس کو حج بدل کی وصیت کر جانا چاہئے۔ (بہشتی زیور ۱۶۵ ج ۳)

حج بدل کرنے والے کے لئے اس کا پہلے سے حاجی ہونا ضروری نہیں

ہمارے اس مسلک کی دلیل (کہ حج بدل کرنے والے کے لئے اس کا پہلے سے حج کئے ہونا ضروری نہیں، بلکہ جس نے حج نہ کیا ہو وہ بھی حج بدل کر سکتا ہے۔ ہمارے اس مسلک کی دلیل حدیث شریف میں) جھینہ کا سوال اور رسول اللہ ﷺ کا ان کو ان لفظوں سے جواب دینا ہے 'کیا تجویز کرتی ہو تم اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا؟' الحدیث یہ حدیث بخاری شریف ۲۵۰ ج ۱ میں ہے۔

سو جب رسول اللہ ﷺ نے حج عن الغیر کو قضاء دین کے ساتھ ملحق فرمایا اور قضاء دین (یعنی دوسرے کا قرضہ ادا کرنے) میں اپنا قرض پہلے ادا کرنا مشروط نہیں ہے، تو اسی طرح حج عن الغیر کا بھی یہی حکم ثابت ہوا کہ اس کے ادا کرنے میں بھی اپنی طرف سے پہلے حج کرنا شرط نہیں۔ "تلخیص جبیر" میں یہ تفصیل مذکور ہے۔

(امداد الفتاوی ۱۷۹ سوال ۲۶۱ ج ۲)

حج بدل کی وصیت سے متعلق ضروری احکام

مسئلہ:- بغیر وصیت کئے مردہ کے مال میں سے حج بدل کرانا درست نہیں ہے، ہاں اگر سب وارث خوشی سے منظور کرلیں تو جائز ہے اور انشاء اللہ حج فرض ادا ہوجائے گا، مگر نابالغ کی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں (بہشتی زیور)

مسئلہ:- اگر عورت اتنا مال چھوڑ کر مری ہو کہ قرض وغیرہ دے کر تہائی مال میں سے حج بدل کراسکتے ہیں تب تو وارث پر اسکی وصیت کا پورا کرنا اور حج بدل کرانا واجب ہے۔ اور اگر مال تھوڑا ہے کہ ایک تہائی میں سے حج بدل نہیں ہوسکتا تو اس کا ولی حج نہ کرائے۔ ہاں اگر ایسا کرے کہ تہائی مال مردے کا دے۔ اور جتنا زیادہ لگے وہ خود دے دے تو البتہ حج بدل کراسکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ مردے کا تہائی مال سے زیادہ نہ دے۔ ہاں اگر اس کے سب وراث بخوشی راضی ہوجائیں کہ ہم اپنا حصہ نہ لیں گے تم حج بدل کرادو، تو تہائی مال سے زیادہ لگا دینا بھی درست ہے۔ لیکن نابالغ وراثوں کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں ہے اس لئے ان کا حصہ ہرگز نہ لے۔

مسئلہ:- اگر وہ حج بدل کی وصیت کرکے مرگئی لیکن مال کم تھا اس لئے تہائی مال میں حج بدل نہ ہوسکا اور تہائی سے زیادہ لگانے کو وراثوں نے خوشی سے منظور نہ کیا اسلئے حج نہیں کرایا گیا تو اس بے چاری پر کوئی گناہ نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۶۵ ج ۳)

حج اصغر و حج اکبر کی حقیقت اور غلط فہمی کا ازالہ

حج کے رنگ کی ایک دوسری عبادت اور بھی ہے یعنی عمرہ جو سنت موکدہ ہے۔ جس کی حقیقت حج ہی کے بعض عاشقانہ افعال ہیں۔ اسی لئے اس کا لقب حج اصغر ہے۔ [۱]
(حیٰوۃ المسلمین ۱۳۲)

---

(۱) چونکہ عمرہ کو حج اصغر یعنی چھوٹا حج کہا جاتا ہے اس سے ممتاز کرنے کے لئے حج کو حج اکبر کہا گیا اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی اصطلاح میں ہر سال حج حج اکبر ہی ہے عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی حج اکبر ہے اسکی اصلیت اس کے سوا نہیں ہے کہ اتفاقی طور پر جس سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع جمعہ ہوا تھا یہ اپنی جگہ فضیلت ضرور ہے مگر آیت مذکورہ (یوم الحج الاکبر) کے مفہوم سے اس کا تعلق نہیں (معارف القران سورہ توبہ)

حج اکبر عوام الناس اس حج کو کہتے ہیں۔ جو جمعہ کو واقع ہو، مگر یہ کوئی شرعی اصطلاح نہیں ہے، شرعی اصطلاح میں تو مطلق حج کو حج اکبر کہتے ہیں جو عمرہ کے مقابلہ میں ہے، عمرہ کو اصطلاح شریعت میں حج اصغر کہا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں حج کو حج اکبر فرمایا گیا خواہ حج جمعہ کو واقع ہو یا غیر جمعہ کو ہر حالت میں حج کو حج اکبر کہیں گے۔

(الاضافات الیومیہ ص ۴۱۸ ج ۷)

عوام الناس میں جمعہ کے روز کے حج کا لقب حج اکبر مشہور ہے، یہ شریعت میں لفظی تحریف کرنا ہے، کیونکہ اطلاقات شرعیہ میں حج اکبر مطلق حج کو کہتے ہیں اُس عمرہ سے ممتاز کرنے کے لئے جس کو حج اصغر کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں جو شروع سورہ براءۃ میں ''یَوْمُ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ'' آیا ہے وہاں یہی تفسیر مراد ہے۔

اب (عوام الناس کی) نئی اصطلاح سے تفسیر میں غلطی کا احتمال ہے اور عوام اس کے اہتمام میں بھی بہت غلو کرتے ہیں۔ یہ شریعت میں تحریف معنوی یعنی بدعت ہے۔ البتہ حج یوم جمعہ کی فضلیت کا انکار نہیں ایک بڑی فضلیت یہی ہے کہ حضور ﷺ کا حج جمعہ کے روز واقع ہوا تھا، مگر عوام کی زیادتی بالکل بے اصل ہے۔

(احکام حج ملحقہ سنت ابراہیمؑ ۴۸۶)

حج بدنی عبادت ہے یا مالی یا مرکب

عبادت کی تین قسمیں ہیں بدنیہ محضہ، مالیہ محضہ، مرکب بدنیہ اور مالیۃ سے۔ (یعنی ایک وہ عبادت جس میں صرف مال خرچ ہوتا ہے اور دوسرے وہ جس میں صرف جان اور تیسرے وہ جس میں جان اور مال دونوں خرچ ہوتے ہیں)

حج اورقربانی عبادت بدنیہ ومالیہ ہیں (یعنی مال وبدن سے مرکب ہیں) فقہاء نے حج کے مرکب ہونے کی تو تصریح فرمائی ہے، یعنی حج کے اندر بذل نفس بھی ہے یعنی لمبا سفر کرنا، اورحج کے ارکان بھی بدن سے ادا ہوتے ہیں تو بدنی ہونا تو ظاہر ہے۔ رہا مالی ہونا سو مالی ہونا اس معنی کرتو ہے نہیں کہ مال خرچ کئے بغیر حج ہی نہ ہوسکے کیونکہ ہم ایسا شخص فرض کرتے ہیں جو مکّی ہے اور مفلس ہے اس نے قرآن وتمتع اس لئے نہیں کیا کہ وہ حنفی ہے۔ (اور حنفیوں کے نزدیک مکی کے لئے قرآن وتمتع نہیں ہے) اس نے افراد کیا اور تمام ارکان پیادہ ہی ادا کئے تو دیکھئے ٹکا بھی نہیں خرچ ہوا اور حج ادا ہوگیا تو حج اس معنی کرتو مالی نہ ہوا کہ بغیر مال کے اس کا تحقق ہی نہ ہو البتہ اس معنی کر مالی ہے کہ غالباً مال کا تلبس ہوتا ہے (یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مال کا خرچ اس میں ضرور ہوتا ہے) چنانچہ حجاج میں اکثر باہر کے ہوتے ہیں اور ان میں بھی بکثرت سفر کرکے سوار ہوکر زادراہ لے کر حج کو آتے ہیں تو گویا اکثر عادۃً مال کے ساتھ اس کا تعلق ضرور ہوتا ہے۔ گو باہر کے آنے والوں میں بہت سے باہمت مفلس لوگ پیادہ بھی آتے ہیں مگر بہ نسبت مالداروں کے ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔ زیادہ وہ لوگ ہیں جو زادراہ لیکر جاتے ہیں۔ اور یہ مطلوب بھی ہے اس معنی کر حج مرکب ہے بدنی اور مالی سے کہ غالب احوال میں مال بھی خرچ ہوتا ہے گو بغیر مال کے بھی ہوجاتا ہے جیسا کہ میں پہلے اس کی ایک صورت فرض کر چکا ہوں۔ مگر غلبہ (اور اکثر لوگوں) کی وجہ سے مرکب کہہ دیا۔ پس فقہاء نے حج کے مرکب ہونے کی تصریح فرمادی، البتہ قربانی کا مرکب ہونا کسی قول میں نظر سے نہیں گذرا لیکن غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ بھی مرکب ہے گو اس میں مالیت کی شان غالب ہو۔ مگر جس طرح بدنیت کے غالب ہونے اور مال سے من وجہ (تھوڑا بہت) تعلق ہونے کی وجہ سے حج کو مرکب کہہ دیا اسی طرح یہاں بھی مالیت کے غالب ہونے اور بدن سے من وجہ تعلق کی بنا پر اس کو بھی مرکب کہنا صحیح ہوسکتا ہے۔

(قربانی بدنی عبادت اسطرح ہے کہ) قربانی کا اصلی وظیفہ یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرو اور جانور کے ذبح کرنے میں ظاہر ہے کہ اتعاب بدن (یعنی جسم کو مشقت میں ڈالنا) ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پھر زکوۃ بھی مرکب ہونا چاہئے کیونکہ ہاتھ سے دینا پڑتا ہے اور اس میں بھی کسی قدر تعب ہے ہی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر طبیعت سلیمہ ہے تو سمجھ میں آجائے گا کہ مال کے خرچ کرنے میں معتدبہ (قابل اعتبار) اتعاب بدنی (جسمانی مشقت) نہیں اور قربانی میں واضح اتعاب (مشقت) ہے اسی واسطے ہر شخص سے نہیں ہوسکتی اور دینا تو بچہ بھی کرسکتا ہے۔

(روح الحج والشج ۲ ۳۷-۹ ۳۷- ملحقہ سنت ابراہیم)

فصل

حج میں دعاء کرنے والوں کی دوقسمیں

حق تعالیٰ نے (قرآن پاک میں) حاجیوں کی دعاء کا ذکر فرمایا ہے کہ حج میں دعاء کرنے والوں کی چند قسمیں ہیں اور گوان قسموں کا حج کے ساتھ ذکر ہورہا ہے مگر یہ تقسیم حاجیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام تقسیم ہے جس کا تحقق حج کے موقع میں بھی ہوجاتا ہے۔

پہلی قسم تو یہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَافِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَمَا لَهٗ فِي الْاٰ خِرَةِ مِنْ خَلَاقٌ.

(پ۲بقرۃ)

بعض لوگ تو وہ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جو کچھ دینا ہو دنیاہی میں دے دے۔اورآخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔

یہ فرقہ تو منکرآخرت ہے کیونکہ جوشخص آخرت کا قائل ہوگا وہ یہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کوسب کچھ دنیاہی میں دے دے، آخرت میں دینے کی ضرورت نہیں۔

اوردوسری قسم وہ ہے جو یوں کہتے ہیں

وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَقُوْلُ رَبَّنَا آتِناٰ فِيْ الْدُ نْيَا حَسَنَةً وَّ فِيْ اَلْآخِرَةِ حَسَنَةًوَّقِنَاعَذَابَ النَّار.

(پ۲بقرۃ)

کہ اے رب ہم کو دنیا میں بھی حسنہ (بھلائی) دے اورآخرت میں بھی حسنہ دے اورہم کوعذاب نار سے بچا''

یہاں تک دوقسمیں مذکور ہوئیں پہلی قسم کا مصداق تو کافر ہیں اور دوسری قسم کا مصداق عام مؤمنین ہیں۔ (تکمیل الانعام ص۸۶سنت ابراہیم)

کافر اور مسلمان کا فرق

ابن جریر نے حضرت مجاہد سے نقل فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب جب حج کے جملہ ارکان سے فارغ ہو جاتے تو جمرہ کے پاس آ کر ٹھہرتے اور اپنے آباواجداد کا بڑے فخریہ انداز میں تذکرہ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے نقل فرمایا ہے کہ عرب کی بعض قومیں ''موقف'' پرآ کر دنیا کی ترقی،خوشحالی اور سرسبزی وشادابی کی خوب دعائیں کرتیں اورآخرت کا کچھ تذکرہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَائَكُمْ اَوْاَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَعَلَّكُمْ تُحْشَرُوْن (پ۲ بقرہ)

(ترجمہ وتفسیر) جاہلیت میں بعضوں کی عادت تھی کہ حج سے فارغ ہوکر منیٰ میں جمع ہوکر اپنے آباء واجداد کے مفاخر وفضائل بیان کیا کرتے، حق تعالیٰ اس بے ہودہ شغل کے بجائے اپنے ذکر کی تعلیم فرماتے ہیں کہ پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کروتو حق تعالیٰ کا شکر و عظمت کے ساتھ ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء واجداد کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے بدرجہا بڑھ کر ہونا چاہیے، اور بعضوں کی عادت تھی کہ حج میں ذکر تو اللہ ہی کا کرتے تھے لیکن چونکہ آخرت کے قائل نہ تھے لہٰذا تمام ان کا ذکر صرف دنیا کے لئے دعاء مانگنا ہوتا تھا حق تعالیٰ صرف دنیا طلبی کی مذمّت بیان فرما کر اس کے بجائے خیر دارین (یعنی دونوں جہاں کی بھلائی) طلب کرنے کی ترغیب دینے کے لئے فرماتے ہیں سو بعضے آدمی جو کہ کافر ہیں ایسے ہیں جو دعاء میں یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جو کچھ دینا ہو دنیا میں دے دیجئے اور بس سو ان کو جو کچھ ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل رہے گا، اور ایسے شخص کو آخرت میں، آخرت کا

انکار کرنے کی وجہ سے کوئی حصّہ نہ ملے گا۔

اور بعضے آدمی جو مؤمن ہیں ایسے ہیں جو دعاء میں یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔ سو یہ لوگ اوپر کے لوگوں کی طرح بے بہرہ نہیں بلکہ ایسے لوگوں کو دونوں جہاں میں بڑا حصہ ملے گا ان کے اس عمل کی بدولت یعنی طلب خیر دارین کے، اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا ہے کیونکہ قیامت میں حساب ہوگا اور قیامت نزدیک آتی جاتی ہے۔ جب حساب جلدی ہونیوالا ہے تو وہاں کی بہتری کو مت بھولو۔

(بیان القرآن ص ۱۱۵ ج ۱)

باب ۵

حجراسود ایک کسوٹی ہے جس سے آدمی کی اصلی حالت ظاہر ہوجاتی ہے

یہ کیسے معلوم ہو کہ ہمارا حج مقبول ہوا یا نہیں

حج سے اخلاق کی تہذیب پر بھی خاص اثر پڑتا ہے (یعنی اس کے اخلاق کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے) اور اگر کوئی حاجی اس کے خلاف پایا جائے تو وہ ایک عارض کے سبب سے ہے وہ یہ کہ علماء محققین نے لکھا ہے کہ حجراسود میں کسوٹی کی خاصیت ہے۔یعنی اس میں یہ خاصیت ہے کہ اس کے استلام کے بعد جیسا شخص ہوتا ہے وہ اپنی اصلی خلقت میں ظاہر ہوجاتا ہے بعض لوگ حج سے پہلے ظاہر نہیں ہوتے کہ یہ اندر سے کیسے ہیں مگر حج کے بعد چھپا رہنا مشکل ہے، اصلی حالت ضرور کھل جاتی ہے۔

پس جس کی حالت حج کے بعد پہلے سے اچھی ہو جائے سمجھنا چاہیے کہ اس کا حج قبول ہوا، اور جس کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو جائے اس کے حج قبول نہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

شاید اس سے بعض لوگ یہ خیال کریں کہ پھر حج نہ کرنا چاہیے تا کہ قلعی نہ کھلے، اس کا جواب یہ ہے کہ حج نہ کرنے میں اس سے زیادہ اندیشہ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہوا اور وہ پھر بھی نہ کرے تو خدا کو پرواہ نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ پس اگر حج نہ کیا تو سوء خاتمہ کا اندیشہ زیادہ ہے اور حج کرنے میں تو صرف یہی اندیشہ ہے کہ قلعی کھل جائے گی وہ بھی اس وقت جب کہ اس کے آداب وشرائط کا لحاظ نہ کیا جائے، ورنہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ شوق اور محبت کے ساتھ آداب وشرائط کا لحاظ کرنے کے ساتھ

جو حج ادا کیا جاتا ہے اس سے دینداری میں ترقی ہو جاتی ہے۔

(الحج المبرور ملحقہ سنت ابراہیم ص ۲۶۹)

حج مقبول ہونے کی ایک علامت

یاد رکھئے! حج مقبول ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ دوبارہ وہاں پھر جانے کا شوق دل میں پیدا ہو اور جو شخص وہاں سے آکر پھر دوبارہ جانے سے توبہ کرلے اندیشہ ہے کہ اس کا حج مقبول نہ ہوا ہو۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ دل میں پھر دوبارہ حج کا شوق پیدا ہو۔ اس کی یہی تدبیر ہے کہ وہاں کے ثواب اور اخروی منافع پر نظر کرے اور یہ سمجھ لے کہ جنت میں جو درجات حج کی وجہ سے نصیب ہوں گے ان کے سامنے یہ تکلیفیں کیا ہیں ان جیسی ہزار بھی تکلیفیں ہوتو کچھ حرج نہیں۔

(الحج المبرور ص ۲۶۹)

سفر حج اور زمانہ حج کی مصیبتوں اور پریشانیوں کو بیان کرنا

ایک کوتاہی جو باعتبار تعدیہ ضرر کے (یعنی دوسروں کو دینی نقصان پہچانے کے لحاظ سے) سب سے بری اور قبیح ہے وہ یہ کہ بعض لوگ حج کر کے آتے ہیں اور وہاں کی دشواریوں اور مصیبتوں کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں کہ سننے والا حج کو جانے سے ڈر جائے، ایسے شخص کے یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (کہ یہ لوگ اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں) کے مصداق ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اور اگر وہ شکایات غیر واقعی ہوں چنانچہ اکثر یوں ہی ہوتا ہے کہ بات کو بہت بڑھا کر کہا جاتا ہے۔ اور نیز اس مصیبت کی بنیاد کو تو ضرور ہی غلط ظاہر کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اکثر واقعات کا سبب اپنی حماقت ہوتی ہے تو اپنی حماقت کون

بیان کرتا ہےتو اس طور پر وہ شکایات یا ان کے بعض اجزا غیر واقعی ہوتے ہیں تو اگر ایسا ہوتو یہ لوگ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہ کے ساتھ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا (کہ عیب اور کجی تلاش کرتے ہیں جو کفار کی عادت تھی) کے مصداق ہوں گے۔

(اصلاح انقلاب ص۱۶۲ج۱)

حج سے واپس آکر زمانہ حج کی تکلیفوں کو بیان کر کے گنہگار نہ بنئے

ایک کوتاہی بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ حج سے آکر وہاں کی تکلیفوں کا حال بیان کرتے ہیں۔ایسی باتیں نہ کرنی چاہیے۔ چاہے وہ واقعی کلفتیں ہوں۔اور اگر ان واقعی کلفتوں کو اضافہ کر کے بیان کیا جائے تو یہ اس سے بھی بدتر ہے۔
وہاں کی تکلیفیں بیان کرنے کا انجام یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ حج سے رک جاتے ہیں اس کا سارا وبال ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے ان کو ڈرایا ہے۔
یہ تو ظاہر ہے کہ وہاں ایسی تکلیفیں نہیں ہیں جن کا یقینی اثر ہلاکت ہو بلکہ جیسی تکلیفیں یہاں سفر میں پیش آتی ہیں ویسی ہی وہاں پیش آتی ہیں اگر آدمی احتیاط سے کام لے اور قافلہ سے علحدہ نہ ہو تو ذرا بھی اندیشہ نہیں۔اور یوں کوئی خود ہی اپنی بے احتیاطی سے ہلاک ہونا چاہے تو اس کا یہاں بھی کوئی انتظام نہیں ہوسکتا۔ (سنت ابراہیم ص ۲۶۷)

مصلحتاً وہاں کی تکلیفیں بیان کرنا

البتہ اگر کوئی عاقل حکیم شخص وہاں کی تکلیفوں کا تذکرہ حکمت سے کرے اس کو اس کی اجازت ہے کیونکہ اس کے بیان سے لوگ حج سے نہیں رکیں گے، اس کا بیان کرنا اس غرض

سے ہوگا کہ ان تکالیف کا اس طرح انتظام کرنا چاہیے۔ (الحج المبرور ص ۲۶۸)

حاجی صاحب کے لئے حج کے بعد زندگی گذارنے میں شدید احتیاط

حج کی فضیلت معلوم ہوگئی کہ گذشتہ گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں خواہ سب یا بعض، مگر حج کے بعد کے گناہ تو معاف نہیں ہوتے اسلیئے حاجی صاحب کو آئندہ کی احتیاط بہت ضروری ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ احتیاط اس لئے ضروری ہے کہ حاجی کی حالت ایک خاص وجہ سے زیادہ خطرناک ہے وہ وجہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا قول ہے کہ حجراسود کسوٹی ہے اس کو چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر واقعی فطرۃً صالح (نیک طبیعت) ہے تو حج کے بعد اعمال صالحہ کا اس پر غلبہ ہوگا، اگر فطرۃً طالع ہے (طبیعت میں نیکی نہیں) محض تصنع (وتکلف) سے نیک بنا ہوا ہے تو حج کے بعد اس پر اعمال سیّئہ کا غلبہ ہوگا یہ وجہ ہے خطرہ کی۔

خطرہ کا علاج

اور اس خطرہ کا علاج یہ ہے کہ حاجی حج کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اصلاح حال (واصلاح نفس) کی خوب دعا کرے، اور دل سے اعمال صالحہ کے شوق کی دعا کرے، اور حج کے بعد اعمال صالحہ کا خوب اہتمام کرے۔ (التبلیغ قدیم کا وعظ نمبر ۱۸ الحج ص ۳۷)

حج کی واپسی پر استقبال اور مبارکباد دیئے جانے کی تمنا کرنا

(بعض حاجی یہ خیال کرتے ہیں کہ) ہم جب حج سے لوٹیں گے لوگ ہم کو حج کی مبارکباد دینے آئیں گے، اور جو مبارکباد دینے نہ آئے اس کی شکایت کی جاتی ہے کہ ہم حج

کر کے آئے تھے ہم کو مبارکباد بھی نہ دی۔ إِنَّا لِلّٰهِ.

ارے بھائی! تم نے حج کیا تھا تو کیا کمال کیا تمہارے ذمہ فرض تھا اگر ادا نہ کرتے تو جہنم میں جھونکے جاتے اور نہ معلوم خاتمہ کس حال پر ہوتا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہوا اور وہ پھر بھی حج نہ کرے تو خدا کو پرواہ نہیں چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے تو اگر تم حج نہ کرتے ان بلاؤں میں گرفتار ہوتے پھر کسی پر کیا احسان کیا جو دوسروں سے مبارکباد ملنے کے منتظر ہو۔ یاد رکھو اس اشتہار و افتخار (یعنی ریا، دکھلاوے اور فخر کرنے) سے سب کی کرائی محنت اکارت (ضائع) ہو جاتی ہے۔

(الحج المبرور ملحقہ سنت ابراہیم ص ۲۶۴)

حج کے بعد فخر و شیخی بگھار کر اپنے حج کو ضائع نہ کیجئے

ایک کوتاہی حج میں یہ ہوتی ہے کہ اکثر لوگوں کو افتخار و اشتہار (یعنی فخر کرنے اور اپنے کارناموں کو بیان کرنے) کی عادت ہوتی ہے، جہاں بیٹھتے ہیں اپنے حج کے تذکرے کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو حاجی سمجھیں، لوگوں سے فخر کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم نے سفر حج میں اتنا روپیہ خرچ کیا، مکہ میں اتنا دیا، مدینہ پاک میں اتنا خیرات کیا، يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَا لاً لُّبَدًا حق تعالیٰ کفار کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ کافر خرچ کر کے گا تا پھرا کرتا ہے کہ میں نے مال کے ڈھیر خرچ کر دیئے۔ حج میں فخر و شہرت اور تعظیم و تکریم کی خواہش نہ ہونی چاہیے اس میں تو تواضع و مسکنت، ذلت و خواری ہونی چاہیے۔ (الحج المبرور ص ۲۶۱)

عورتوں کی ریاکاری

حج کے بعد مستورات تو خصوصاً بہت ریا کرتی ہیں کیونکہ ان کو ساری عمر میں ایک بار حج کے لئے گھر سے نکلنا ہوتا ہے اس کو وہ بہت ہی بڑا کارنامہ سمجھتی ہیں، اور حج کے بعد اگر کوئی

ان کو جن نہ کہے اس پر خفا ہوتی ہیں اور وہاں سے آکر سب کے سامنے گاتی ہیں کہ ہم نے سارے مقامات کی زیارت کی ہے۔ اگر کسی غریب نے ایک جگہ کی زیارت نہ کی تو اس سے کہتی ہیں کہ تیرا حج ہی کیا ہوا تو جبل نور پر تو گئی ہی نہیں حالانکہ اصل مقصود عرفات اور بیت اللہ پھر بیت الرّسول مگر ان کی زیارت تو ہر شخص کرتا ہے اس لئے ان کو کوئی فضیلت میں بیان نہیں کرتا، ہاں جبل نور، غار ثور اور امیر حمزہ کا مزار سب گناتی ہیں۔ (الحج المبرور ص ۲۶۵)

حج کے بعد کی معصیت اپنے حج کا ریا کرنا

حج کے بعد ایک معصیت یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ ریا کرتے ہیں، ریا سے اکثر طاعات کے انوار زائل ہو جاتے ہیں ثواب جاتا رہتا ہے اس سے بہت احتیاط کرنا چاہیے۔ بعض لوگ صراحۃً اپنے حاجی ہونے کا اگر ذکر نہیں کرتے تو کسی نہ کسی پیرایہ سے مخاطب کو جتلا دیتے ہیں کہ ہم بھی حاجی ہیں۔

عبرت آمیز ایک حکایت

ایک بزرگ کسی کے یہاں مہمان ہوئے تو میزبان نے خادم سے کہا کہ اُس صراحی کا پانی لانا جو ہم دوسرے حج میں ساتھ لائے تھے۔ مہمان بزرگ نے کہا کہ حضرت آپ نے ایک بات میں دونوں حج کا ثواب کھو دیا۔ اس بات میں اس نے جتلا دیا کہ میں نے دو مرتبہ حج کیا ہے یہ ریا نہیں تو اور کیا ہے۔ ریا کے طریقے بہت دقیق ہیں اگر کوئی شخص اپنے نفس کی نگہداشت کرے تو اس کو نفس کے دقائق معلوم ہو سکتے ہیں لوگ ان کو معمولی بات سمجھتے ہیں اکثر لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ حج کے بعد ہر مجلس میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ان قصوں کے لیے اسی کو فرصت ملتی ہے جس کا دل محبت الٰہی سے خالی ہوتا ہے۔

(الحج المبرور ص ۲۶۶)

حج کی واپسی پر حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی کا خط اور حضرت اقدس تھانویؒ کا جواب

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادیؒ نے اپنے سفر حج کی کچھ تفصیل حکیم الامت نقوش وتاثرات' میں تحریر فرمائی ہے، حج سے واپسی پر ایک خط حضرت اقدس حکیم الامت کے نام تحریر فرمایا جس میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) اللہ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی دعا، توجہ سے حج تو جوں توں نصیب ہو گیا لیکن للہ دعاء فرمایئے کہ ان سب بے ہودگیوں کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ اس نمائشی حج کو قبول فرمائے۔

(۲) مدینہ منورہ میں معلوم ہوتا تھا کہ ہر ناجائز خواہش پر کسی نے مہر لگادی۔

(۳) محجوب ونادم ہوں کہ تحفہ وتحائف کے قسم میں کوئی شئی خدمت والا کے لائق نہ لا سکا۔

حضرت اقدس حکیم الامت تھانویؒ نے جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔

۱)......دل سے دعاء ہے ان حالات کو آپ بے سروپا اور موجب تاسف فرمارہے ہیں اور میں ان پر مسرور ہوں، اس لئے کہ ان ہی حالات سے یہ حج عاشقانہ ہو گیا، ورنہ علاقانہ ہوتا، عاشق کے حصہ میں تو مایوسی اور حسرت اور ناکامی اور نامرادی ہی ہے عاشق کو کبھی سیری اور تسلی نہیں ہوتی پریشانی کبھی مفارق (جدا) نہیں ہوتی، حج کر کے اگر یہ سمجھا جاتا کہ حج کیا تو عجب تھا اور اب یہ سمجھنا کہ کیا حج کیا یہی تو عبدیت اور فنا ہے۔اور اگر بالفرض کوتاہی ہے بھی تو اس کا تدارک استغفار سے سہل ہے اور عجب (خود پسندی) کا کوئی تدارک ہی نہیں کرتا، اس کا تو پتہ ہی نہیں لگتا۔

۲)......اور مدینہ منورۃ میں فنا کی شان خود ہی محسوس ہوگئی حتی کہ شوق بھی فنا ہو گیا۔ ہیبت افضل

ہے شوق سے۔ برکت ظاہر ہے اب اس برکت کو یاد رکھ کر اس کو باقی رکھا جائے۔

۳)...... اللہ اللہ کیا وہ تحفہ تحائف قربانی اور دعا سے زیادہ قیمتی ہوتا، اس وقت تو اس احسان کا بدلہ میرے ذمہ ہے کہ میں کوئی تحفہ پیش کروں اور ناداری ہی نہیں کم ہمتی ہے اس لئے دعاء پر اکتفار کرتا ہوں۔ (حکیم الامت نقوش وتاثرات ص ۵۷)

فصل

حج کے بعد اب زندگی ایسے گذاریئے

(حق تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے جو اوصاف کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں) ان صفات کو (پڑھیئے) اور سنیئے کہ وہ کیا ہیں۔ سب سے پہلی جو صفت (سورہ مائدۃ) میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے یُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ یعنی خدا کو ان سے محبت ہوگی اور ان کو خدا سے۔

دیکھئے حضرت (حاجی صاحب!) سب سے پہلے حق تعالیٰ نے یہی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ لوگ اہل محبت ہوں گے۔ اس تقدیم ذکر سے صفت محبت کا سب سے زیادہ مہتم بالشان ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی سے استدلال کر کے میں نے عرض کیا تھا کہ بس دین میں محبت ہی اصل جڑ ہے، یہی راس اور بنیاد ہے۔

جب یہ بات ہے تو اے (حاجی صاحبو!) آپ نے اپنے اندر محبت پیدا کرنے کی کیا کوشش کی کچھ بھی نہیں صاحبو! حضور ﷺ کی اتباع کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ آپ کہہ دیجئے، (اے محمد) اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو خدا کو تم سے محبت ہو جائے گی۔

کامل اور کامیاب انسان

کامل انسان وہی ہے جو جناب رسول مقبول ﷺ کے نقش قدم پر ہو جس کا ظاہر پیغمبر کے ظاہر کے مثل ہو، اور باطن پیغمبر کے باطن کے مثل ہو یعنی ہر امر میں اور ہر حال میں پیغمبر ہی اس کے قبلہ وکعبہ ہوں۔ اس کے ظاہر کا قبلہ حضور کا ظاہر ہو اور اس کے باطن کا

قبلہ حضور کا باطن ہو۔اس کو خوب سمجھ لیجئے ۔دیکھئے تو سہی نماز کی صحت کے لئے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے ۔ہاں قبلہ سے تھوڑا فرق ہوتو خیر مضائقہ نہیں نماز صحیح ہو جائے گی ۔چاہے رکعتیں بھی زیادہ نہ پڑھے۔اور چاہے قرأت میں بھی کچھ کمی ہومگر ہوقبلہ رخ تب ہی نماز صحیح ہوگی اور اگر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو چاہے رکعتوں کی تعداد بھی زیادہ ہواور قرأت بھی لمبی ہولیکن نماز صحیح نہ ہوگی۔دیکھو یہ مسجد بنی ہوئی ہے۔اس کی سمت کی طرف نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد خانہ کعبہ کی طرف گویا منہ کے ہوئے ہے لہٰذا جو کوئی اس کی سمت کی طرف اپنا منہ کر کے نماز پڑھے گا چاہے دو رکعت ہی کیوں نہ ہوں اس کی نماز صحیح ہو جاویگی۔ برخلاف اس کے کہ اس مسجد کی سمت کے مقابل مشرق کی جانب اگر آپ اس مسجد کی ایک شکل بنا کر (کیونکہ وہ مسجد کیا ہوگی مسجد کی محض شکل ہی ہوگی) اس میں نماز پڑھیں جس میں اتنی لمبی لمبی سورتیں ہوں کہ ایک رکعت میں تو سورہ بقر ہو دوسری میں سورہ آل عمران پھر تیسری میں سورہ نساء اور چوتھی میں سورہ مائدہ غرض چار رکعتوں میں یہ بڑی بڑی چار سورتیں ختم کی گئیں۔اب آپ ہی کہئے یہ نماز کیسی ہوئی۔ بالکل ہیچ در ہیچ اس پر ثواب تو کیا ملتا بلکہ اور عذاب ہوگا۔تو اس نماز میں کیا چیز کم ہے فقط کمی یہ ہے کہ رخ قبلہ سے ملا ہوا نہیں ہے۔اس کے سوا اور کوئی کمی نہیں شکل بھی نماز کی۔مسجد کی بھی ساری ہیئت وہی لیکن تحریف قبلہ کے سبب وہ نماز ہرگز مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔نماز بھی اور نمازی بھی۔تو ہمارے اعمال کا قبلہ وکعبہ جناب رسول کریم ﷺ کے اعمال ہیں۔جس عمل کا رخ اس قبلہ کی طرف ہوگا وہی مقبول ہوگا۔پس ہمارے ظاہر کا قبلہ پیغمبر کا ظاہر ہے اور باطن کا قبلہ پیغمبر کا باطن یعنی ہماری ظاہری حالت وہ ہونی چاہئے جو حضور کی ظاہری حالت تھی ۔یعنی آپ کپڑا پہنتے تھے۔ہمیں بھی ننگا نہیں رہنا چاہئے ۔آپ ڈاڑھی رکھتے تھے ہماری ڈاڑھی بھی منڈی یا کٹی نہ ہونی چاہئے۔آپ کے ٹخنے کھلے ہوئے رہتے تھے ہمارے بھی کھلے رہنے چاہئیں اور یہ بھی نہیں کہ حضور کے ٹخنے کھلے رہتے تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ حضور نے ٹخنے ڈھانکنے سے منع بھی فرمایا ہے۔اسی طرح حضور کے ناخن ترشے ہوئے اور لبیں بنی

ہوئی رہتی تھیں یہی حالت ہمارے ناخن اور لبوں کی ہونی چاہیئے۔غرض ہمارا ظاہر بالکل مشابہ ہونا چاہیئے حضور کے ظاہر کے کہ بس صورت دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ غلام ہے آقائے نامدار سرکار دو عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔

دنیا والوں کی ملامت اور بدنامی کی پرواہ مت کیجئے

لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسے شخص کو عقلاء زمانہ لیکن جہلاء آخرت پاگل کہیں گے مگر یہ لقب مقبول ہے اور یہ حالت مطلوب ہے۔قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سید العقلاء جناب رسول مقبول ﷺ کو بھی یہی کہا گیا، حضور کو بھی کفار نعوذ باللہ مجنون کہتے تھے، قرآن مجید میں یہ اقوال جابجا موجود ہیں۔اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّة ،وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنَ ۔اور خدا تعالیٰ نے اس کی نفی فرمائی۔مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٌ.

دیکھئے حضرات صحابہ کرام جو اعلیٰ درجہ کا ایمان رکھتے تھے منافقین نے نعوذ باللہ ان کو سفہاء (بے وقوف احمق) کا لقب دے رکھا تھا کیونکہ وہ حضرات اپنے سب اعزہ واقرباء کو چھوڑ کر اور مال ومتاع کو خیر باد کہہ کر ایمان لے آئے تھے۔(اور حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر زندگی گذارنے لگے تھے)

اولیاء اللہ کو بھی یہی کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے "وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا" کفار اہل ایمان کو ذلیل سمجھ کر ان پر ہنستے ہیں اور ان کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں لیکن ایمان والوں کو اس سے دلگیر (اور رنجیدہ) نہ ہونا چاہیئے۔ہنسنے والے ایمان والوں پر ہنس لیں اور اپنے آپ کو ان سے بڑھا ہوا سمجھ لیں لیکن قیامت کے روز اہل تقویٰ (حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے) ان سے بڑھے ہوئے رہیں گے اور یہ گھٹے ہوئے ہوں گے۔

مطلب میرا یہ ہے کہ شریعت کا اتباع کرنے والے (خلاف شرع) دنیوی مصالح کو پیش نظر کیوں رکھتے ہیں کہ ادھر مخلوق کو بھی راضی رکھو ادھر خدا کو بھی۔اگر خدا کو معبود اور مقصود

سمجھتے ہوتو مخلوق کو راضی یا ناراضی کرنے سے قطع نظر کرلو۔قصداً تو کسی سے لڑو بھڑو نہیں۔لیکن اس کی بھی کوشش نہ کرو کہ مخلوق ہم سے راضی ہی رہے۔بس اس شان کا ہونا چاہئے مسلمان کو لیکن یہ ضروری بات ہے کہ یہ شان جبھی پیدا ہوسکتی ہے جب حضور کا پورا پورا اتباع کیا جائے گو یہ بھی ضرور ہے کہ اس حالت میں لوگ ملامت کریں گے مگر تم کو اس ملامت پر بھی خوش ہونا چاہئے کیونکہ اس میں ایک راز ہے وہ یہ کہ جس میں ملامت ہوجاتی ہے اس میں آدمی پکا ہوجاتا ہے۔مثلاً کسی نے ڈاڑھی رکھ لی تو ڈاڑھی منڈوانے والے اس پر ہنسیں گے کہ آئے مولانا صاحب۔آئے حضرت قبلہ یہ ضرور ہوگا۔اور یہ ناگوار بھی ہوگا۔لیکن اس کا اثر یہ ہوگا کہ اگر کبھی جی بھی چاہے گا منڈانے کو تب بھی اس غصہ میں آکر نہ منڈائے گا۔اوران کی ضد میں ڈاڑھی رکھنے کا اور بھی پختہ عزم کرلے گا۔تو یہ نفع ہے ملامت میں غرض حضور کے اتباع میں ملامت کی ہرگز پرواہ نہ کرنی چاہئے۔اگر لوگ تم پر ہنسیں یا طعن کریں تو دلگیر ہونے کی کیا وجہ ہے۔سبحان اللہ! میاں یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو وہ رتبہ ہے جو حضرات صحابہ کو حق تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اس وقت بھی اہل ایمان پر یوں ہی لوگ ہنسا کرتے تھے۔تو جب حضور کا اتباع کرو گے لوگ ہنسیں گے ضرور۔لیکن اس کی کچھ پروا نہ کرو۔اب فرض کرو تم نے کوئی شادی کی بلا رسم۔تو لوگ طعنے دینا شروع کریں گے۔اور سینکڑوں لتاڑ پڑنی شروع ہوں گی کہ یہ بڑے متقی نکلے ہیں کہ باوا دادا سے بھی بڑھ گئے۔باوادادا سے جو رسمیں چلی آرہی تھیں سب ناجائز ہی قرار دیدیں ایسے کنجوس ہیں کہ برادری کا کھانا بھی اڑادیا۔یہ سب طعن و تشنیع سنکر بھی تم خوش رہو اور کچھ پروا مت کرو۔عشق میں بھلا رسوائیوں سے بھی کوئی سلامت رہا ہے لہٰذا تم کو خوش ہونا چاہئے۔

عورتوں کے لباس و پردہ اور ڈاڑھی وغیرہ کے متعلق

اور سنو! اگر لباس شرع کے موافق پہنو گے تو جنٹلمین لوگ ہنسیں گے کہ یہ کیا دقیانوسی لباس پہنا ہے۔اول جلول کتے کی جھول، چہرہ دیکھو تو وحشت برستی ہے۔ارے عاشقوں کے چہرہ پر تو وحشت ہی زیب دیتی ہے۔مانگ پٹی تو زنانوں کا شعار ہے۔واللہ وہ عاشق نہیں جو

کوٹ بوٹ سے درست ہو۔خدا کی قسم جن کے دلوں میں محبت گھس گئی ہے انہیں اپنے سراور پاؤں کی بھی خبرنہیں۔کوٹ بوٹ تو کیا پہنتے۔اگران کے پاس پھٹی جوتی اور پھٹا لباس بھی ہوگا توانہیں عارنہ ہوگی اوراب تو یہ حالت ہے کہ بھلا مردتو مردعورتوں نے بھی باریک کپڑے پہننے شروع کردیئے ہیں۔اگرکوئی اچھے کپڑے شریعت کے موافق پہنے تو کہتی ہیں کہ یہ کیا کنجڑنوں اورقصائیوں کے سے کپڑے پہنے ہے۔اس قدر چست اورمنڈھا ہوالباس پہنتی ہیں کہ بدن کی ساخت اورساری ہیئت ہی ظاہر ہونے لگتی ہے۔اگراتفاق سے کسی غیرمحرم کی نظر پڑجائے تو کس قدر بے غیرتی ہے اس قدر چست پائینچے بازار والی فاسق فاجرعورتوں کا شعار ہےاورمشابہت فساق فجار کی بھی ناجائز ہے۔اس کا منشاءفقط تفاخر ہے۔مقصود یہ ہے کہ ذرا آن بان سے رہیں اورخوبصورت معلوم ہوں اورکوئی یوں نہ کہے کہ یہ کیسے باؤلوں کے سے ڈھیلے پائینچے ہیں۔جیسے مچھلی مارنی پہنے پھرتی ہیں تواب عورتیں بھی اس طرح سے طعن کرنے لگی ہیں۔غرض عورتوں نے بھی اب آپس میں مردوں کا سا تفاخرکرنا شروع کردیا ہے۔مینڈ کی کوبھی زکام ہوا۔مردوں کوتو یہ مرض تھا ہی عورتوں کوبھی ہوامردوں کا تفاخرتو خیر چل بھی سکتا ہے ۔کیونکہ ایک کو دوسرے کی اندرونی حالت معلوم نہیں جیسا چاہو اپنے کو ظاہرکرسکتے ہو۔مگرعورتیں گھروں میں آنے جانے والیاں ایک کودوسرے کے گھر کی خبر۔یہ ایک دوسرے سے کیونکراپنا اصلی حال چھپاسکتی ہیں۔اس لئے مرد اگرتفاخرکرتے ہیں تو ان کی اتنی بیوقوفی نہیں کیونکہ ایک کودوسرے کا حال معلوم نہیں کہ گھر میں چوہے قلابازی کھارہے ہیں قلعی نہیں کھلتی۔بس ایک جوڑاانگریزی بنالیا۔اورہرموقع پراچھے خاصے جنٹلمین بن گئے جوغریب ہیں انہوں نے بھی بس ایک اچکن بڑھیابنوالی۔اورہرموقع پروہی اچکن ڈاٹ لی۔اورنواب کے بچے بن گئے حالانکہ گھر میں خاک بھی نہیں بعض لوگ انگریزی کاایک حرف بھی نہیں جانتے لیکن جنٹلمین کا سارنگ وروغن بناتے ہیں۔

الغرض مردوں کی شیخی تو کچھ چل بھی جاتی ہے ۔کیونکہ گھر کے اندر کاحال مردوں کو کیامعلوم ۔لیکن عورتوں کوتوایک دوسری کاحال معلوم ہے کہ اتنے پانی میں ہے۔پھر شیخی کیسی ۔ پھر بیگم صاحبہ خواہ مخواہ ہی اینٹھ مروڑ میں مری جاتی ہیں ۔

اگرلباس قیمتی ہی پہننے کاشوق ہے پہنو۔لیکن شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہئے ۔ دوسرے زینت میں غلو نہ ہو۔بس اتنا تجمل کافی ہے کہ کوئی ذلیل نہ سمجھے ۔کوئی باولا نہ کہے اوراصل بات تو یہ ہے کہ نہ ذلت کی پروا ہو۔نہ بدنامی کی یہ دونوں شانیں عشق کے لوازم میں سے ہیں۔**یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** اور **لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ** میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پردہ کے متعلق

محبین پرتوملامت ہوتی ہی ہے ۔مثلاً پردہ ہے بعضی عورتیں جومشرع ہیں ۔وہ سب نامحرموں سے پردہ کرتی ہیں۔حتیٰ کہ چچازاد بھائی سے بھی ۔ان کےاوپر بڑے طعن ہوتے ہیں کہ بھلا بھائی سے بھی کہیں پردہ ہوتا ہے عورتوں کے نزدیک چچا کالڑکاایسا ہے جیسے سگا بھائی۔ عموماً عورتیں چچازاد بھائی کومثل حقیقی بھائی کے سمجھتی ہیں ۔اورکہتی ہیں کہ اس سے کیا پردہ۔ عورتیں توعورتیں ایسے پردہ سے مرد بھی خفا ہیں۔کسی نے ہمت کرکے اپنے قریبی نامحرم رشتہ داروں سے بھی پردہ کرنا شروع کیا تواب چاروں طرف سے اعتراض کی بھر مار ہے۔ایک صاحب کہتے ہیں کہ میاں کچھ نہیں اب عزیزوں میں آپس میں محبت ہی نہیں رہی ۔دوسرے صاحب بھی اینٹھ گئے کہ ان کے گھر جاویں تو کیا دیواروں سے بولیں۔اب ہم ان کے یہاں جاناہی بندکردیں گے۔سبحان اللہ کیا عزیزوں کے تعلقات اورآپس کا میل جول بے پردگی ہی پرموقوف ہے اگر یہ معنی ہیں تو یہ نعوذ باللہ اللہ میاں پراعتراض ہے کہ ایسے قریبی رشتہ داروں کوبھی نامحرم قرار دیدیا۔استغفراللہ مگراسی میں بعض ایسی بھی ہمت والیاں بھی ہیں کہ چاہے کوئی ہووہ کسی نامحرم کے سامنے نہیں آتیں۔چاہے کوئی برامانے یا بھلامانے۔

اوراکثر جگہ تو پردہ کی ایسی کمی ہے کہ محرمیت نہیں کچھ نہیں دور دور کے رشتہ داروں کو بے تکلف گھر میں بلا لیتی ہیں اور بے محابا ان کے سامنے آجاتی ہیں۔ یہ بالکل ناجائز اور گناہ ہے، مردوں کو چاہئے کہ وہ انہیں تنبیہ کریں اور سب نامحرموں سے پردہ کرائیں۔اگر کسی کو ناگوار ہوتو بلا سے ہو۔ کچھ پروامت کرو۔ ہرگز ڈھیلا پن نہ برتو۔ بلکہ مردوں کو چاہئے کہ اگر کوئی نامحرم رشتہ دار عورت ان سے پردہ نہ کرے تو وہ خود اس سے چھپا کریں۔اگر کوئی برامانتا ہے، مانا کرے کچھ پروانہیں کرنی چاہئے ۔برامان کر کوئی کرے گا کیا،اچھا تو ہے سب چھوڑ دیں۔کوئی اپنا نہ رہے یوں ہی تعلق مخلوق سے گھٹے۔جب کوئی اپنا نہ رہے گا اور سب سے توقع منقطع ہوجائے گی تب تو سوچے گا کہ بس جی اب تو اللہ میاں ہی سے تعلق پیدا کرنا چاہئے ۔

بڑی حکمت کی بات فرمایا کرتے تھے۔کہتے تھے کہ تارک الدنیا تو ہونا بہت مشکل ہے مگر ہاں جب کسی پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو اس کو متروک الدنیا بنادیا جاتا ہے یعنی ایسے اسباب غیب سے پیدا ہوجاتے ہیں کہ خود دنیا اس کو چھوڑ دیتی ہے یہ صورت ہوتی ہے ترک دنیا اور ترک تعلقات کی یعنی جب متروک الدنیا ہوگیا تو دنیا سے نفور ہوکر تارک الدنیا بھی ہو ہی گیا اور بھائی یہ تو سوچو کہ کسے کسے راضی کروگے۔راضی تو ایک ہی ہوتا ہے کئی تو راضی ہوا نہیں کرتے۔تو حضرت یہ کیجئے کہ صرف ایک اللہ کو راضی رکھئے بہت سے آدمیوں کو کہاں تک راضی رکھئے گا ایک مرد اور بازاری عورت کی محبت میں اس کی رضا مندی کے خاطر اپنی آبرو جائداد خاندان کی عزت سب برباد کردیتے ہیں۔کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے ۔تو کیا خدا کی محبت اس سے بھی کم ہوگئی۔

کیا عشق مولیٰ عشق لیلیٰ سے بھی کم ہوگیا۔دیکھو لیلیٰ کی محبت میں مجنوں کی کیا کیفیت تھی پھر تم تو خالق لیلیٰ کے مجنون ہو۔تمہاری تو اس سے بھی بڑھ کر حالت ہونی چاہئے۔خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا کے مقابلے میں کسی کی ناراضی کا خیال نہ کرو۔ یہ میں نہیں کہتا کہ

باولے بنو۔ بلکہ شریعت پر ثابت قدم رہو اور محبت میں پختہ ہو جاؤ۔ اگرچہ سارا جہاں خلاف بلکہ ملامت کرے بلکہ ملامت سے تو عشاق خوش ہوتے ہیں۔ اور ایک راز ہے خوش ہونے کا۔ ایک تو اس سے ہوش ہوتے ہیں کہ الحمدللہ ہمیں لوگ اللہ میاں کا عاشق سمجھتے ہیں۔ ایک یہ کہ ضد میں دین اور پختہ ہو جاتا ہے مثلاً شادی کی اور بارات میں صرف چار آدمی لے گئے پھر اس پر چاروں طرف سے لتاڑ پڑنا شروع ہوئی تو اس سے اور بھی چڑ پیدا ہو جائے گی۔ اور ضد میں آ کر کہے گا کہ ب کی بار اس سے بھی مختصر لو۔ ابھی تو چار آدمی بھی تھے اب کی دیکھنا انشاء اللہ جو چار آدمی بھی ہوں۔ کرلو میرا کیا کرتے ہو۔ اگر لتاڑ نہ پڑے تو اتنے پختہ نہ ہوں جتنے لتاڑ میں پختہ ہو جاتے ہیں اس لئے لتاڑ بھی اللہ میاں کی بڑی رحمت ہے بس تو نیک کام پر اگر لتاڑ پڑے تو خدا کا شکر کرو۔

دو چیزوں کی ضرورت محبت اور عمل اور دونوں کے حاصل کرنے کا طریقہ

خلاصہ یہ کہ کامیابی کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں محبت اور عمل اب دونوں چیزوں کی تحصیل کا طریق معلوم ہونا چاہئے۔ سو عمل کے متعلق تو خیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمت کرو عمل ہو جائے گا۔ پس اس کا یہی طریق ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ محبت کیونکر پیدا ہو تو لیجئے میں اس کا ایک نسخہ لاکھوں روپیہ کا مفت بتائے دیتا ہوں وہ نسخہ مرکب ہے چند اجزاء سے اور وہ سب چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ غور سے سنئے وہ چند چیزیں ہیں۔ سب سے اول عمل کیونکہ میں اول ہی تقریر میں عرض کر چکا ہوں کہ عمل میں خاصیت ہے محبت پیدا کر دینے کی۔ اور اس کو بہت بڑا دخل ہے محبت پیدا کرنے میں چاہے تجربہ کرلو۔ روز روز کسی کے پاس جایا کرو دیکھو محبت ہو جائیگی۔ پہلے تھوڑی ہوگی پھر جاتے جاتے ایسا تعلق ہو جائے گا کہ بہت ہی زیادہ غرض یہ مسلم امر ہے کہ میل جول جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی زیادہ محبت ہوگی۔ وہ جو کہتے ہیں پالے کی محبت اس کی یہی تو اصل ہے غرض نیک عمل میں یہ برکت ہے کہ اس سے محبت حق پیدا ہو جاتی

ہے۔اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو مدت سے نیک عمل کر رہے ہیں مگر محبت پیدا نہیں ہوئی۔جواب یہ ہے کہ نیک عمل کے مفہوم میں ایک یہ ہی نہیں کہ بس عمل کرلیا بلکہ وہ مرکب ہے اوراجزا سے بھی۔ایک جزو تو عمل کرنا ہے دوسرا جز یہ ہے کہ عمل کواس کے طریق کے مطابق کیا جائے۔مثلاً صرف ٹکریں مارنے کو نماز نہیں کہتے۔نیک عمل جس طرح کیا جاتا ہے اور جواس کا مامور بہ طریق ہے۔اس طریق سے اس کو کرو۔پھر دیکھو محبت کیسے نہیں پیدا ہوتی۔تیسری وجہ اثر نہ ہونے کی یہ ہے کہ تم نے عمل کو صرف عادت سمجھ کر کیا۔اس نیت سے نہیں کیا کہ اللہ کی محبت بڑھ جاوے۔عمل میں یہ نیت نہیں کی کہ اے اللہ آپ کی محبت پیدا ہوجائے۔سواس نیت سے عمل کرو پھر دیکھوانشاءاللہ کیسا اثر ہوتا ہے۔بہرحال ایک جزو تو اس نسخہ کا یہ ہے کہ نیک عمل میں بہ نیت ازدیاد محبت استقامت کے ساتھ مشغول ہو۔

دوسری بات ضروری یہ ہے کہ اللہ کا نام لو جی لگا کر یعنی تھوڑا اللہ اللہ بھی کرو۔تیسری بات یہ ہے اور یہ بہت ہی ضروری ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو۔اس سے لوگ بھاگتے ہیں اول تو اس طرف توجہ ہی نہیں کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں۔بس تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم کامل مکمل ہو گئے۔بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے۔ارے بھائی موٹی بات ہے کہ بلا بڑھئی کے پاس بیٹھے کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا۔حتیٰ کہ اگر بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لیکر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اٹھایا جاسکے گا۔بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی کے پکڑے کا انداز بھی نہیں آتا۔بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے ہوئے اور بلا قلم کی گرفت اور خط کی کشش کو دیکھے ہوئے ہرگز خوشنویس نہیں ہوسکتا۔غرض بدون صحبت کامل کے کوئی کامل نہیں بن سکتا۔لہٰذا پیر کامل کی صحبت لازمی ہے۔مگر شیخ کامل ہونا چاہئے اور کامل شیخ کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو۔بدعت اور شرک سے محفوظ ہو۔کوئی جہالت کی بات نہ کرتا ہو۔اس کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ اثر ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالیٰ کی

محبت بڑھتی جائے ۔اور جو باطنی مرض بیان کرو اس کو بہت توجہ سے سن کر اس کا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اس کے علاج سے دم بدم نفع ہوتا چلا جائے ۔ یہ علامات ہیں شیخ کامل کی ۔ایسا شخص اگر مل جائے تو وہ اکسیر اعظم ہے۔ یہ طریقہ ہے محبت پیدا کرنے کا۔اس سے تو محبت پیدا ہوگی ۔آگے رہا عمل تو اس کے لئے ضرورت ہوگی ہمت کی ۔

(ماخوذ از وعظ طریق القلندر)

ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ

من زار قبری وجبت له شفاعتی (بیہقی، دارا قطنی)

امدادالعُشّاق

روضۂ اقدس کی زیارت اور مدینہ پاک کی حاضری دلائل کی روشنی میں

ازافادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

تقریظ
حضرت مولانا سید عبداللہ صاحب حسنی ندوی استاذ العلماء، لکھنؤ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد بن عبد الله الامين وعلى آله وصحبه اجمعين.

حرم محترم کی حاضری اور کعبہ مشرفہ کی زیارت وطواف ایمان ویقین کے لئے ایک ایسی سعادت وخوش بختی ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے، نہ اس کی کوئی مثال وہ نہایت ہی والہانہ اور عاشقانہ انداز ہے ایمان ویقین سے سرشار سوز وگداز سے لبریز دل لے کر حاضر ہوتا اور نذر پیش کرنے کے لئے بیتاب ہوکر دوڑتا اور چکر لگاتا ہے۔

اس احسان شناس جذب اندرون کا حامل، محبت ووارفتگی میں دیوانہ، عشق وسوز میں فرزانہ کیسے اس دیار محبوب کو فراموش کرسکتا ہے جس کا ذرہ ذرہ اس کی آنکھوں کا تارہ جس کا چپہ چپہ اس کا راج دلارا ہے، وہاں یہی نہیں کہ وہ حاضر ہوگا، بلکہ سر کے بل آئے گا اور آنکھوں کو فرش راہ کرکے تسلی حاصل کرے گا اس سے بڑھ کر بے مروتی بے وفائی اور احسان ناشناسی اور کیا ہوگی کہ اس رہبر انسانیت محسن عالم رحمۃ للعالمین کو سلام نہ کرے جس پر صلاۃ وسلام آج بھی انسانیت درد کا درماں زخمہائے دل کا مرہم اور غموں اور فکروں کے لئے آب حیات ہے کیوں نہ ہو کہ دنیا کی ساری بہاریں علم کی تمام رونقیں صلاح وفلاح کی تمام کوششیں ہدایت وارشاد کی تمام کاوشیں اجتہاد وجہاد کی تمام سرفروشیاں آپ کے ہی دامن سے وابستہ ہیں اور آپ ہی کی رہین منت ہیں۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

مولانا مفتی زید صاحب مظاہری ندوی زادہ اللہ علما وتوفیقا شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشادات وفرمودات اور تحریروں کو جو زیارت اور آداب زیارت کے سلسلہ میں تھیں یکجا کردیا ہے تاکہ تمام لوگوں کو استفادہ کا موقع ملے اور وہ ان تمام بدعات وخرافات سے بھی محفوظ رہ سکیں، اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو قبول فرمائے۔ ناچیز عبداللہ حسنی

عرض مرتب

مدینہ پاک اور مسجد نبوی وروضہ اقدس کی اہمیت وفضیلت نیز زیارت قبر بنی علیہ الصلاۃ والسلام کی فضیلت احادیث مبارکہ صحیحہ سے ثابت ہے۔حج میں جانے والے حضرات مدینہ پاک کی حاضری کے موقع پر اس فضیلت کو حاصل کر سکتے ہیں، رسول پاک ﷺ نے خود اپنی قبر شریف کی زیارت کی ترغیب فرمائی ہے، اور ایسے موقع پر بھی حاضری نہ دینے والے کو آپ نے بے مروت اور جفا کار فرمایا ہے، نیز روضہ اقدس میں حاضر ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنے کے خاص فضائل وارد ہوئے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کی وفات کے بعد بھی امت پر آپ کے جو حقوق ہیں وہ بے شمار ہیں منجملہ ان کے روضہ اقدس کی حاضری بھی ہے لیکن ناواقفیت اور صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے امت اس سلسلہ میں کوتاہی کا شکار اور اس کے برکات سے محروم ہے۔

اس مختصر رسالہ میں (جو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات، ملفوظات، مواعظ، فتاویٰ وغیرہ سے ماخوذ ہے) دلائل کی روشنی میں اصل مسئلہ کی حقیقت واہمیت کو واضح کیا گیا ہے، جس کے پڑھنے سے سلیم الطبع شخص کو انشاء اللہ روضہ اقدس کی حاضری کی اہمیت اور اس کے فضائل وبرکات کا صحیح اندازہ ہوگا۔ نیز ان حضرات کے علمی دلائل کا بھی جائزہ لیا گیا ہے جو اصل مسئلہ کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر اس کے برکات سے محروم ہیں، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس مختصر رسالہ کو قبول فرمائے، اور امت کی اصلاح وہدایت اور رسول مقبول ﷺ کے حقوق کی ادائیگی کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد زید مظاہری ندوی
استاذ کلیۃ الشریعہ واصول الدین
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ہند۔
۲۱ رشوال ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

مدینہ طیبہ کی فضیلت واہمیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے جیسے ہم مکہ سے محبت کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ کے لئے دعاء کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے لئے دعاء کرتا ہوں وہ بھی اور اتنی ہی اور بھی (مشکوۃ شریف)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کے لئے محبوبیت کی دعاء فرمائی ہے تو مدینہ منورہ کے لئے دوگنی محبوبیت کی دعاء ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ کی وادیوں کو دیکھتے تو مدینہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز کردیتے۔

(مشکوٰۃ شریف)

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھ کو اپنی قبر ہونا مدینہ سے زیادہ پسند ہو۔ یہ بات تین بار فرمائی (مشکوۃ شریف)

(حیوۃ المسلمین ص ۱۲۴)

مدینہ منورۃ کی حاضری اور مسجد نبوی اور روضہ اقدس کی زیارت

اگر گنجائش ہو تو حج کے بعد یا حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوکر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک اور مسجد نبوی کی زیارت سے برکت حاصل کرے۔ اس کے متعلق

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس کو وہی برکت ملے گی جیسے میری زندگی میں کسی نے زیارت کی اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص خالی حج کرلے اور میری زیارت کو نہ آئے اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی۔

(بہشتی زیور ص۱۶۶ ج ۳)

روضہ اقدس یعنی رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی فضلیت

حج کے متعلق ایک تیسرا عمل اور بھی ہے یعنی حضور اقدس ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت جو اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے۔اور جس طرح حج میں عشق الٰہی کی شان تھی اس زیارت میں عشق نبوی کی شان ہے۔اور جب حج سے عشق الٰہی میں ترقی ہوئی اور زیارت نبوی سے عشق نبوی میں تو جس کے دل میں اللہ ورسول کا عشق ہوگا وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا۔

(حیٰوۃ المسلمین ص۱۲۳)

فائدۃ:۔حضور ﷺ کے مزار مبارک پر قصداً جانے کو ہم مستحب بلکہ مؤکّد کہتے ہیں اور ہمارے بعض علماء کا وجوب تک کا خیال ہے۔

(افاضات الیومیہ ص ۲۱۸ امداد الفتادی ۳۲۷ ج ۶)

فائدۃ:۔جن کو گنجائش ہو وہ حج کے ساتھ زیارت مدینہ کا شرف بھی ضرور حاصل کریں کہ اس کی بڑی فضلیت وارد ہوئی ہے بلکہ تاکید بھی روایات میں آئی ہے۔

(احکام حج ملحقہ سنت ابراہیم ص ۴۸۴)

روضہ اقدس کی زیارت کا ثبوت قرآن پاک سے

روضہ اقدس کی زیارت مندوب ہے اور اسکا مندوب ہونا روایات سے ثابت ہوتا ہے بلکہ قرآن شریف سے بھی اس کا استحباب معلوم ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَوْاَنَّھُمْ اِذْ ظَلَمُوْااَنْفُسَھُمْ جَآؤُکَ فَاسْتَغْفَرُوااللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَلَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْااللّٰہَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا. (سورہ نسآء پ ۵)

(ترجمہ) ''جب ان لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا۔ یعنی معاصی ان سے سرزد ہوئے تھے اگر اس وقت یہ لوگ آپ کی خدمت میں آتے اور وہاں آکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول یعنی آپ بھی ان کے لئے دعاء مغفرت فرماتے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پاتے''۔

(اس آیت میں) جَـــــــاؤُوکَ (یعنی آپ کے پاس آتے) یہ عام ہے خواہ حیات میں ہو یا بعد الممات ہو اس سے زیارت کا مندوب ہونا بلکہ تاکدّ معلوم ہوتا ہے اور اس پر بشارت ہے کہ وہاں حاضر ہو کر توبہ کرنے سے توبہ قبول ہوتی ہے۔[۱] (وعظ السرور ملحقہ مجمع البحور ص۱۷۱)

(۱) دلیل مشروعیة الزیادرة قول اللہ تعالی ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک ، الآیة .
(الموسوعة الفقیھة ص ۸۳ ج ۲۴)

فائدہ: جـــاؤکَ میں یہ تعمیم کہ خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حاضری ہو یا آپ کی وفات کے بعد روضہ اقدس پر حاضری ہو یہ تعمیم صحابہ کرام نے بھی سمجھی ہے اور عہد صحابہ میں بھی اس کے مطابق عمل ہوا ہے، چنانچہ تفسیر بحر محیط کے حوالہ سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نقل فرماتے ہیں 'حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز کے بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا، اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعاء مغفرت کردیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔ اس وقت جو حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی قَدْ غُفِرَلَکَ یعنی مغفرت کردی گئی۔ (معارف القرآن ۴۶۰ سورہ نساء) تفسیر نسفی ج۲ ص۲۳۴ میں بھی اسکو نقل کیا ہے۔

تفسیر قرطبی میں اس آیت کے تحت نقل کیا ہے روىٰ ابو صادق عن علی قال قدم علینا اعرابی بعدما دفنًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قوله وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفرلی فنودی من القبر انه قد غفرلک (قرطبی سورہ نساء آیت ۱۶۵)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مواہب میں بسند امام ابوالمنصو رصباغ اورابن النجاراورابن عساکراورابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلال سے روایت کیاہے کہ میں قبرمبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیااورزیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیرالرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پرایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ولو اَنَّھُمْ اِذْظَلَمُوْا الآیۃ اورمیں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا آیا ہوں پھر دوشعر پڑھے اوران محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے غرض زمانہ خیرالقرون کا تھااورکسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہوگیا۔(نشرالطیب ۲۵۰)

ٓ(گذشتہ صفحہ کابقیہ) ابن کثیر جیسے محتاط محقق مبصر نقاد مفسر نے اس نوع کی بعض حکایتیں بغیرکسی نقد ونکیر کے نقل فرمائی ہیں چنانچہ اسی آیت کے تحت نقل فرماتے ہیں۔وقد ذکر جماعۃ منھم الشیخ ابومنصور الصباغ فی کتابہ الشامل الحکایۃ المشھورۃ عن العتبی قال کنت جالِساعندقبرالنبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک اَلآیۃ وقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعابک ثم انشاء یقول الی قو لہٖ ثم انصرف الأعرابی فغلبتنی عینی فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال یاعتبیٰ الحق الأعرابی فَبشِّرہُ أن اللہ قد غفرلہ

(ابن کثیرص۵۲۰ج۱)

مجموعہ روایات سے معلوم ہوا کہ عہد صحابہ اورخیرالقرون اور بعد کے ادوارمیں اس آیت کی روشنی میں روضہ اقدس کی زیارت کومقصود بنا کر حاضر ہوا کرتے تھے۔مرتب۔

روضہ اقدس کی زیارت کا ثبوت حدیث پاک سے

(۱) قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں چنانچہ دارقطنی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ. [۱]
(نسائی دارقطنی آثار السنن عن ابن خزیمۃ واسنادہ حسن، طبرانی مجمع الزوائد ۴/۲ الشفاء، ص: ۶۸
یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگئی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قبر شریف کی زیارت کی نیت سے جانے میں بھی مضائقہ نہیں، (کیونکہ جب آپ کی شفاعت مطلوب ہے تو اس کے لئے کوشش کرنا اور اسکے وسائل اختیار کرنا اور اس غرض کے لئے شدّ رحال کرنا بھی مطلوب ہوگا)

(نشر الطیب ص ۲۰۶ احکام حج ملحقہ سنت ابراہیم ص ۴۸۳)

کانپور کے ایک مدرسہ میں بچوں کا امتحان ہو رہا تھا، بچوں کو چہل حدیث یاد کرائی گئی تھی، ممتحنین میں ایک صاحب اہل ظاہر (غیر مقلد) بھی تھے (جو زیارت قبر نبوی کے لئے سفر کو ناجائز کہتے ہیں) امتحان میں حدیث یہ آئی۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ [۲]
یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ بے مروتی کی۔ وہ (ممتحن غیر مقلد عالم) صاحب کہنے لگے کہ یہ حدیث توحیات (یعنی آپ ﷺ کی زندگی) کے ساتھ مخصوص ہے۔ بچہ کیا جواب دیتا وہ آگے پڑھنے لگا۔ اتفاق سے اس کے بعد یہ حدیث تھی۔

---

(۱) وعن انس قال قال رسول الله ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (بیهقی، ابن حبان، ابن عدی فی الکامل) قال السبکی حدیث حسن او صحیح وقال الذهبی طرقه کلها لینة لکنه یتقوی بعضها ببعض قال ابن حجر حدیث غریب خرجه ابن خزیمة فی صحیحه وبالجملة فقول ابن تیمیة موضوع غیر صواب.

(فیض القدیر ص ۱۸۱ ج ۶ شرح جامع صغیر)

(۲) وفی روایة من وجد سعة ولم یفد الی فقد جفانی.

(دار قطنی، ابن عربی، تخریج عراقی فی الاحیاء ص ۳۶۵)

مَنْ زَارَ نِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَازَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ ۔ [۱]
(طبرانی دارقطنی تخریج عراقی ص ۲۶۵)

یعنی جس نے میری زیارت میری وفات کے بعد کی تو گویا اسنے میری زندگی میں میری زیارت کی ۔ایک مولوی صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے اورانہوں نے فوراً کہا مولانا آپ کا جواب ہوگیا دیکھئے اس میں ارشاد ہے کہ جو بعد ممات (یعنی وفات کے بعد) زیارت کرے وہ ایسا ہی ہے جیسے حیات میں زیارت کی اورزیارت فی الحیوٰۃ کی مشروعیت کوآپ بھی مانتے ہیں۔ (توپھراسکوبھی ماننا چاہئے کیونکہ وہ بھی اسی حکم میں ہے)
(وعظ السرور ملحقہ مجمع البحور ص ۱۷۲)

(۲) معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ حضورﷺ نے ارشادفرمایا

مَنْ جَاءَ نِیْ زَائِراً لاَ تَحْمِلُہٗ حَاجَۃٌ اِلَّازِیَارَتِیْ کَانَ حَقاًّ عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ شَفِیْعاً یَوْمُ اَلْقِیٰامَۃُ (طبرانی) ابن السکن نے اسکوصحیح کہا ہے۔

(ترجمہ) جومیری زیارت کی غرض سے آیا سوائے زیارت کے کسی اورغرض سے اس کا آنانہیں ہوا اسکا میری اوپرحق ہے کہ قیامت میں اس کے لئے شفاعت کروں)

اورمتکلم فیہ حدیثیں تواس باب میں کثیر ہیں اورتعدّدطرق ضعف کا جابرہوسکتا ہے۔
(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ۲۰۷)

---

(۱) عن ابن عمر مرفوعا من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی وقال علیہ السلام من زارنی متعمدا کان جواری یوم القیامۃ (رواھما البیھقی فی شعب الایمان (مشکوۃ شریف ص ۲۴۱ ج ۱) یعنی جس نے میری وفات کے بعدحج کیااور میری قبرکی زیارت کی گویااس نے میری حیات میں میری زیارت کی نیزفرمایا جس نے بالقصد میری زیارت کی وہ قیامت میں میرے جوارمیں ہوگا۔

روضہ اقدس کی زیارت کرنے کا شرعی و فقہی حکم

مدینہ طیبہ کا سفر ایک مستقل طاعت ہے، واجب ہو یا مستحب علیٰ اختلاف الاقوال خواہ روضہ منورہ کے قصد سے جیسا کہ جمہور کا قول منصور ہے، یا صرف مسجد نبوی کے قصد سے جیسا کہ بعض قائل ہوئے ہیں۔ (اصلاح انقلاب ۱۵۸ ج ۱)

سوال :- روضہ منورہ کی زیارت کے متعلق پہلا قول کتب فقہ میں مستحب وافضل مستحبّات لکھا ہے، بعض فقہا نے بَـلْ وَاجِبٌ لکھا ہے، مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ بھی اپنے فتویٰ میں مستحب ہی تحریر فرماتے ہیں لیکن مولانا عبدالحی رحمتہ اللہ علیہ لکھنوی وجوب کے قائل رہے اس میں میں قوت کس کو ہے اور محققین کا مسلک اس باب میں کیا رہا ہے؟

جواب:- ھھنـا ثـلثة اقـوال متـخـالـفة الاول انهـا مندوبة والثانی اَنَّهَا قريبة من الـواجـب والثـالـث انهـا واجبة والی كل ذهب ذاهِبٌ ،وَرَجّح مرجَّح ،فَرَجَّحَ الـفـاضـل الـگـنـگوهی قدس سره الاول ،والثانی مولانا طال بقائهم ،والثالث المولوی عبدالحی رحمة الله كماذ كره فی السوال.

(تصحیح الاغلاط ۳۲ حاشیہ امدادالفتاوی ۱۸۲)

فائدۃ:- حضور ﷺ کے مزار مبارک پر قصداً جانے کو ہم مستحب بلکہ مؤکد کہتے ہیں اور ہمارے بعض علماء کا وجوب تک کا خیال ہے۔[۱]

(افاضات الیومیہ ص ۲۱۸ امدادالفتادی ۳۲۷)

---

(۱) ان الزيارة مباحة بين ال ناس واجب شد المطی الی قبره ﷺ يريد بالوجوب هنا وجـوب نـدب وتـرغيب وتاكيد لا وجوب فرض (الشفاء للقاضی عياض ص ۶۹) فصل فی حكم زيارة قبر النبی ﷺ.

زیارت قبر نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک علمی اشکال اور اسکا جواب

حدیث شدِّ رحال کی بنا پر غلط فہمی

جن حدیثوں سے بعض لوگوں نے اس کی (یعنی زیارت قبر نبوی کی) ممانعت سمجھی ہے ان کو غلط فہمی ہے۔ زیادہ تر ایسے لوگ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں۔

لاتشدّوا الرِّحالَ الّاالِیٰ ثَلٰثَۃ مساجد، مسجد الحرام و مسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ.

یعنی کجاوے مت باندھو مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام و مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ان کے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی ممانعت فرمائی ہے مگر ان تین مسجدوں کی جانب (کہ استثناء فرما کر اسکے سفر کی اجازت دی ہے) پس معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ اگر سفر کر کے جاوے تو مسجد کی نیت سے جاوے روضہ اقدس کا قصد نہ کرے کہ وہ ان ثلثہ کا غیر ہے۔ (یعنی ان تین کے علاوہ) یہ ہے تقریر ان کے استدلال کی۔

غلط فہمی کا ازالہ اور اشکال کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو یہاں مستثنیٰ مساجد ہیں پس مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی ہونا اصل ہے کہ وہی جنس قریب ہے پس کلام کی تقریر یہ ہوگی کہ **لا تَشُدُّوا الرِّحالَ اِلَی الْمَسْجِدِ اِلَّا اِلیٰ ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ** یعنی کسی مسجد کی طرف سفر کر کے مت جاؤ مگر ان تین مسجدوں کی طرف پس قبر شریف سے اس حدیث میں کوئی تعرض

ہی نہیں ۱؎ اس کی زیارت کا تاکدّ بحالہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اوران تین مسجدوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ان میں مضاعفت اجر (یعنی ثواب کی زیادتی) منصوص ہے اور کسی مسجد کے لئے منصوص نہیں ہے۔

پس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ثواب کی زیادتی کے اعتقاد سے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کرو اس لئے کہ کسی مسجد کے لئے ثواب کی زیادتی منقول نہیں ہے۔ بہرحال خاص قبر شریف کی زیارت کے قصد سے بھی سفر کرنا مندوب ہے۔

(وعظ السرور ملحقہ مجمع البحور ص ۱۷۳)

خلاصہ کلام

(خلاصہ یہ کہ) حدیث میں جو وارد ہے **لاَ تُشَدُّ الرِحَالُ اِلَّآ اِلٰی ثلثة مساجد** وہ قبر شریف کی طرف سفر کرنے کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہاں استثناء مفرّغ ہونے سے مستثنیٰ منہ مقدر ہے اور استثناء کے متصل ہونے کی وجہ سے چونکہ اصل اس میں متصل ہے وہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوگا اور جس قدر اقرب فی التجانس ہوگا (یعنی جنس میں اتحاد وقرب ہوگا) وہ متعین ہونے کے زیادہ لائق ہوگا اور مساجد ثلثہ کی جنس قریب ظاہر ہے کہ مفہوم مسجد ہے پس تقدیر اس طرح ہوگی **لاتشد الرحال الی مسجد الاالی ثلثة مساجد** اس صورت میں

(۱) قال الحافظ فی الفتح تحت هذا الحديث ان المراد حكم المساجد فقط وانه لا تشد الرحال الى مسجد من المساجد للصلاة فيه غير هذه الثلاثة واما قصد غير المساجد لزيارة صالح او قريب او صاحب او طلب علم او تجارة او نزهة فلا يدخل فی النهی ویویده وما روی احمد طریق شهربن حوشب قال سمعت ابا سعيد وذكرت عنده الصلاة فی الطور فقال قال رسول الله ﷺ لا ينبغی للمصلی ان يشد رحاله الی مسجد تبتغی فيه الصلوٰة غير المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی (فتح الباری ص ۸۴ ج۳) قال فی مجمع الزوائد رواه احمد وفيه شهر وحديثه حسن (مجمع الزوائد ص ۳ ج۳

مطلقاً مشاہد ومقابر کی طرف سفر کرنا حدیث مذکور میں مسکوت عنہ ہوگا [۱] اور نہی پر دال نہ ہوگا اوراس کی تائید مسند احمد کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی لِلمَطِیّ ان یشدرحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجدالحرا م والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا. (مسند احمد ص۶۴ ج۳)

اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسری مسجدوں کی طرف جن میں کہ ثواب کی زیادتی کا وعدہ نہیں ہے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں نماز پڑھنے سے ثواب زیادہ ہوگا شارع پر اِفترا ہے۔ اس لئے ممنوع ہے۔اور مقابر خاصہ میں برکات خاصہ ثابت ہیں نیز حدیث شریف ''زُوْرُوا الْقُبُوْرَ'' (مسلم،مشکوٰۃ ص۱۵۴ ج۱) میں اجازت کا اطلاق ہے۔البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ اور مفاسد لازم نہ آئیں۔(نشر الطیب ص۲۰۷)

---

(۱) قال الحافظ فی الفتح قال بعض المحققین : قولہ الا الی ثلاثۃ مساجد المستثنیٰ منہ محذوف فاما ان یقدر عاما فیصر لا تشد الرحال الی مکان فی ای امر کان الا الی الثلاثۃ او اخص من ذلک لاسبیل الی الاول لا فضائہ الی سد باب السفر للتجارۃ وصلۃ الرحم وطلب العلم وغیرھا فتعین الثانی والاول ان یقدر ما ھو اکثر مناسبۃ وھو لا تشد الرحال الی مسجد للصلاۃ فیہ الا الی الثلاثۃ فیبطل بذلک قول من منع شد الرحال الی زیارۃ القبر الشریف وغیرہ من قبور الصالحین واللہ اعلم. (فتح الباری ص ۶۳ ج۳) وقال الحافظ قال السبکی الکبیر قد التبس ذلک علی بعضھم فزعم ان شد الرحال الی الزیارۃ لمن فی غیر الثلاثۃ داخل فی المنع وھو خطاء لان الاستثناء انما یکون من جنس المستثنیٰ منہ لمعنی الحدیث لا تشد الرحال الی مسجد من المساجد او الی مکان من الامکنۃ لاجل ذلک المکان الا الی الثلاثۃ المذکورۃ وشد الرحال الی زیارۃ او طلب علم لیس الی المکان بل الی من فی ذلک المکان واللہ اعلم (فتح الباری ص ۶۳ ج ۳)

حدیث ''لا تُشَدُّالرِّحَالُ '' کی تحقیق

(۸۴)

سوال :- غیر مقلد لوگ اس حدیث شریف سے تمسک پکڑتے ہیں کہ زیارت قبور اور اولیاء عظام پر عرس یا کسی اور متبرک مقام کو سفر کر کے جانا درست نہیں ہے وہ حدیث یہ ہے **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تشدالرحال الاالیٰ ثلثۃ مساجد مسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی ھذا.**

اب علماء کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اس حدیث سے ان مقامات مذکورہ پر سفر کر کے جانے کی ممانعت ثابت ہے یا نہیں یعنی ان مقاموں پر سفر کر کے جانے والا گنہگار ہے یا نہیں۔

جواب :- اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بہ نیت تضاعف صلوٰۃ (یعنی ثواب کی زیادتی کی نیت سے)اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنا ممنوع ہے۔اس کو زیارت قبور سے کوئی تعلق نہیں۔البتہ اعراس متعارفہ (مروجہ عرس) کا مجمع خلاف سنت ہے،اس سے احتراز ضروری ہے۔

(امدادالفتاویٰ ص ۸۱ ج ۵)

سوال :- اگر اولیاء کی قبور کی زیارت کے لئے دور دراز سفر کیا جائے ایسا سفر کرنا درست ہے یا نہیں۔کلکتہ سے اجمیر شریف قبر کی زیارت کے واسطے جا سکتے ہیں یا نہیں **لاتشد الرحال** والی حدیث کا اصلی مفہوم کیا ہے حقیقت سے سرفراز فرمائیں۔

جواب :-فی مسند احمدعن ابی سعیدن الخدری قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی للمطی ان یشدرحالہ الیٰ مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیرالمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا (من منتھی المقال للمفتی حیدرالدین المرحوم.)

یہ حدیث مفسرّ ہے اس باب میں مشہور حدیث کی۔اس سے معلوم ہوا کہ دور دراز

سے مقابر کی زیارت کو جانا اس نہی میں داخل نہیں البتہ اگر نہی کا دوسرا سبب تو ممانعت ہوگی جیسے مروجہ عرس کے مفاسد کہ ان میں شرکت بلاشبہ حرام ہے۔

(امدادالفتاوی ص۸۱ ج۵)

تحقیق مذکور پر اشکال اوراس کا جواب

سوال :- فتاویٰ میں حدیث لَاتُشَدُّالرِّحَالُ کے ماتحت حضور رقمطراز ہیں ''اس کو زیارت قبور سے'' کوئی علاقہ نہیں میں نے حجۃ اللہ البالغہ کی بحث شرک میں زیارت قبور کے لئے سفر کرنے سے منع دیکھا ہے (حجۃ اللہ ص۶۳) دوسرے یہ کہ شراح حدیث نے بعض صحابی کا کوہ طور پر جانے کی حدیث کو بھی ممانعت کی تائید میں پیش کیا۔امید ہے کہ ازالہ شکوک کے بعد مستفیض فرماوئیں گے۔

(کوہ طور والی حدیث موطا مالک ۱۰۸ باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ میں ہے)

جواب :- میرے اس لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مولانا مفتی صدرالدین خاں دہلوی نے اپنے رسالہ منتہی المقال میں مسند احمد سے بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ حدیث ان الفاظ سے نقل کی ہے۔

لا ینبغی للمطی ان یشدرحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا.

(مسند احمد ص۶۴ ج۳/ مجمع الزوائد ص۳/ ج۴)

سواول تو یہ روایت حدیث مشہور (**لاتشدالرحال**) کی تفسیر ہوسکتی ہے دوسرے اگر تفسیر بھی نہ ہوتو کم ازکم اس معنیٰ کو محتمل تو ہے اور قبور سے تعلق پر کوئی نص نہیں۔**واذاجــاء الاحتمال بطل الاستدلال .** اوشرّاح کی شرح جس میں حجۃ اللہ البالغہ بھی داخل ہے کوئی نص نہیں بلکہ احدالوجوہ المحتملہ ہے۔البتہ اگر سفرالی المقابر میں کوئی مفسدہ ہوتو اس کو اس مفسدہ

کی بنا پر منع کیا جائیگا۔ گو اس حدیث کا مدلول نہ ہو۔

رہی طُور پر جانے کی ممانعت اس کا محل یہ ہے کہ بہ نسبت تقرب کے (یعنی ثواب کی نیت سے) سفر کرے سو چونکہ اس میں ایک غیر ثابت امر کا دعویٰ ہے اس لئے غیر مشروع ہے۔

اور وہ اس حدیث نہی میں اس لئے داخل ہے کہ حدیث کی علت یہی ہے کہ جس طرح ان مساجد کی طرف تقرب کی نیت سے سفر کیا جاتا ہے اس پر دوسرے مشاہد کو قیاس کرنا جائز نہیں للفارق اور فارق یہ ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے میں تو تضاعف ثواب (یعنی ثواب کی زیادتی) کا وعدہ کیا گیا ہے لہٰذا اس ثواب کی زیادتی کی تحصیل اگر بغیر سفر ممکن نہ ہو سفر کی بھی اجازت ہوگی۔ بخلاف دوسرے مشاہد کے کہ وہاں کوئی ثواب کی دلیل نہیں اس لئے وہاں اس نیت سے سفر کرنا امر غیر ثابت کا اعتقاد ہے۔ فافترقا.

(امدادالفتاوی ص ۸۱/ ج ۶)

کوہ طور پر جانے کی ممانعت کی وجہ

اور نسائی شریف "باب ساعة الا جابة یو م الجمعة" میں جو بصرة بن ابی بصرة کا قول ہے **لو لقیتک یا با هریرة من قبل ان تا تیه ای الطُور لم تأ ته** (یعنی اے ابوہریرۃ اگر میں آپ سے آپ کے کوہ طور جانے سے پہلے ملاقات کر لیتا تو آپ وہاں نہ جا سکتے)

اور اس پر حدیث "**لاَ تُحمَلُ الْمَطِیُّ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَا جِدَ**" سے استدلال فرمایا ہے تو اس سے مطلق سفر لزیارۃ الطّور کی ممانعت لازم نہیں آتی بلکہ سفر باعتقاد قربت سے (یعنی ثواب اور عبادت کی نیت سے جانے کی) ممانعت ہے۔ کیونکہ اس کا قربت (یعنی باعث اجر و ثواب) ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ اور اگر کسی سفر کا موجب قربت ہونا (یعنی باعث اجر وثواب ہونا) ثابت ہو، یا سفر باعتقاد قربت (یعنی ثواب اور عبادت کی نیت سے) نہ ہو (بلکہ یوں ہی مثلاً سیر وتفریح کے لئے ہو) تو وہ اس میں داخل نہیں۔ (السنة الجلیة ص ۱۶۰)

روضہ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنے پر بعض اہل علم کے اشکالات اوران کے جوابات

فائدۃ:- اعراس منہی عنہا پر زیارت قبر نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیاس نہ کیا جاوے جیسا کہ بعض اہل ظاہر نے اس میں تشدد کیا ہے کسی نے نفس سفر میں کلام کیا ہے اوراس حدیث سے تمسک کیا ہے۔''لاتشدالرحال الا الی ثلثة مساجد'' الحدیث[1]
حالانکہ اس حدیث کی تفسیر خود دوسری حدیث میں آگئی ہے۔

فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینبغی للمطی ان یشدرحالہ الی مسجد ینبغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والاقصیٰ ومسجد ی ھذا من منتھی .المقال للمفتی.صدر الدین رحمہ اللہ[2]
اورکسی نے اجتماع سے منع کیا ہے اوراس حدیث سے تمسک کیا ہے لا تجعلوا قبری عیداً حالانکہ وہاں نہ کوئی تاریخ معین ہے نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے اورعید کے یہی دولازم ہیں۔ (السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ ص ۱۵۹)

روضہ اقدس کے لئے سفر کرنا خیر القرون اوراجماع امت سے ثابت ہے

اوربعض نے خیر القرون میں یہ سفر منقول نہ ہونے سے استدلال کیا ہے حالانکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے جوکہ جلیل القدر تابعی ہیں ان سے ثابت ہے کہ وہ روضہ اقدس پر صرف سلام پہونچانے کے لئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اورکسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع ہوگیا۔[3]

(۱) سواریاں صرف تین مسجدوں کیلئے تیار کی جاویں۔مسجد اقصیٰ مسجد الحرام،مسجد نبوی ۱۲مترجم
(۲) مسند احمدمیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز ہے مسافر کیلئے یہ بات کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے سواری تیار کرے بجز مسجد حرام ومسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔
(۳) اجمعت الامۃ الاسلامیۃ سلفا وخلفا علی مشروعیۃ زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(الموسوعۃ الفقھیۃ ، ص ۸۳ ج ۳)

اور جب دوسرے کا سلام پہونچانے کے لئے سفر جائز ہے تو خود اپنا سلام عرض کرنے کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

لانه اقرب الى الضرورة لكونهٖ عملا لنفسه اور وہ روایت یہ ہے۔

فی خلاصة الوفاء ص ۴۷ للسمهودی المتوفی ۱۰۱۱ھ وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزيز انه كان يبرد البريد من الشام يقول سَلِّم لی علیٰ رسول الله ﷺ

وقال الامام ابوبكر بن عمر ابی عاصم النبيل من المتقد مين فی مناسک له التزم فيها الثبوت ، لعل المراد انه لايروی فيها الاالروايات الثابتة المقبولة عنداهل الفن وكان عمر بن عبدالعزيز يبعث بالرسول قاصداً من الشام الی المدينة ليقرء النبی ﷺ ثم يرجع قلت ان رحيل البريد هذا الم يكن للصلوٰة فی المسجد و هذا ظاهر لا شبهة فيها . ا[1]

(السنة الجلية فی الچشتية العلية ص ۱۵۹ بوادر النوادر ص ۴۶۰)

---

(۱) سمہودی کتاب خلاصہ الوفاء ۴۷ میں مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ملک شام سے قاصد کو اسلئے بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہا امام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم نے اپنی کتاب مناسک میں جس میں التزام ہے کہ بے اصل روایت نہ لائیں بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ملک شام سے ایک قاصد کو مدینہ بھیجا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں سلام عرض کر کے واپس آوے۔ (السنۃ الجلیۃ)

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عمل

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جلیل القدر تابعی اور خلیفہ راشد ہیں ۔شام سے مدینہ منورہ کو خاص قاصد بھیجتے تھے کہ ان کی طرف سے روضہ شریف پر حاضر ہوکر سلام عرض کرے۔[۱] (حاشیہ حصن حصین از فتح القدیر زادالسعید ۵۵ ملحقہ اصلاحی نصاب)

روضہ اقدس کی زیارت پر ایک اور سطحی اشکال اور اس کا جواب

بعض لوگ قبر شریف کی زیارت پر یہ شبہ کرتے ہیں کہ اب تو قبر کی بھی زیارت نہیں ہوتی کیونکہ قبر شریف نظر نہیں آتی اس کے گرد پتھر (اور لوہے) کی دیوار (جالی) قائم ہے۔جس کا دروازہ بھی نہیں ۔ یہ عجیب لغو اشکال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر زیارت قبر کے لئے دیکھنا ضروری ہے تو حضور اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے بھی یہ شرط ہوگی کہ حضور اکرم ﷺ کو دیکھا جائے حالانکہ بعض صحابہ کرام نابینا تھے،عبداللہ ابن امّ مکتوم صحابی ہیں یا نہیں؟ مستورات کے بارے میں کیا کہو گے،جس طرح صحابیات کے لئے حکمی زیارت کافی مانی گئی ہے اسی طرح زیارت قبر شریف میں بھی حکمی زیارت کو کیو ں نہ کافی مانا جائیگا یعنی ایسی جگہ پہنچ جانا کہ اگر کوئی حائل (آڑ) نہ ہو تو قبر شریف کو دیکھ لیتے یہ بھی حکماً قبر شریف کی زیارت ہے۔

(شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ملحقہ رحمت دو عالم ص ۵۴)

---

(۱) علامہ تاج الدین سبکیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت بلال کا سفر شام سے حضور اقدس ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے عمدہ سندوں سے ثابت ہے جو متعدد روایات میں مذکور ہے۔

☆ متعدد روایات میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مستقل طور پر شام سے اونٹ سوار قاصد بھیجا کرتے تھے تاکہ قبر اطہر پر ان کا سلام پہنچائیں۔

(شفاء الاسقام ماخوذ از فضائل حج مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ۱۳۰)

رسول اللہ ﷺ کی محبت کا حق ہے کہ آپ کے روضہ اقدس کی زیارت کی جائے

رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ایک حق یہ ہے کہ قبر شریف (یعنی روضہ اقدس) کی زیارت سے مشرف ہو۔ خصوصاً جو حالت حیات میں زیارت سے مشرف نہیں ہوئے وہ روضہ اطہر ﷺ سے برکات حاصل کرلیں کہ وہ برکات اگرچہ زیارت حیات کے برکات جیسے بالکل نہ ہوں مگر ان کے قریب قریب ضرور ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (من زار نی بعدمماتی فکانّمازار نی فی حیاتی) یعنی جو شخص حج کر کے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرلے وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت کرلے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی جس نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

روضہ اقدس کی زیارت سے عشق نبوی پیدا ہوتا ہے

حضور ﷺ نے دونوں زیارتوں کو برابر فرمایا اور جب کسی خاص بات کی تخصیص نہیں تو ہر اثر میں برابر ہوں گی اور ظاہر ہے کہ آپ (ﷺ) کی حیات میں آپ کی زیارت ہوتی تو کس قدر آپ کا عشق قلب میں پیدا ہوتا، تو وفات کے بعد زیارت کرنے کا بھی وہی اثر ہوگا۔ اور حدیث تو اس دعویٰ کی تائید کے لئے لکھ دی ورنہ اس زیارت کا یہ اثر ترقی عشق نبوی کھلم کھلا آنکھوں سے نظر آتا ہے۔

(حیوٰۃ المسلمین ص۲۲۳ اشکر النعمۃ ملحقہ رحمت دوعالم ص۵۴)

زیارت مدینہ کی برکت

ایک طاعت اور ہے جس میں خشک مزاج والوں نے اختلاف کیا ہے اور وہ زیارت مدینہ ہے زیارت مدینہ بڑی برکت کا عمل ہے جو اہل قلب ہیں ان کو بڑے بڑے ثمرات عطا ہوتے ہیں اگر کوئی حج سے پہلے زیارت کر لے تو ان ثمرات کے حصول کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور اگر بعد میں زیارت کرے تو ان ثمرات کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ عجیب جگہ ہے وہاں اللہ کے بندے بڑی بڑی دولتوں سے مشرف ہوئے ہیں۔

سید احمد کبیر رفاعیؒ کا قصہ

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ نے روضہ مقدسہ پر جا کر بآواز بلند عرض کیا السلام علیک یا جدی (دادا صاحب السلام علیکم) جواب آیا وعلیک السلام یا ولدی (بیٹا وعلیک السلام) جواب خلاف توقع ملا تو وجد کرنے لگے اور عرض کرنے لگے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها ☆ تقبل الارض عَنِّی وھونا ئبتی

فھذہ دولة الاشباح قد حضرت ☆ فامددیمینک کی تحظی بھا شفتی

یعنی دوری میں تو روح کو قدم بوسی کے لئے اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا اب جسم کی باری آئی ہے اب تو ذرا ہاتھ بڑھا دیجئے۔ تاکہ میں اس کو بوسہ دوں۔

دیکھا کہ ایک ہاتھ نکلا کالشمس فی نصف النھار (جیسے دوپہر میں سورج) جس کی نورانیت نے آفتاب کو بھی ماند کر دیا تھا۔

علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ جس وقت یہ واقعہ ہوا ہے تو نوے ہزار آدمی مشاہدہ کر رہے تھے ایک ہل چل پڑ گئی پھر نہایت شوق وادب سے ہاتھ چوما۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ تم

کواحمد رفاعی پر رشک بھی ہوا تو فرماتے ہیں ہم تو ہم اس وقت تو حاملان عرش (عرش اٹھانے والے فرشتے) رشک کر رہے تھے، اللہ اللہ یہ دولت۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو دیکھا کہ لوگوں میں بڑی عزت ہو رہی ہے۔ آپ نے نفس کا علاج کیا۔ صاحب! جب ایسوں کو (نفس کے) علاج کی ضرورت ہے تو ہم کیسے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ ہمیں تو بدرجہ اولیٰ علاج کی حاجت ہے آپ نے علاج یہ کیا کہ مسجد نبوی کی دہلیز پر لیٹ گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اوپر سے گذرو تا کہ ذلت ہو لوگوں نے پھاندنا شروع کیا۔

ایک بزرگ تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نہیں پھاندے فرمایا اگر میں ایسا کرتا تو مجھے آتش قہر جلا ڈالتی وہ اندھے تھے جو پھاندے۔ تو اللہ کے بندوں کو وہاں یہ یہ دولتیں نصیب ہوتی ہیں۔ اتنی بڑی دولت کو بعض خشک مزاج بلا دلیل کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔

(روح العجّ والثجّ ملحقہ سنت ابراہیم ۴۱۰)

روضہ اقدس کی تصویر کو بوسہ دینا اور چومنا

سوال:- رسول اللہ ﷺ کے روضہ منورہ کی تصویر اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نقشہ کو بوسہ دینا، آنکھوں سے ملنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

جواب:- ان نقشوں اور تصویروں کا بوسہ دینا اور آنکھوں سے ملنا ثابت نہیں اگر غایت شوق میں کوئی ایسا کرتا ہے تو اس پر ملامت اور عتاب بھی نہیں۔

(ترجمہ از فارسی، امداد الفتاوی ص ۲۸۰/ ج ۴)

رسول پاک ﷺ اپنے جسم مبارک کے ساتھ قبر شریف میں زندہ ہیں

رسول پاک ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح (یعنی جسم و روح کے ساتھ) قبر مبارک کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس

پر متفق ہیں صحابہ کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث میں بھی نص ہے۔ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ یُرْزَقُ کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق بھی پہنچتا ہے۔

(ابن ماجہ فی الجنائز ص: ۱۱۹، قال السخاوی فی "القول البدیع" رجالہ ثقات، ص: ۱۱۹ قال البوصیری ھذا الحدیث صحیح، زوائد ابن ماجہ، ص: ۲۴۱ وفی الجامع الصغیر "الانبیاء احیاء فی قبورھم" قال المناوی حدیث صحیح، فیض القدیر، ص: ۱۸۴، الموسوعۃ الفقھیۃ، ص: ۸۳، ج: ۴)

مگر یہ یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں وہ دوسری قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔ باقی یہ کہ یہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص ہے۔ تو اسکی تحقیق یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں ایک مرتبہ تو تمام جماعت مؤمنین کو حاصل ہے جس کے ذریعہ سے نعیم قبر کی ہر مسلمان کو حس ہوگی، (یعنی برزخ میں نعمتوں کا احساس ہوگا) دوسری حیات شہداء کی ہے یہ عام مومنین کی حیات برزخیہ سے اقویٰ ہوگی۔ عام مؤمنین کی حیات برزخیہ بہ نسبت شہید کے کمزور ہوتی ہے اگر چہ اس حیات ناسوتیہ سے وہ بدرجہا اعلیٰ ہو۔ پس یہ کوئی نہ سمجھے کہ عام مومنین کی حیات برزخیہ اس حیات دنیوی سے بھی کمزور ہوگی۔ اور حیات شہید کے اقویٰ ہونے کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ زمین اس کی لاش کو نہیں کھا سکتی اور یہ نہ کھانا ایک اثر ہے حیات کا پس شہید میں اس اثر کا ظاہر ہونا اور عام مؤمنین کا نہ ہونا یہ دلیل ہے شہید کے حیات کی قوی ہونے کی بہ نسبت عام کی حیات کے۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے کہتے ہیں کہ مشاہدہ اس کے خلاف ہوا ہے مگر یہ کوئی انکار کی وجہ نہیں بن سکتی کیونکہ جس طرح اس کے خلاف مشاہدہ ہوا ہے اس کے موافق بھی مشاہدہ ہوا ہے جب دنوں طرح مشاہدے موجود ہیں تو سرے سے اس کا انکار کیوں کر کیا جا سکتا ہے بہت سے بہت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کلی نہیں اکثری ہے اور نصوص کا محمل بھی اسی کو کہا جاوے گا باقی مطلقاً انکار تو صحیح نہیں ہوسکتا یہ تو جواب تسلیمی ہے اس تقدیر پر جبکہ ہم مان لیں کہ

جہاں تم نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید ہی تھا۔ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ شہید ہی نہ ہو کیونکہ شہادت صرف اسی کا نام نہیں کہ معرکہ میں قتل ہو جائے بلکہ حقیقی شہادت کے لئے کچھ باطنی شرائط بھی ہیں مثلاً نیت کا خالص لوجہ اللہ ہونا جس کی خبر سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کو آپ نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید حقیقی نہ تھا صرف شہید احکام تھا اور یہ حیات کا قوی درجہ صرف شہید حقیقی کے ساتھ خاص ہوگا۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ حقیقی شہید تھا تو ممکن ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو کہ اس کی لاش گل گئی مثلاً اس جگہ کی مٹی تیز ہو ہم نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ شہید کی حیات ایسی ہوتی ہے کہ اگر جلاؤ بھی تو اس کی لاش نہ جلے بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ اگر شہید کو موافق عادت کے دفن کر دیا جائے جیسا کہ عموماً مردے دفن ہوتے ہیں کہ اس کی قبر میں کوئی خاص عارض دوسروں سے زیادہ مثل شوریت زمین وغیرہ کے نہ ہو تو اس کی لاش مثل دوسرے مردوں کے نہیں گلے گی بعینہ محفوظ رہے گی۔

انبیاء کی حیات برزخیہ شہدا کی حیات سے قوی ہے

تیسرا درجہ جو سب سے قوی ہے وہ انبیا علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا ہے کہ وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے چنانچہ اس کا ایک اثر محسوس ہے اور وہ وہی ہے جو شہید کے لئے ہے کہ ان کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھا سکتی حدیث میں ہے۔ **حرم اللہ أجساد الا نبیا ء علی الارض**[1] اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمت

---

(۱) **ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.** (ابن ماجہ فی الجنائز، ص:۱۱۹)
حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم" اخرجہ ابو یعلیٰ، جامع الصغیر قال المناوی حدیث صحیح فیض القدیر، ص ۱۸۴، ج:۳، الموسوعۃ الفقہیۃ، ص:۸۳، ج:۴

نکاح ازواج انبیاء علیہم السلام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات سے بعد ان کے وصال کے کسی امتی کو نکاح جائز نہیں نیز انبیاء علیہم السلام کی میراث ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ماتر کنا صدقۃ انبیاء علیہم السلام کا تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے یہ باتیں شہید کے لئے شریعت نے مشروع نہیں کیں تو اگرچہ شریعت نے اس کا خاص کوئی راز نہیں بیان کیا مگر علماء محققین یہی کہتے ہیں اس کا راز قوت حیات انبیاء علیہم السلام ہے کہ حیات مانع ہے ان دونوں امروں سے اور گو ازواج نبی سے بعد وفات نبی کے نکاح حرام ہونا تمام انبیاء کے بارہ میں منقول نہیں ہوا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ خصوصیت قرآن مجید میں ذکر کی گئی ہے مگر علماء حکم میراث پر قیاس کر کے اس حکم کو بھی عام جملہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لئے سمجھتے ہیں اور میراث کا تقسیم نہ ہونا حدیث سے جملہ انبیاء علیہم السلام کے لئے عام طور پر معلوم ہو چکا ہے تو ان امتیازات سے حیات برزخیہ انبیاء کا شہداء اور عام مؤمنین سے اقوی ہونا الغرض یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیا علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔(وعظ الحبور ص ۱۷۵ ملحقہ رحمت دو عالم)

روضہ اقدس کی طرف دوملعون شخصوں کا سرنگ کھودنے کا واقعہ

یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں اور خاص ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو مخالفین بھی حیات کے معتقد ہیں ان کو بھی حضور کی حیات کا اقرار ہے چنانچہ ایک واقعہ سے ان کا اقرار معلوم ہو جائیگا۔تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے اور میں نے خود اس کو تاریخ میں دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند صدی بعد (یاد نہیں رہا کس بادشاہ کے وقت میں [۱]) دو شخص مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو نکالنے کے لئے آئے تھے۔مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا

---

(۱) یہ واقعہ ۵۵۷ھ سلطان نورالدین زنگیؒ کا ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، وفاء الوفاء، ج:۱ص ۴۶۶، جذب القلوب،ص:۱۲۴ معالم دارالھجرۃ،ص:۱۴۶،تاریخ المدینۃ المنورۃ،محمد عبدالمعبود،ص:۲۶۰۔

اوردن بھرنماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے،لوگ ان کے معتقد بھی ہو گئے تھے زاہد مشہور ہو گئے تھے وہ کمبخت رات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کر دیتے تھے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کئی ہفتہ تک وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے جب ادھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا حق تعالیٰ نے اس زمانہ کے سلطان کو (نام یادنہیں رہا) بذریعہ خواب کے متنبہ کر دیا خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذا دے رکھی ہے جلد مجھے ان سے نجات دو خواب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشادہ کو دکھلا دی گئی ۔خواب سے بیدار ہوکر بادشادہ نے وزیر سے اس کا تذکرہ کیا [۱] وزیر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ جلد مدینہ تشریف لے جائیں بادشاہ نے فوراً فوج لیکر بہت تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر شروع کیا اور بہت جلد مدینہ پہنچ گیا۔ایک دن میں وہ لوگ بہت سرنگ کھود چکے تھے اور بالکل جسد اطہر کے قریب پہنچ گئے تھے ۔ایک دن کی بادشاہ کو اور تاخیر ہو جاتی تو وہ لوگ اپنا کام پورا کر لیتے بادشاہ نے مدینہ پہنچ کر تمام لوگوں کی مدینہ سے باہر دعوت کی اور سب کو مدینہ سے ایک خاص دروازہ سے باہر نکلنے کا حکم کیا اور خود دروازے پر کھڑے ہوکر ہر شخص کو خوب غور سے دیکھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ کے سب مرد شہر سے باہر نکل آئے مگر ان دو شخصوں کی صورت نظر نہ پڑی جن کو خواب میں دیکھا تھا اس لئے بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آ گئے لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا بادشاہ نے کہا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ۔ضرور کوئی اندر رہا ہے۔لوگوں نے کہا کہ دو زاہد اندر رہ گئے ہیں وہ کسی کی دعوت میں جایا نہیں کرتے اور نہ کسی سے ملتے ہیں۔

---

(۲) وزیر کا نام جمال الدین تھا جو بہت نیک اور متقی تھا۔

بادشاہ نے کہا مجھے ان ہی سے کام ہے۔ چنانچہ جب وہ پکڑ کر لائے گئے تو بعینہ وہ دوصورتیں نظر پڑیں جو خواب میں دکھلائی گئی تھیں ان کو فوراً قید کرلیا گیا اور پوچھا گیا کہ تم نے حضورﷺ کو کیا ایذادی ہے۔

چانچہ بڑی دیر کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جسد اطہر کے نکالنے کے لئے سرنگ کھودی ہے چنانچہ بادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ قدم مبارک تک پہنچ چکی ہے۔ بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسہ دیکر سرنگ بند کرادی اور زمین کو پانی کی تہ تک کھدوا کر قبر مبارک کے چاروں طرف سیسہ پلا دیا تا کہ آئندہ کوئی سرنگ نہ لگا سکے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسد اطہر کے صحیح وسالم ہونے کا ایسا پختہ اعتقاد ہے کہ کئی سو برس کے بعد بھی اس کے نکالنے کی کوشش کی اگر ان کو جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں لگاتے محض وہم وشبہ پر اتنا بڑا خطرہ کا کام کوئی نہیں کرتا ۔جولوگ اہل کتاب ہیں وہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ نبی کے جسم کو زمین نہیں کھاسکتی وہ خوب جانتے ہیں کہ حضورﷺ نبی برحق تھے مگر بوجہ عناد کے اقرار نہیں کرتے۔

(وعظ االحور ملحقہ رحمت دوعالم ص ۱۷۶)

خواب میں رسول اللہﷺ کی زیارت کے چند عملیات

سب سے لذیذ اور شیریں تر خاصیت دورد شریف کی یہ ہے کہ اس کی بدولت عشاق کو خواب میں حضور پرنورﷺ کی زیارت میسر ہوتی ہے۔بعض درودوں کو بالخصوص بزرگوں نے آزمایا ہے۔

(۱) شیخ عبدالحق دہلویؒ نے کتاب ترغیب اہل السادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دورکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ھواللہ اور سلام کے بعد سو بار

یہ درود شریف پڑھے انشاء اللہ تین جمع نہ گذرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلیٰ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ

(۲) شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد پچیس بار قل ہواللہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے دولت زیارت نصیب ہو۔وہ یہ ہے **'صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ'**

(۳) اسکو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامَ .

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔ (زادالسعید اصلاحی نصاب ۵۵)

(۴) شب جمعہ میں ایک ہزار مرتبہ سورہ کوثر پڑھے اور ایک ہزار مرتبہ دورد شریف پڑھے تو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو

(اعمال قرآنی - اشرف العملیات ص ۲۷۷)

فصل

صلوٰۃ وسلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کی اہمیت

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْ عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً۔

(احزاب پ۲۲)

ترجمہ :- ”بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو، تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو۔ (بیان القرآن ص،۶۲ جلد ۹)

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے۔)

(۲) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے۔)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بڑا بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی۔ ابن حبان۔ زاد السعید)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص

ذلیل ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

(روایت کیا اس کو ترمذی نے۔)

(۵) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کر دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے لیتا ہوں۔

(زادالسعید ص ۵۶۴ ملحقہ اصلاحی نصاب)

(۶) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ سے فاصلے پر درور پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے یعنی بذریعہ ملائکہ۔

(۷) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتہ اس درود کو لے کر مجھ تک پہنچاتا ہے اور نام لے کر کہتا ہے کہ فلانا ایساا ایسا کہتا ہے یعنی اس طرح درود بھیجتا ہے۔

(فضائل درودوسلام۔)

(۸) طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار، قیامت کے روز اس کے لئے میری شفاعت ہوگی۔

(فضائل درودسلام۔)

(۹) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ قیامت کے روز میرے ساتھ اس کو قرب ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔ (ترمذی، ابن حبان۔ زادالسعید)

(۱۰) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ پر جو شخص درود بھیجے گا، میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص سلام بھیجے گا اس پر دس سلام بھیجوں گا۔

(روایت کیا اس کو نسائی، دارمی نے۔)

فائدہ: - اس سے معلوم ہوا کہ اگر درود شریف کے کسی صیغے میں صلوۃ وسلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے حق تعالی کی بیس عنایتیں ہوتی ہیں ۔ مثلاً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ .

فائدہ:- روح المعانی نے نقل کیا ہے کہ اگر صرف صیغہ صلوٰۃ پر یا صرف صیغہ سلام پر اکتفا کرے تب بھی مکروہ نہیں، البتہ جمع کرنا اولیٰ ہے۔

(بیان القرآن ص۶۲۳ ج ۹)

مسئلہ: - علمائے محققین نے فرمایا ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ تو درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ اور آپ ﷺ کا نام سن کر پہلی بار بار درود شریف پڑھنا واجب ہے پھر اگر بار بار مجلس میں ذکر ہوتو ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

تنبیہ:- درود شریف (صلوۃ وسلام) عبادت ہے اور عبادت کو شرعی امر کے موافق کرنا چاہیے، اپنی طرف سے کسی خاص طریقہ کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ (نشر الطیب ۲۴۲)

درود شریف کے صیغے

یوں تو مشائخ کرام سے صدہا صیغے (صلوۃ وسلام) کے منقول ہیں ۔"دلائل الخیرات" اس کا ایک نمونہ ہے، مگر اس مقام پر صرف جو صیغے صلوۃ وسلام کے احادیث مرفوعہ میں وارد ہیں ان میں سے چالیس مرقوم ہوتے ہیں جن میں ۲۵ صلوۃ اور ۱۵ سلام کے ہیں گویا یہ مجموعہ درود شریف کی چہل حدیث ہے جس کے متعلق بشارت آئی ہے کہ جو شخص امر دین کے متعلق چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچائے اس کو اللہ تعالی علماء کے زمرہ (جماعت) میں محشور فرمائیں گے اور میں

اس کا شفیع ہوں گا۔ درود شریف کا امر دین سے ہونا ظاہر ہے کیوں کہ اس کا تو حکم دیا گیا تو ان احادیث کے جمع کرنے میں مضاعف (دوگنا) ثواب کی توقع ہے (ایک تو درود شریف کا اجر دوسرے تبلیغ چہل حدیث کا اجر)

ان احادیث سے قبل دو صیغے قرآن مجید سے تبرکاً لکھے جاتے ہیں جو اپنے عموم لفظی سے صلوٰۃ نبویہ کو بھی شامل ہیں۔

اگر کوئی شخص ان سب صیغوں کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو تمام فضائل و برکات جو جدا جدا ہر صیغے کے متعلق ہیں بتامہا (سب کے سب) اس شخص کو حاصل ہو جائیں گے۔

اشرف علی (زادالسعید)

۳۳۹

صیغۂ قرآنی

(۱) سَلٰامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (پارہ ۱۹، سورۂ نمل، رکوع ۱۴)

(۲) سَلٰامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ (پارہ ۲۳، سورۂ صافات کے ختم پر)

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام

صِیَغِ صَلٰوۃ

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ۔

(۲) اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الْقَآئِمَۃِ وَالصَّلٰوۃِ النَّافِعَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ارْضَ عَنِّیْ رِضًا لَّا تَسْخُطُ بَعْدَہٗ اَبَدًا۔

(۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔

(۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی

۳۴۰

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۞

(۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۞

(۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۞

(۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۞

(۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۞

(۱۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی

۳۴۱

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ
حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی
اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ کَمَا
صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اَزْوَاجِهٖ
وَذُرِّیَّاتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ
مَّجِیْدٌ ۔

(۱۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّھَاتِ
الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّاتِهٖ وَاَھْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ

۳۴۲

وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ

وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۱۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۲۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۲۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًی وَّلَهٗ جَزَآءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۔

(۲۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

(۲۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوٰتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ؁

(۲۴) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؁

(۲۵) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ؁

صِيَغُ السَّلَامِ

(۲۶) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؁

(۲۷) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ اَلصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

(۲۸) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

(۲۹) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ اَلصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

(۳۰) بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ ۔

(۳۱) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ

عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

(۳۲) بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَآءِ اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَاھْدِنِیْ ۔

(۳۳) اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلْکُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔

(۳۴) بِسْمِ اللّٰہِ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ شَھِدْتُّ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَھِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔

(۳۵) اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ اَلصَّلَوَاتُ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔

(۳۶) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۔

(۳۷) اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلٰوتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ۔

(۳۸) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

(۳۹) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلٰوتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

(۴۰) بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔

جَمَعَ هٰذِهِ الْاَوْرَاقَ اَشْرَفُ عَلِيٌّ فِيْ شُهُوْرِ سَنَةِ ۱۳۱۱ مِنَ الْهِجْرَةِ

مآخذ ومراجع

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ان ملفوظات ومواعظ وتصانیف کی فہرست جن سے اس کتاب کی ترتیب میں استفادہ کیا گیا ہے۔

اصلاح انقلاب
اشرف السوانح
اشرف العلوم
انفاس عیسیٰ
اورادرحمانی
اول الاعمال ملحقہ راہ نجات
احکام حج ملحقہ سنت ابراہیم
اصلاح الرسوم
امدادالفتاویٰ
انفاق المحبوب ملحقہ خیرالاعمال
اکمال العدۃ ملحقہ برکات رمضان
افاضات الیومیۃ
اغلاط العوام
اعمال قرآنی
اشرف العملیات
بیان القرآن
بوادرالنوادر
بصائر حکیم الامت
البدائع
بہشتی زیور
تنبیہات وصیت ملحقہ اشرف السوانح
تعلیم الدین
تکمیل الاعمال ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ
التھذیب ملحقہ سنت ابراھیم
التھذیب ملحقہ برکات رمضان
تحصیل المرام ملحقہ سنت ابراہیم
تجدید معاشیات
تسہیل الاصلاح ملحقہ اصلاح اعمال
تصحیح الاغلاط
الاتمام لنعمۃ الاسلام
حقوق الوالدین ملحقہ اصلاحی نصاب
حیوۃ المسلمین
حرمات الحدود ملحقہ حدود وقیود
الحبور ملحقہ رحمت دوعالم
الحج ملحقہ التبلیغ

الحج المبرور ملحقہ سنت ابراہیم
حسن العزیز
حکیم الامت نقوش وتاثرات
خیر الارشاد ملحقہ حقوق وفرائض
خطبات الاحکام
الاخلاص
الدین الخالص ملحقہ دعوات عبدیت
دواء العیوب
روح الحج والثج ملحقہ سنت ابراہیم
الارتیاب والاغتیاب ملحقہ اصلاح اعمال
روح تصوف
زاد السعید
السوال فی شوال ملحقہ سنت ابراہیم
السنۃ الجلیلۃ فی الچشتیۃ العلیۃ
السرور ملحقہ مجمع البحور
شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ رحمت دوعالم ﷺ
ضرورۃ التوبۃ ملحقہ راہ نجات
الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم
ضرورت تبلیغ ملحقہ دعوت وتبلیغ
طریق النجاۃ ملحقہ دعوات عبدیت

طریق القلندر ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ
غض البصر ملحقہ دعوات عبدیت
فروع الایمان
فضائل صلوۃ وسلام
قصد السبیل
المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ
مظاہر الاقوال ملحقہ البلاغ
مقالات حکمت مجادلت معدلت
مناجات مقبول
محاسن اسلام
ملفوظات کمالات اشرفیہ
مزید المجید
ملفوظات حکیم الامت
مفاسد گناہ
نشر الطیب
الوصل والفصل ملحقہ تسلیم ورضا
الھادی

=======☆☆☆=======

دیگر مراجع ومآخذ جو حواشی یا افادات تھانویؒ کے ضمن میں آئے ہیں۔

ابن کثیر
ابن ماجہ
ابویعلی
ابن حبان
ابن خزیمۃ
آثار السنن
ابوداؤد
احکام حج
احیاء العلوم
بخاری شریف
بیہقی
ترمذی
الترغیب والترہیب
تبلیغ دین
تذکرۃ سلیمان
تذکرہ (سوانح مولانا آزادؒ)
تصویر کے شرعی احکام
تاریخ المدینۃ المنورۃ
تخریج عراقی

جامع صغیر للسیوطی
جذب القلوب
جواہر الفقہ
حیوۃ الصحابۃ
حجۃ اللہ البالغۃ
حج وعمرہ کا طریقہ
دارمی
دارقطنی
درمختار
ردالمختار
زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک
زوائد ابن ماجہ
سفر السعادۃ
شرح السنۃ
شفاء الاسقام
طبرانی
غنیۃ الناسک
فتح الباری
فیض القدیر شرح جامع الصغیر

فضائل حج
قرطبی
القول البدیع
کشف الخفاء
مجمع الزوائد
مسلم شریف
مشکوۃ شریف
مسند احمد
مالک
معالم الھجرۃ
معارف الحدیث
الموسوعۃ الفقہیۃ
منتہی المقال
معلم الحجاج
مسائل حج
نسائی شریف
وفاء الوفاء

=======☆☆☆=======